درسِ بخاری شریف

مصنف

حضرت علامہ صاحبزادہ عزیز محمود نقشبندی الازہری دامت برکاتہم العالیہ

تقریظ

ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم السید
سربراہ شعبہ اردو کلیہ دراسات انسانیہ جامعہ الازہر قاہرہ مصر

مصنف:

حضرت علامہ صاحبزادہ عزیز محمود نقشبندی الازہری

تقریظ

ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم السید
سربراہ شعبہ اردو کلیہ دراسات انسانیہ جامعہ الازہر قاہرہ مصر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان

نام کتاب	درسِ بخاری شریف
مصنف	حضرت علامہ صاحبزادہ عزیز محمود نقشبندی الازہری
تقریظ	ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم السید
	سربراہ شعبہ اردو کلیہ دراسات انسانیہ جامعۃ الازہر، مصر
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
سال اشاعت	فروری 2014ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS30

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37247350۔ فیکس 042-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-32212011-32630411 فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

میں ادنیٰ گدا ہوں کرم کی نظر ہو
بڑا بے نوا ہوں کرم کی نظر ہو
تیرے در کا چاکر تیرا نام لیوا
میں تیرا گدا ہوں کرم کی نظر ہو
درودوں سلاموں کے ہاروں کو تھامے
میں در پر کھڑا ہوں کرم کی نظر ہو
میں ادنیٰ گدا ہوں کرم کی نظر ہو

گلدستہ مضامین (کتاب الوحی)

تقریظ

حضرت قبلہ علامہ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نقشبندی الازہری

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنا اس لئے آپ کی احادیث قیامت تک آنے والی مخلوق خدا کیلئے مینارہ نور ہیں اور رشد وہدایت کا ذریعہ ہیں اسی لئے قرآن پاک میں واضح طور پر اعلان فرمادیا گیا۔ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا کہ اے محبوب ہم نے آپ کو ساری انسانیت کیلئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔ مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ اور اس ہمارے رسول کی اطاعت دراصل خدا کی اطاعت ہے وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ﴿۷۱﴾ اور جس نے ہماری اور اس رسول کی اطاعت کر لی اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔

آنحضور ﷺ کی احادیث مبارکہ کے یوں تو بے شمار مجموعے ہیں لیکن ان تمام مجموعوں میں جس کتاب کو اصح الکتب بعد کلام اللہ یعنی روئے زمین پر قرآن پاک کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے وہ صحیح بخاری شریف ہے، اس عظیم کتاب کی ہر دور میں علماء ومحدثین نے اپنے دور کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے متعدد شروح تحریر فرمائیں۔

عزیزم صاحبزادہ عزیر محمود سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس موجودہ دور کے حالات وواقعات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے تناظر میں اس عظیم کتاب کی چند احادیث کی تشریح وتحقیق کی ہے جو نہایت قابل تحسین کام ہے۔

احادیث مبارکہ کی اس طرح خدمت کرنے والوں کو خود آنحضرت ﷺ نے یوں دعا دی

ہے۔

''نضر اللہ عبدًا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا'' (مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ تروتازہ رکھے اس بندہ کو جس نے میری بات سنی پھر اس کو یاد کیا اور اس کی حفاظت کی اور اس کو دوسروں تک پہنچایا۔

حضور اکرم ﷺ کی ہر دعا مقبول ہے لہٰذا مجھے یقین ہے کہ عزیزم عزیر محمود سلمہ اللہ تعالیٰ حدیث مبارک کی اس خدمت پر حضور سرور کائنات ﷺ کی اس دعا کی برکتوں سے ضرور فیضاب ہوں گے۔

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

سجادہ نشین: آستانہ عالیہ رکنویہ محمودیہ

چیئرمین: رکن الاسلام جامعہ مجددیہ

مرکزی صدر: جمعیت علماء پاکستان (نورانی)

صدر: ملی یکجہتی کونسل

تقریظ

حضرت قبلہ پیر آغا فضل الرحمٰن مجددی نقشبندی فاروقی

صدر ادارہ معارف مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ)

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے کہ:

جس نے قرآن کا علم سیکھا، اس کی قیمت بڑھ گئی، جس نے حدیث سیکھی، اس کی دلیل قوی ہوئی، جس نے فقہ سیکھا، اس کی قدر بڑھ گئی'' الآخر۔

نبیرہ علامہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ (ابن شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ) علامہ صاحبزادہ عزیز محمود الازہری طال اللہ عمرہ ماشاء اللہ۔ ان تینوں خوبیوں کے مالک ہیں، میں نے ان کے خطبات سنے ہیں ان میں آیات قرآنیہ کے استدلال، احادیث کے دلائل اور فقہی جزئیات جس انداز سے بیان کرتے ہیں وہ میرے اس دعوے پر شاہد و عادل ہیں۔

پیش نظر کتاب ''درس بخاری شریف'' بھی علم حدیث پر ان کی گہری نظر پر دلالت کرتی ہے۔ اس کتاب میں موصوف نے بخاری شریف سے ان احادیث کا انتخاب کیا جس پر اسلامی عقائد کی بنیاد ہے تاکہ عام و خاص مسلمان صحیح معنوں میں اسلام کی چاشنی کا مزہ چکھ سکیں بلکہ اپنے دین و ایمان کو حدیث کی روشنی میں اور پختہ کر سکیں۔ ان شاء اللہ! یہ کتاب اپنے پڑھنے والوں کو روشن راہیں فراہم کرے گی۔

حضرت خواجہ ضیائے معصوم مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی تجلیات سے روشنی اس چمنستان سے گل چینی کر کے عقائد و ایمان کی مالائیں بناتے چلے آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس علمی خاندان کو شاد و آباد رکھے اور تا دیر عالم اسلام ان کے ذریعے دین اسلام سے سیرابی حاصل کرتا رہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر سے نوازے اور تمام قارئین کو احادیث کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین

فضل الرحمٰن مجددی

تقریظ

ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم السید
سربراہ شعبۂ اردو کلیہ دراسات انسانیہ جامعۃ الازہر الشریف۔ قاہرہ، مصر۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ۔

امّا بعد:

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کے حصول اور اس کی تعلیم پر زور دیا ہے اور اس کے طلب کرنے پر رغبت دلائی ہے۔ زمانہ قدیم میں مساجد ہی علمی گہوارہ اور مدرسہ ہوا کرتے تھے جس میں مسلمان اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد علمائے کرام سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد مدرسوں کا نظام ظہور پذیر ہوا۔ علوم کی تدوین مکمل ہوئی۔ اور بعد میں عباسی دور میں منظم طور پر تعلیمی نظام شروع ہوا خانقاہوں اور آستانوں نے علوم تصوف اور روحانی معارف کے نشر و اشاعت میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ جبکہ تراجم کا دور بھی عصر عباسی میں ہی شروع ہوا اس دور میں استاد اور شاگرد کے درمیان بحث و تکرار حصول علم کا وسیلہ تھا جس میں استاد لیکچر اور املاء کی صورت میں علم دیتا تھا اور طلباء دور دراز کے شہروں اور ملکوں کا سفر کر کے حصول علم کیلئے جایا کرتے تھے۔

برصغیر پاک و ہند میں بھی تعلیم کا آغاز اسلامی نظام کے مطابق فتح اسلامی کے بعد محمد بن قاسم کے ہاتھوں ہوا کہ جس وقت وہ ۹۳ھ بمطابق ۷۱۲ء میں سندھ میں داخل ہوا۔ پس مفتوحہ علاقوں میں اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ عربی زبان بھی خوب پھیل چکی تھی

لہٰذا اس عرصہ میں سندھ ان علاقوں میں شمار ہونے لگا تھا جہاں علاقائی زبان کیساتھ ساتھ عربی زبان بھی بولی جارہی تھی۔

اور تعلیم کا سلسلہ ان مدارس میں شروع ہو گیا جو مساجد کیساتھ ملحق تھے یا خانقاہوں اور مزارات کے ساتھ متصل تھے۔ یا حکومتوں کی طرف سے بنائے گئے تھے یا انفرادی طور پر بنائے گئے تھے۔

برصغیر کی تاریخ اس طرف ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ ایسے کئی مدارس جو مدرسہ نظامیہ (جس کی بنیاد سلجوقی وزیر نظام الملک نصیر الدین محقق طوسی نے ۴۵۷ھ میں بغداد میں رکھی) کی طرز و طریقہ پر تھے پھیل چکے تھے۔ انہیں مدارس میں وہ مدرسہ جو سید ناصفی الدین کازرونی کی سرپرستی میں اوچ شریف میں غوریوں کے دور ۶۰۱ھ ۱۲۰۶ء میں قائم ہوا۔ جو مدرسہ کازرونیہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔ جس میں ڈھائی ہزار سے زیادہ طلباء پڑھتے تھے جس کے خرچ کیلئے غوری بادشاہ نے کافی زمین وقف کر دی تھی اور اسی طرح مدرسہ فیروزیہ جو سامریوں کے عہد حکومت (۴۰۱۔۱۰۱۱م ۶۰۷ھ ۱۲۱۰ء) میں سندھ کے شہر اوچ شریف میں قائم کیا گیا۔ اور اسی طرح ناصر الدین کباچہ کے دور میں شاہی دار العلوم (۶۰۷۔۱۲۱۰۔۔۔ ۶۲۵۔ ۱۲۲۸) میں قائم ہوا۔ اور اس کے علاوہ اور بھی کئی مدارس کی بنیاد رکھی گئی۔

برصغیر پاک و ہند میں کئی ایسے نامور علماء کرام گزرے ہیں جنہوں نے اس تاریخی دور میں درس و تدریس کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ ان میں کچھ کا تذکرہ آیا چاہتا ہے۔ ۱) شیخ کبیر محدث اعظم علامہ محمد اسماعیل بخاری متوفی (۴۴۸ھ۔ ۱۰۵۷م) جو سلطان مسعود غزنوی کے دور میں غزنہ سے لاہور تشریف لائے اور ایک مسجد میں وعظ و تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ۲) شیخ منہاج سراج (۶۲۴ھ۔ ۱۲۲۷م) جو شاہی دار العلوم کے مہتمم اور استاد تھے۔

۳) شیخ عزیز الدین متوفی (۶۱۲ ھ۔ ۱۲۱۶ م) جو سلطان شمس الدین التمش (۱۶۰۷۔ ۱۲۱۰۔۔ ۱۶۳۳۔ ۱۲۳۶) کے دور میں ہندوستان کی طرف آئے تھے۔ ۴) ملتان سے قاضی قطب الدین کاشانی متوفی (۶۳۳۔ ۱۲۳۶) ۵) مولانا غلام قادر عرف امام کامون متوفی (۱۲۴۴۔ ۱۸۲۹) جو مسجد وزیر خان میں امام وخطیب تھے۔ ۶) حافظ روح اللہ لاہوری متوفی (۱۲۴۴۔ ۱۸۲۹) ۷) مولوی محمد جان لاہوری متوفی (۱۲۴۸۔ ۱۸۳۳)۔ ۸) مولوی حافظ غلام رسول جٹ محلیا متوفی (۱۲۴۰۔ ۱۸۲۵)

اور اسی طرح علم برصغیر میں اسلامی حکومتوں کے ادوار میں پھیلتا رہا۔ اور بعض شہر جو علمی لحاظ سے خاص شہرت رکھتے ہیں جیسے لاہور شہر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ہر سو ۱۰۰ میں سے نوے آدمی پڑھے لکھے ہوتے ہیں۔ اور اٹھارہ ۱۸ میں سے نو مفسرین ہیں۔ یہ سب خاندان غلامان کے دور حکومت (۶۰۷۔ ۱۲۰۶۔۔ ۶۸۹۔ ۱۲۸۹) میں تھا۔

اسی دور میں مساجد میں مسلمانوں کی تعلیم کیساتھ ساتھ مندروں و گرجا گروں میں ہندوؤں کی تعلیم بھی برابر جاری رہتی تھی۔ البتہ اس دور میں علوم شرعیہ، علوم عربیہ اور فارسی علوم کے جس تعلیمی نصاب پر زیادہ توجہ دی جاتی تھی اور جن مضامین کو پڑھایا جاتا تھا وہ نحو، صرف، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، تصوف، حدیث، ادب، منطق، علم کلام، اور علوم نقلیہ وعقلیہ وغیرہ تھے۔

حالات کے تقاضوں کی وجہ سے برصغیر میں اسلامی حکومتوں کے دور میں عربی زبان کو ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ جہاں ایک جانب عربی زبان بحیثیت زبان پڑھائی جاتی تھی باوجود اس کے کہ عربی ادب شعر ونثر کو بھرپور توجہ نہ مل سکی۔ جبکہ دوسری طرف عربی زبان فارسی کے ساتھ ساتھ تعلیمی نصاب میں شامل بہت سے مضامین و کتب کو پڑھنے پڑھانے کا اہم ذریعہ تھی۔

برصغیر پاک وہند میں ان مدارس دینیہ اور ان کے تعلیمی نظام کی تاثیر کا اس سے اندازہ

لگا سکتے ہیں کہ جب انگریز ان ممالک میں داخل ہوا تو انہیں محسوس ہوا کہ ان ممالک اور یہاں کے رہنے والوں پر مستقل قبضہ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ راسخ عقیدہ مسلمان ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں اور دوسرا وہ تعلیمی نظام ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی محبت اور اس کی راہ میں ہر قسم کی قربانی دینے کے جذبہ کو راسخ کردیا ہے۔

تو انہوں نے سب سے پہلے اس طاقتور نظام تعلیم کو منہدم کیا اور اپنے دور حکومت میں اس نظام تعلیم کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔ خواہ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے تحت حکمرانی میں ہو یا براہ راست برطانوی راج کے تحت ہو اس طرح سے انگریز نے ابتداء میں ہی مسلمانوں اور جدید علوم کے درمیاں ایک دیوار کھینچ دی۔ اور مسلمانوں کیلئے علوم شرقیہ کی تعلیم و تدریس کو ہی انتہائی اہمیت کا حامل قرار دیتے رہے۔ لیکن جب ان پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ اس علم کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں دینی، تہذیبی، وثقافتی تعلیم کی شرح بڑھتی جارہی ہے تو انہوں نے اس تعلیم کو مکمل طور پر تبدیل کرنا ہی مناسب سمجھا۔ اس طرح کہ ان کے اندر سے ہی ایک ایسا طبقہ چنا جو انگریز آقاؤں اور ہندو غلاموں کے درمیان رابطہ کا کام سرانجام دیں جس کو (لارڈ ماکولائی) نے اپنی مشہور یاداشتوں میں ۱۸۳۵ میں ''انگریز کے مقاصد ہندوستان میں'' کے تحت اس طرح بیان کیا۔

انگریز نے ایک ایسا طبقہ پیدا کیا اپنے اور ان کروڑوں محکوم لوگوں کے درمیان ترجمانی کرنے کیلئے جو شکل وصورت سے تو ہندوستانی ہو لیکن افکار، اخلاق اور سیاسی اعتبار سے انگریز ہو۔ اسی لیئے انگریز نے فارسی زبان کو ترک کر کے انگلش زبان کو نوکریوں کے حصول کیلئے بنیادی شرط قرار دے دیا۔ اور اپنی اس شرط پر قائم شدہ مدارس کے طالب علموں کو دوسرے مدارس کے طالب علموں پر فوقیت دینی شروع کردی۔ جس نے مسلمانوں اور ان عہدوں کے درمیان رکاوٹ پیدا کردی۔ پس انہوں نے علوم اسلامیہ، عربی زبان اور فارسی

کو اپنی توجہات کے دائرے سے خارج کر دیا اور وہی نظام تعلیم جو انگریز چاہتا تھا وہ برصغیر کیلئے رائج ہو گیا۔

قیام پاکستان کے ساتھ میں پاکستان کو بھی وہی نظام تعلیم وراثت میں ملا جس میں ۱۸۱۳ء سے ۱۹۴۷ء تک کوئی بھی ایسا سائنس دان یا فلسفی جو اپنے علوم میں مکمل طور پر مہارت رکھتا ہو نہیں میسر ہو سکا۔ لیکن یہ خطرناک کوشش برصغیر میں عمومی طور پر اور پاکستان میں خاص طور پر مسلمانوں کی طاقت وقوت کو پارہ پارہ نہ کر سکیں اور نہ ہی ان کے دین پر ان کی استقامت واعتماد کو جنبش دے سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے دینی مدارس کے قیام اور علوم شرعیہ وعربیہ کے اہتمام کی تحریک ومشن کو شاندار طریقہ سے جاری رکھا اور صرف علوم شرعیہ ہی نہیں بلکہ مدارس دینیہ نے علوم عقلیہ اور جدید علوم کے پڑھانے کا بھی انتظام کیا جن میں ایک سنہری سلسلہ کی اہم کڑی رکن الاسلام جامعہ مجددیہ ہے۔

یہ کتاب ''درس بخاری'' جو ہمارے سامنے ہے بخاری شریف سے منتخب کردہ احادیث مبارکہ کا مجموعہ ہے جس میں مولف نے مختلف اور نئے موضوعات کو شامل کرنے کا خاص اہتمام کیا ہے۔ خاص طور پر وہ احادیث شامل کی ہیں جن پر دین اسلام کی بنیاد ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متواتر منقول ہے۔ جیسا کہ ''انما الاعمال بالنیات'' اور وہ احادیث ذکر کیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزول وحی کی کیفیت کو بیان کرتی ہیں اسی طرح وہ احادیث لے کر آئے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت اور جود وکرم کا بتاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی وہ احادیث ذکر کیں جو مسلمانوں کیلئے دین ودنیا کی راہوں کو روشن کر دیتی ہیں۔

اسی طرح اس حدیث مبارکہ کے مجموعہ کا اردو زبان میں عام فہم اور سلیس ترجمہ کرنے کا بھی مولف نے خوب اہتمام کیا اور شرح کرنے کیساتھ ساتھ وہ فوائد بھی پیش کر دیئے جو معانی، بلاغت یا لغت کے اعتبار سے انتہائی مفید ہیں۔ ان احادیث مبارکہ سے مؤلف وہ نکات ونتائج نکالنے میں بھی کامیاب ہو گئے جنکا تعلق وربط آج کے جدید مسلم معاشرہ اور

زندگی نئے ہے۔

محترم" صاحبزادہ عزیر محمود الازہری، (پرنسپل رکن الاسلام جامعہ مجددیہ) اور اس کتاب کے مؤلف کو اللہ تعالی اسلام کی محبت اور مسلمانوں کے فوائد کیلئے حرص اور رغبت سے اورنوازے کہ جس طرح آپ پر اللہ رب العزت نے یہ کرم فرمایا کہ جامعۃ الازہر میں آپ کو علم حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا جس کی وجہ سے آج آپ نے اپنے طلباء و مریدین کیلئے دین کی صحیح فہم کو اور نصوص کی حقیقی شرح کو پیش کیا۔ اور مجھے برادرم عزیر محمود الازہری سے ملاقات کر کے انتہائی خوشی محسوس ہوئی کہ جس وقت وہ مصر کے دورہ پر تشریف لائے بالکل اسی طرح وہ لحہ بھی خوشی کا تھا جب مجھے آپ کے والد گرامی عالم جلیل، باعمل بزرگ، استاذ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر سے چند سال پہلے ٹیلیفون پر گفتگو کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور اسوقت میں پنجاب یونیورسٹی میں دائرۃ المعارف اردو میں وزیٹنگ پروفیسر کی پوسٹ پر کام کر رہا تھا۔

آخر میں رب کریم سے دست بدعا ہوں کہ وہ میرے عزیز بھائی صاحبزادہ عزیر محمود الازہری اوران کے والد گرامی کو جو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کر رہے ہیں مزید ترقیاں اور جزائے خیر عطا فرمائے۔

تحریر: یکم جون ۲۰۱۲ء

ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم السید
سربراہ شعبۃ اردو کلیہ دراسات انسانیہ
جامعۃ الازہر الشریف۔ قاہرہ۔

اِہداء

یہ جانتے ہوئے بھی کہ سرتاپا ایسے ظاہری و باطنی عیوب و نقائص کا مجموعہ ہوں کہ جن کی پردہ داری کے ساتھ ساتھ مزیدانعامات کی نوازشات صرف اور صرف حبیبِ ستار و غفار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی کمال ہے۔

بس یہ مجموعۂ عیوب اُسی مجموعۂ کمال کی بارگاہ میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہے اور اگلے کمال کا منتظر ہے۔ اس طلب کے ساتھ کہ مزید نوازشات میں میرے خاص معاونین

مولانا محمد سجاد الحسنی و مولانا سکندر حیات زبیری

کو بھی وافر حصہ نصیب ہو۔ آمین

☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كِتَابُ الْوَحْيِ

باب: كَيْفَ كَانَ بَدْأُ الْوَحْيِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ
إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَّالنَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهٖ

کیسے وحی کی ابتداء ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کا فرمان
کہ بیشک ہم نے وحی کی آپ کی طرف جیسا کہ وحی کی ہم نے نوح علیہ السلام کی
طرف اور ان کے بعد والے انبیاء کی طرف

بدأ کی لغوی تحقیق:

1۔ اگر "بَدَا، یَبْدُوْ" ناقص سے ہو تو یہ "ظَهَرَ يَظْهَرُ" کے معنی میں ہوگا یعنی اب اس کا معنی یہ ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا ظہور کیسے ہوا۔

2۔ اگر "بَدَأَ، یَبْدَئُ" مہموز سے ہو تو اس کا معنی ہوگا کہ وحی کی ابتداء کیسے ہوئی۔

ترجمۃ الباب اور آیت وحدیث کے درمیان مناسبت:

☆ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے باب باندھا کہ کیف کان بدأ الوحی اور آیت لے کر آئے "إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَّالنَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهٖ" (الآیۃ) باب اور آیت میں مناسبت کس طرح ہے؟

پہلی مناسبت یہ ہے چونکہ

وحی کے بارے میں باب تھا تو امام بخاری نے وحی کی آیت لا کر باب سے آیت کی

مناسبت کردی۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ كَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ''

والی آیت لاکر اس طرف اشارہ کردیا کہ انبیاء کی طرف وحی کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

الحدیث الاول:

حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدِ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ التَّیْمِیُّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلْقَمَةَ ابْنَ وَقَّاصٍ اللَّیْثِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوْ اِلَى امْرَاَةٍ یَّنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ۔

حدیث بیان کی ہمیں حمیدی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا ہمیں سفیان نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا ہمیں یحیٰی بن سعید انصاری نے وہ کہتے ہیں کہ خبردی مجھے محمد بن ابراہیم تیمی نے کہ بے شک سنا علقمہ بن وقاص لیثی کو کہتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ سنا میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو منبر شریف پر یہ کہتے ہوئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کیلئے وہ ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس نے ہجرت کی دنیا کی طرف تو پائے گا وہ اس کو اور اگر اس نے ہجرت کی عورت سے نکاح کرنے کیلئے تو اس کی ہجرت اسی کیلئے ہوگی جس کیلئے اس نے ہجرت کی۔

فوائد

☆: امام بخاری علیہ الرحمۃ نے باب باندھا ''كَیْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ'' اور حدیث لائے ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ'' ترجمۃ الباب کے حوالے سے باب اور حدیث میں کیا

مناسبت ہے؟

ا۔ کچھ علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں یعنی "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ" والی حدیث میں ہجرت کا ذکر ہے، یعنی وطن کو چھوڑنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا تو جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز ہوا تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دنوں تک گھر سے ہجرت فرما کر یعنی گھر کو چھوڑ کر غار حرا تشریف لے جاتے لہٰذا اس ہجرت کے اعتبار سے حدیث کا ترجمۃ الباب سے تعلق ہو گیا۔

۲۔ جبکہ فقیر کی نظر میں یہ وجہ بھی ذکر کی جاسکتی ہے کہ یہ حدیث اخلاص پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی نیت جتنی خالص ہوگی عمل اتنا ہی مقبول ہوگا، مقام اسی قدر بلند ہوگا۔ یہ حدیث یہاں ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اخلاص کے اس مقام پر فائز تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہوتا ہے اور وحی جیسی اعلیٰ شئی کے ساتھ متصف و مشرف فرماتا ہے۔

۳۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو ابتداء میں لا کر اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ کوئی کسی بھی منصب پر فائز ہو، خواہ وہ مفتی ہو، عالم ہو، قاضی ہو، مدرس ہو، شیخ الحدیث ہو، سب سے پہلے وہ اخلاص پیدا کرے، مخلص ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کی تحریر، تقریر، تحقیق سب میں برکت اور اثر پیدا فرما دے گا۔

مثلاً

کتاب رکن الدین کو شائع ہوئے کئی برس گزر گئے۔ اور آج تک لوگوں نے فقہ پر ہزاروں، سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں لیکن "رکن الدین، کتاب الصلوٰۃ کو مختلف مکاتب فکر کے مکتب و پریس اپنے خرچے پر آج بھی لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچا رہے ہیں۔ اسی طرح بزرگانِ دین کی تصنیفات مثلاً: بخاری، مسلم، رازی، غزالی، کی کتابیں اس وقت لکھی گئیں جب Publishing اور Advertising کے اتنے ذرائع بھی موجود نہیں تھے۔ لیکن آج بھی ان کتابوں کو جو مقبولیت حاصل ہے یہ ان کے اخلاص پر دلالت کرتی ہے۔

اہمیتِ حدیث

''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ'' اس حدیث شریف کی اہمیت و مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ علماء و محدثین کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان تین یا چار احادیث میں سے ایک ہے جس پر پورے دینِ اسلام کی بنیاد ہے۔

الحدیث الثانی

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ ﷞ اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَیْفَ یَأْتِیْكَ الْوَحْیُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَحْیَانًا یَأْتِیْنِیْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَیَّ فَیُفْصِمُ عَنِّیْ وَقَدْ وَعَیْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَاَحْیَانًا یَتَمَثَّلُ لِیَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَیُكَلِّمُنِیْ فَاَعِیْ مَا یَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: وَلَقَدْ رَاَیْتُهٗ یَنْزِلُ عَلَیْهِ الْوَحْیُ فِی الْیَوْمِ الشَّدِیْدِ الْبَرْدِ فَیُفْصِمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِیْنَهٗ لَیَتَفَصَّدُ عَرَقًا

حدیث بیان کی ہمیں عبداللہ بن یوسف نے وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہمیں مالک نے ہشام بن عروہ سے اپنے والد سے اور عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ بیشک حضرت حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ ؐ کی طرف وحی کیسے آتی ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے۔ اور وہ (وحی) مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے جب وہ (وحی) تمام ہوتی ہے تو میں اسے یاد کر لیتا ہوں وہ جو کہتا ہے اور کبھی میرے پاس فرشتہ آدمی کی صورت میں آ کر گفتگو کرتا ہے، پس میں یاد کر لیتا جو وہ کہتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی سخت سردی کے دن میں۔ پس جب وہ ختم ہوتی تو بیشک آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہہ رہا ہوتا۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے نازل ہونے کا طریقہ کار کیا تھا

اجمالاً اس کی تین اقسام ہیں

1۔ اللہ تعالیٰ کا براہِ راست کلام کرنا۔

2۔ فرشتے کے ذریعے۔

3۔ یا پھر الہام کے ذریعے۔ یعنی کسی بات کو قلب میں ڈال دینا۔ اس کا تعلق غیر نبی یعنی صالحین وکاملین کے ساتھ بھی ہے۔

اس کو تفصیلاً یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے

1۔ ''اَوْحٰی'' بمعنیٰ اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ اور ہمارے نبی سے معراج کی رات۔

2۔ فرشتے یعنی جبرائیل امین کے ذریعے وحی کو بھیجنا۔ اور جبرائیل امین کا اپنی اصلی شکل و صورت، یاقوت، جواہرت کے ساتھ آنا۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں آیا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''اَلَّذِیْ جَاءَنِیْ بِحِرَاءَ جَالِسٌ عَلٰی کُرْسِیٍّ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَرَعِبْتُ''

3۔ یا فرشتے یعنی جبرائیل امین کا بندے کی شکل میں آنا۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں آیا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''یَتَمَثَّلُ لِیَ الْمَلَکُ رَجُلاً''

4۔ یا فرشتے یعنی اسرافیل علیہ السلام کا وحی لیکر آنا۔

5۔ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ کی صورت میں یعنی گھنٹی کی صورت میں وحی کا آنا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ مثلاً: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَحْیَانًا یَاْتِیْنِیْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ

6۔ القاء کے ذریعے وحی کا آنا یعنی جاگتے ہوئے کسی بات کو دل میں ڈال دینا یا سوتے ہوئے کسی بات کو دل میں ڈال دینا۔

نکات

1۔ علم حاصل کرنے کا سنہری طریقہ/طلباء کیلئے راہِ ہدایت

اس حدیثِ پاک سے جو پہلی بات پتہ چلی، جو پہلا سبق ہمیں حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ صحابہ کس قدر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب اور احترام کرتے تھے کہ اپنے معلم، استاذ، "Teacher" مربی کو مخاطب کرتے وقت، یا ان سے سوال کرتے وقت، انتہائی ادب والے الفاظ کا چناؤ اور انتخاب کرتے ''یَا رَسُوْلَ اللهِ کَیْفَ یَأْتِیْكَ الْوَحْیُ'' ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی طرف وحی کیسے آتی ہے؟ صحابہ چاہتے تو ''یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کہہ کر بھی سوال کر سکتے تھے۔ لیکن کائنات کے استاذ کی بارگاہ میں انتہائی ادب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے کبھی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ کر سوال کرتے تو کبھی فِدَاكَ اُمِّیْ وَاَبِیْ، (میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں) کہہ کر اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ لہٰذا اس حدیث پاک سے امت حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درس دے دیا گیا کہ اے لوگو! اگر تم علم میں کمال حاصل کرنا چاہتے ہو، مقام حاصل کرنا چاہتے ہو، عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنے اساتذہ کی عزت، ادب کرو جتنا ادب کرتے چلے جاؤ گے اتنا ہی علم حاصل ہوتا چلا جائے گا، اتنا ہی مقام و مرتبہ حاصل ہوتا چلا جائے گا۔

2۔ اساتذہ و معلّمین کیلئے سنہری قانون/طریقہ تدریس

☆ مثال دے کر پڑھائیں:۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا انداز تھا (سبحان اللہ) کہ سوال کرنے والے وہ تھے جو علم اور وحی کی حقیقتوں سے نا آشنا و ناواقف تھے کیونکہ وہ اس ماحول میں رہتے تھے جہاں اونٹ، بکریاں، مال، مویشیوں کی باتیں ہوتی تھیں انہیں سمجھانا بہت ہی مشکل تھا۔ جب کہ سوال بھی حد درجہ مشکل تھا کیونکہ یہ "Physic" سے تعلق نہیں رکھتا تھا بلکہ "Metaphysics" سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنے احسن

اور آسان انداز میں سمجھایا کہ گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے یعنی اس شئی سے تشبیہ دی جس کے بارے میں وہ جانتے تھے کہ گھنٹی کی آواز اس طرح ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کو نبی کریم ﷺ نے وحی کی حقیقت گھنٹی کی آواز کے ساتھ مثال دے کر سمجھائی تو معلوم ہوا کہ مثالیں (Examples) دے کر پڑھانے سے، سمجھانے سے سبق ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

☆ مشکل سوال کو احسن طریقے سے حل کرنا

اگر آج کوئی ہم سے ٹی وی، موبائل، گھڑی، کمپیوٹر، کے متعلق پوچھتا ہے۔ تو ہم انہیں آسانی سے سمجھا سکتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں مارکیٹ میں موجود ہیں ان کا وجود ہے۔ لیکن انہوں نے سوال ایسی شئے کے متعلق کیا تھا کہ جسے وہ جانتے تک نہ تھے بلکہ کوئی نہ جانتا تھا کہ وحی کیا چیز ہوتی ہے۔ اور اس کا سمجھانا بھی بہت ہی مشکل تھا۔ لیکن سرکار دو عالم ﷺ نے اس مشکل و دقیق سوال کا بھی انتہائی تحمل، حلم و بردباری کے ساتھ جواب عنایت فرما کر معلمین و اساتذہ کو درس دے دیا کہ طلباء کے مشکل سوالات سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ یا انہیں ڈانٹ، ڈپٹ، غصے کا نشانہ نہیں بنانا چاہئے بلکہ انہیں سمجھانے کی نیت سے انتہائی شفقت و محبت اور حلم کا مظاہرہ کرنا چاہئے اس طریقے سے علم میں برکت پیدا ہوتی ہے۔

☆ مذکورہ مثال کے ذریعے انتہائی اہم مسئلہ کا حل

اس حدیث میں ہم نے پڑھا کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحی کی حقیقت کو گھنٹی کی آواز کے ساتھ تشبیہ دے کر سمجھایا "اَحْیَانًا یَاْتِیْنِیْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرْسِ" ترجمہ:۔ کبھی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے۔ اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا گھنٹی (Bell) کی آواز اور وحی کی حقیقت ایک ہو گئی۔ یعنی کیا دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ تو یقیناً اہلِ علم، صاحب بصیرت اس بات کی نفی کریں گے کہ قطعاً گھنٹی اور وحی ایک جیسی نہیں ہو سکتیں۔ کہاں وحی کی حقیقت (کہاں اللہ کا کلام) اور کہاں بشر کی بنائی ہوئی گھنٹی۔ ان کی حقیقت میں کوئی موازنہ نہیں۔ جب یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ مُشَبَّہ (جس کو تشبیہ دی جا رہی ہے) مُشَبَّہٌ بِہٖ

(جس کے ساتھ تشبیہ دی جارہی ہے) کی حقیقت ایک نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ مشبہ مشبہ بہ میں چند ظاہری خصوصیات میں مماثلت ہونے کی وجہ سے اور لوگوں کو سمجھانے کی وجہ سے مشبہ کو مشبہ بہ کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح کائنات کے والی، دو جہاں کے بادشاہ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ "اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ" کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔ اس مثال دینے کے ساتھ اپنے آپ کو عام بشروں کے ساتھ جوڑنا مقصود نہیں تھا کہ میری اور عام بشر کی حقیقت ایک ہے۔ یعنی میں اور عام انسان ایک ہو گئے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ جملہ تو ہمیں سمجھانے کیلئے تھا بالکل اسی طرح جیسے وحی (Revelation) اور گھنٹی (Bell) کی آواز ایک نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح عام بشر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نہیں ہوسکتا۔

الحديث الثالث

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ ـ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَاْ قَالَ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ قَالَ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اقْرَاْ قَالَ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ فَقَالَ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْهُ

حَتّٰی ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰی نَفْسِیْ فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتُكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ حَتّٰی اَتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ ابْنَ نَوْفَلِ بْنِ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰی ابْنَ عَمِّ خَدِيْجَةَ وَكَانَ اِمْرَءً تَنَصَّرَ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِیَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْاِنْجِيْلِ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِیَ فَقَالَتْ لَهٗ خَدِيْجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ يَا ابْنَ اَخِیْ مَاذَا تَرٰی ... فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَبَرَ مَا رَاٰی فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰی مُوْسٰی يَا لَيْتَنِیْ فِيْهَا جَذَعًا لَيْتَنِیْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَوَ مُخْرِجِیَّ هُمْ؟ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِیَ وَاِنْ يُّدْرِكْنِیْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّیَ وَفَتَرَ الْوَحْیُ

حدیث بیان کی ہمیں یحیٰ بن بکیر رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہمیں لیث نے عقیل سے، ابن شہاب سے عروۃ بن زبیر سے، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیشک آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلی وحی کی ابتداء رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اچھے خوابوں سے ہوئی نیند کی حالت میں آپ کوئی خواب نہیں دیکھتے تھے مگر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا۔ پھر محبت ڈال دی گئی تنہائی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں تنہا رہنے لگے پس اس میں عبادت کرتے اور متعدد کئی کئی راتیں عبادت کرتے۔ اس سے پہلے کہ لوٹتے اپنے گھر کی طرف اور طعام لے جاتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف اور طعام لے جاتے اسی کی مثل یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غارِ حراء میں وحی نازل ہو گئی پس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ پڑھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں آپ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر زور سے دبایا حتیٰ کہ صرف کر دی اپنی طاقت پھر وہ آیا میرے پاس دوسری مرتبہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں اس نے پھر زور سے پکڑا اور مجھے دبایا یہاں تک کہ اس نے اپنی پوری طاقت صرف کر دی۔ پھر وہ آیا میرے پاس پس اس نے کہا کہ پڑھیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں اس نے پھر زور سے پکڑا اور تیسری مرتبہ مجھے دبایا کہ اس نے اپنی پوری طاقت صرف کر دی۔ پھر وہ آیا میرے پاس پس اس نے کہا کہ پڑھئے اپنے رب کے نام سے وہ رب کہ جس نے پیدا کیا آپ کو جس نے انسان کو پیدا کیا جمے ہوئے خون سے۔ پڑھئے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب کریم ہے۔ تو لوٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان آیات کو لیکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلبِ مبارک کانپ رہا تھا۔ پس تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہؓ بن خویلد کے پاس اور کہا کہ مجھے چادر اڑھاؤ مجھے چادر اڑھاؤ پس آپ رضی اللہ عنہا نے چادر اڑھا دی۔ حتی کہ وہ گھبراہٹ کی کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ختم ہوگئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدیجہؓ کو خبر دی اس واقعے کی بیشک مجھے اپنے نفس کا خوف ہے حضرت خدیجہؓ نے کہا خدا کی قسم! رب کائنات کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسواء نہیں کرے گا۔ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رشتوں کو جوڑتے ہیں، اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور لوگوں کو معدوم مال عطاء کرتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور مدد کرتے ہیں راہِ حق کی سختیوں پر۔ پس چلیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے آئیں ورقہ بن نوفل ابن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس۔ جو حضرت خدیجہؓ کے چچا کے بیٹے تھے اور وہ ایسے آدمی تھے جو نصرانی ہو گئے تھی زمانۂ جاہلیت میں اور وہ عبرانی زبان میں کتابت کرتے تھے پھر وہ لکھتے تھے انجیل سے عربی میں جو اللہ چاہتا کہ وہ لکھیں۔ اور وہ عمر رسیدہ بزرگ تھے اور نابینا ہو چکے تھے حضرت خدیجہؓ نے کہا انہیں اے میرے چچا زاد سنو! اپنے بھائی کے بیٹے (بھتیجے) سے تو ورقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اے بھتیجے۔ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ تو خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ورقہ کو جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تھا تو ورقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے کہا کہ یہی وہ کلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر اتارا تھا۔ کاش! میں ان دنوں میں طاقتور، جوان ہوتا زندہ ہوتا جب نکالے گی آپ ﷺ کی قوم آپ کو پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کیا وہ مجھے نکال دیں گے ورقہ نے کہا جی ہاں! نہیں آیا کوئی شخص کبھی بھی اس چیز کی مثل (شریعت) جو آپ ﷺ لائے ہیں مگر اس سے دشمنی کی گئی اور اگر مجھے ملا آپ کا زمانہ تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا پھر زیادہ وقت نہ گزرا ورقہ بن نوفل وفات پا گئے اور وحی رُک گئی۔

الحدیث الرابع

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِیْ اَبُوْسَلْمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَبْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ وَهُوَیُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْیِ فَقَالَ فِیْ حَدِیْثِهٖ بَیْنَا اَنَا اَمْشِیْ اِذْ سَمِعْتُ صَوْتاً مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِیْ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِیْ جَاءَنِیْ بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلٰی کُرْسِیٍّ بَیْنَ السَّمَآئِ وَالْاَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ﴿۲﴾ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ﴿۳﴾ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ﴿۴﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿۵﴾ فَحَمِیَ الْوَحْیُ وَتَتَابَعَ تَابَعَهٗ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ وَاَبُوْصَالِحٍ وَتَابَعَهٗ هِلَالُ بْنُ رَدَّادٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ وَقَالَ یُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ (بَوَادِرُهٗ)

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابو سلمۃ عبدالرحمٰن نے کہ بے شک جابر بن عبداللہ انصاری نے فرمایا اس حال میں کہ وہ حدیث بیان کر رہے تھے وحی کے رک جانے کے متعلق پھر آپ نے فرمایا اپنی گفتگو کے دوران کہ میں چل رہا تھا اچانک سنی میں نے آواز آسمان سے پس اٹھایا میں نے اپنی نگاہ کو تو وہی فرشتہ جو آیا تھا میرے پاس غارِ حراء میں بیٹھا ہوا تھا کرسی پر جو آسمان، زمین کے درمیان تھی پس میں خوف زدہ ہو گیا اس سے پھر میں گھر لوٹا پس میں نے کہا کہ مجھے چادر اڑھاؤ، مجھے چادر اڑھاؤ پھر نازل کیا اللہ تعالیٰ نے اے کملی اوڑھنے والے محبوب، کھڑے ہو جائیے اور ڈر سنایئے، اور اپنے رب کی بڑائی

بیان کیجئے، اور اپنے کپڑے پاک رکھیں، اور بتوں سے دور رہیں، پھر وحی متواتر آنے لگی۔ متابعت کی ہے اس کی عبداللہ ابن یوسف اور ابو صالح نے اور اس کی متابعت کی ہے ہلال بن ردّاد نے زہری سے اور کہا یونس اور معمر نے بوادرہ

صوفیاء کا مسلک اور حدیث

کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ صوفیاء، اور اولیاء وغیرہ چلے کاٹنے کی غرض سے کئی کئی دنوں تک گھر بار، بیوی، بچوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور عبادت کیلئے جنگلوں، غاروں، پہاڑوں کی طرف نکل جاتے ہیں۔ اور الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کا قرب حاصل کرتے ہیں یہ کہاں سے ثابت ہے یہ تو قطع تعلقی ہے۔ اس کا جواب سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ حدیث مہیا کرتی ہے، حضور کا عمل بتاتا ہے کہ ''کَانَ یَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاء'' کہ اگر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو حضرت خدیجہؓ کے گھر بھی عبادت کر سکتے تھے، اپنے دادا، یا اپنے کسی عزیز و اقارب کے گھر کا عبادت کیلئے انتخاب فرماتے اور وہیں اللہ تعالیٰ وحی فرماتا۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''کَانَ یَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءَ'' عبادت کیلئے رشتہ دار عزیز و اقارب کے گھروں کا وحی کے نزول سے پہلے انتخاب نہیں کیا۔ مثلاً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا، یا کسی اور کا۔ بلکہ پہاڑ کی چوٹی پر جا کر تنہائی اختیار کر کے اس کو پکارا، اس کی عبادت کی، جس پر حدیث شریف کے یہ الفاظ ''کَانَ یَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءَ فَیَتَحَنَّثُ فِیْهِ'' قیامت تک آنے والے عبادت گزاروں، اور صوفی بننے والوں کیلئے راہِ ہدایت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب وحی کی صورت میں ارشاد فرمایا۔ معلوم ہوا اگر آج بھی کوئی صوفیت اختیار کرنا چاہتا ہے، اللہ کا قُرب حاصل کرنا چاہتا ہے، ولی بننا چاہتا ہے، صوفی بننا چاہتا ہے، غوثیت کے مقام پر پہنچنا چاہتا ہے۔ تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کار کو اپنا لے اس کو بھی فیضانِ الٰہی سے حصہ ملتا چلا جائے گا۔

قرب تنہائی فضلِ الٰہی:

ثُمَّ حُبِّبَ اِلَیْہِ

1۔اس حدیث شریف میں صیغہ معروف(Active) ''حَبَّبَ'' (پسند کیا، محبت کی) استعمال نہیں کیا گیا۔ بلکہ صیغہ مجہول(Passive) ''حُبِّبَ''(محبوب بنا دیا گیا، محبت دل میں ڈال دی گئی) استعمال کیا گیا جو کہ اس طرف اشارہ ہے کہ تنہائی کی محبت کا پیدا ہو جانا، خلوت نشیں ہو جانا، گوشہ نشینی اختیار کر لینا اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کا فضل ہے۔

2۔یہ بھی پتہ چل گیا کہ جب نبی کریم ﷺ جیسی عظیم ذات جو تمام عظمتوں، کمالات، صفات، کے مالک ہو کر اور تمام نبیوں کے امام ہو کر ''قَاسِمْ و مُعْطِیْ'' ہو کر بھی اس کے فضل کے محتاج ہیں۔تو پھر ہم اور تم کہاں، ہمیں اور تمہیں تو اس کے فضل کی زیادہ ضرورت ہے۔

مراقبہ Meditation

Science اب اس بات کو تسلیم کر رہی ہے کہ جب اس مادی دنیا میں کسی شئے کے حصول کیلئے ارتکاز Meditation بے حد ضروری ہے تو پھر Metaphysics (مابعد طبعیات) کی دنیا کے اسرار و رموز وہاں کے معارف و حقائق بغیر ارتکاز کے کیسے حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ و یورپ میں باقاعدہ Meditation Centre (مراقبہ مرکز) قائم کئے جا رہے ہیں۔ اور وہاں لوگوں کو خاص طریقوں کے ساتھ مراقبہ کرنے کے طریقے اور اس کے فوائد بتائے جاتے ہیں۔جبکہ بدھ ازم والے تو اس کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ اور کئی محیر العقول کمالات دکھا کر لوگوں کو مبہوت کر دیتے ہیں بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ اب تو یہ باقاعدہ علم اور فن کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اعلیٰ پیمانہ پر Fees لیکر یہ علم پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے آپ کہیں گے کہ ایسا کہاں ہو رہا ہے؟ تو میں عرض کروں گا کہ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں حال ہی میں کراچی شہر میں ''ریکی''

کے نام سے ایک فن متعارف کرایا گیا ہے جس میں ارتکازِ ذہن اور مراقبے کے طریقے، اصول اور ان کے ذریعے سے بیماریوں سے نجات، دل کا اطمینان، سکون، پریشانیوں، کا حل بتایا اور سکھایا جاتا ہے۔ اور ہزروں میں فیس دے کر باہر کے سند یافتہ ڈاکٹر سے اس علم کو حاصل کرنے پر فخر کا اظہار کیا جاتا ہے۔ لیکن مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جس علم کو آج ہم ہزاروں روپے دے کر اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ "Modern Research" ثابت کر رہی ہے، یا Science اس کی تصدیق کر رہی ہے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت چودہ سو سال پہلے اس راز سے پردہ اٹھا رہی ہے۔ امام بخاریؒ علیہ نے بخاری شریف کا آغاز اس باب (Chapter) سے کیا ''کَیْفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم'' کہ رسول اللہ کی طرف وحی کا آغاز کیسے ہوا۔ اور اللہ نے اپنے حبیب کو اپنے رازوں سے کب مطلع فرمایا اور اس باب (Chapter) میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس حدیث مبارک کو ذکر کیا آپؓ فرماتی ہیں ''اَوَّلُ مَابُدِیَٔ بِہٖ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْوَحْیِ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃَ فِی النَّوْمِ'' (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز اچھے خواب سے ہوا)۔ پھر آپؓ فرماتی ہیں کہ ''ثُمَّ حُبِّبَ اِلَیْہِ الْخَلَاءُ'' (کہ تنہائی وخلوت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے محبوب بنا یا دیا گیا) ''وَکَانَ یَخْلُوْا بِغَارِ حِرَاءَ'' (آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں تنہا ہوتے) ''فَیَتَحَنَّثُ فِیْہِ'' (اور اس میں اپنے معبود کی عبادت کرتے) آگے چل کر آپ فرماتی ہیں کہ پھر ایک وقت ایسا آیا ''جَاءَ الْحَقُّ وَھُوَ فِیْ غَارِ حِرَاءَ'' (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں تھے اور آپ پر وحی نازل ہوگئی) یعنی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ یہ حدیثِ مبارکہ مراقبہ اور Concentration کی اہمیت تسلیم کرنے والوں کیلئے نہایت اہم ہے کہ جس مراقبہ اور ارتکاز کی اہمیت وفوائد کو وہ آج تسلیم کر رہے ہیں۔ مراقبہ اور ارتکاز ذہن کے اصول وضوابط مقرر کر رہے ہیں۔ اور حدیث پاک کے یہ جملے ''ثُمَّ حُبِّبَ اِلَیْہِ الْخَلَاءُ'' کہ تنہائی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے محبوب کر دیا گیا۔ حضورِ اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو سال پہلے اس

راز سے پردہ اُٹھا رہے ہیں کہ ابتداء میں ارتکاز کیلئے اہم ترین چیز تنہائی (Solitude) ہے۔ یہی وجہ ہے کے میرے آقاء علیہ الصلوٰۃ والسلام آسائش و آرام کے ہوتے ہوئے، گھر بار کے ہوتے ہوئے بھی "یَخْلُوْا بِغَارِ حِرَاءَ" کئی کئی دنوں تک غارِ حراء میں تنہاء رہتے۔ اس تنہائی میں کیا کرتے "فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ" دنیا سے الگ تھلگ ہو کر تنہائی میں اس کائنات کے تخلیق کرنے والے سے اپنے رابطے کو مضبوط کرتے، اس ذات سے اپنے تعلق کو قوی کرتے۔ جس کا نور کائنات کی ہر شئے میں جگ مگا رہا ہے۔ نتیجہ کیا نکلا "جَاءَ الْحَقُّ" (وحی نازل ہوگئی) یعنی ان اسرار و رموز سے واقف ہو گئے، اس حقیقت سے آشناء ہو گئے کہ جس کی طلب میں بڑے بڑے حکماء، فلاسفر، اور سائنسدان برسوں سے سرگرداں ہیں۔ اور یہ "Meditation" (مراقبہ) اور "Concentration" کا طریقہ صرف آغازِ وحی تک کیلئے نہ تھا بلکہ اپنی امت کو اس حقیقت سے آشناء کرنے کیلئے ہر رمضان المبارک میں اعتکاف فرماتے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللهُ، (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بُلا لیا) اصل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ سال بھر مادیت (Materialism) کے پیچھے دوڑنے کے بعد رمضان کے مہینے میں دس دن ایسے گزار لو کہ جس میں اپنے دل و دماغ کو دنیا کے تمام خیالات و تصورات سے ہٹا کر اس کائنات کے پیدا کرنے والے کی طرف مرکوز کر لو صرف اس ذات کی طرف (Concentrate) کر کے دیکھو تو تم بھی کائنات کے ایسے ان گنت اسرار و رموز سے واقف ہو جاؤ گے جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ

ابتدائے کلام رحمٰن کے نام سے

جبرائیل امین سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اپنی پوری طاقت کو صرف کرتے ہوئے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دبایا اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اِقْرَأْ'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھیں۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ''مَا اَنَا بِقَارِئٍ'' میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر دوسری مرتبہ بھی جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی انداز اختیار کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی جواب دیا ''مَا اَنَا بِقَارِئٍ'' آخر میں جبرائیل امین نے کہا! اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ''اس رب کے نام سے پڑھیں جس نے پیدا کیا تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھ دیا۔

نکتہ اس مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک آنے والے معلمین، اساتذہ، اور ہر وہ شخص جو کسی بھی فیلڈ سے منسلک ہو خواہ وہ ڈاکٹر ہو، انجینئر ہو، لیکچرار ہو، تمام لوگوں کو یہ پیغام دے دیا کہ تمہاری تعلیم میں، یا تمہارے کاموں میں برکت اسی وقت ہو گی جب تم اس تعلیم یا اس کام کی ابتداء اس پاک خالق و رب کے نام سے کرو گے کہ جس نے تمہیں پیدا کیا۔

عربی زبان کا قاعدہ

عربی علوم سے ناواقف کچھ لوگ ان الفاظ کا غلط ترجمہ کرتے ہیں۔ مثلاً ''مَا اَنَا بِقَارِئٍ'' کا ترجمہ کرتے ہیں کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ یعنی کہ اسم مفعول Objective Case کا ترجمہ کرتے ہیں لیکن ''قَارِئٍ'' اسم مفعول نہیں بلکہ اسم فاعل ہے۔ Subjective Case. جس طرح مَا اَنَا ضَارِبٌ، مَا اَنَا شَارِبٌ میں مارنے والا نہیں ہوں، میں پینے والا نہیں ہوں اسی طرح عرب والے کہتے ہیں کہ ''اَيْنَ ذَاهِبٌ'' کہاں جارہے ہو۔ یعنی اسم فاعل ذَاهِبٌ حالیہ معنیٰ پر دلالت کر رہا ہے تو معلوم ہوا کہ ''مَا اَنَا

بِقَارِئٍ" کا صحیح معنی یہ ہے کہ میں پڑھنے والا نہیں یا میں نہیں پڑھ رہا۔ یہ کہنا کہ میں پڑھا ہوا نہیں کسی بھی اعتبار سے درست نہیں۔

محسن ومربی کا خیال،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کے نام سے پڑھ کر اس طرف اشارہ کر دیا۔ اور امت کے اساتذہ وعلماء، مریدین، سالکین، اور طلباء کو ایک اہم پیغام دے دیا کہ جب بھی تم علومِ ظاہری میں کسی مقام پر پہنچو یا علومِ باطنی میں کسی مرتبے ومنصب پر فائز ہوتو اپنے شیخ، مربی، استاذ کو نہ بھولنا۔ کیونکہ آج تم جو کچھ بھی ہو اسی استاذ، محسن کا فیض اور صدقہ ہے۔

فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے پاس لوٹے اور حالت یہ تھی کہ آپ کا دل مبارک کانپ رہا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ وحی پہلی مرتبہ نازل ہو رہی تھی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ" کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑوں پر نازل کرتے تو وہ پاش پاش ہو جاتے اس قرآن کے خوف، ہیبت اور جلال سے۔ لیکن یہ قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال ہے کہ نزولِ وحی کو بھی برداشت کرتے ہیں اور اسی وحی کے فیض سے عالم کو بھی منور کرتے ہیں۔

مثالی بیوی کا کردار/عظمتِ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ

اس حدیثِ پاک سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اضطرار، پریشانی اور خوف کی حالت میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے پاس آئے تو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے فوراً آپ کی تکلیف و پریشانی کو محسوس کرتے ہوئے انتہائی محبت اور پیار بھرا انداز اپنایا۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ "فَقَالَ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چادر اڑھاؤ۔ مجھ پر کپڑا ڈالو۔ تو حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چادر ڈال دی یہاں تک کہ وہ خوف و کانپنے کی کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو گئی۔ اور پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے اپنے شوہر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پریشانی اور گفتگو سن کر ایسے تاریخ ساز، تسلی کے الفاظ سنائے کہ جن کو سن کر شوہر کو تو سکون آ ہی گیا۔ لیکن کمال یہ کہ آج بھی کوئی بے قرار ان کلمات کو پڑھتا ہے تو اس کی زندگی بھی سنورتی چلی جاتی ہے، اور بے قرار کو قرار آ جاتا ہے۔ وہ تسلی کے الفاظ یہ ہیں ''كَلَّا وَاللهِ مَا يُخْزِيْكَ اللهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِئ الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ، خدا کی قسم رب کائنات کبھی بھی آپ کو رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ رشتہ داریوں کو جوڑتے ہیں، اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اور لوگوں کو وہ کچھ عطا فرماتے ہیں جو ان کے پاس نہیں ہوتا، اور مہمان نوازی فرماتے ہیں، اور مدد کرتے ہیں راہِ حق کی سختیوں پر۔

ازدواجی تعلقات بہتر کرنے کا نسخہ/ مرد کے شانہ بشانہ

فقیر یہ سمجھتا ہے کہ آج کے دور میں گھروں کے اندر جو لڑائی جھگڑے ہو رہے ہیں، تلخیاں بڑھ رہی ہیں۔ Understanding نہیں ہو رہی آئے دن، ہر روز طلاق کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے۔ گھر ٹوٹ رہے ہیں تو اگر صرف اسی نکتے پر غور کر لیا جائے کہ اگر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بھی چاہتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پریشانی کے وقت اپنے مسائل رکھ دیتی۔ کیونکہ ایسی سہولیات و آسائش اس دور میں موجود نہ تھیں جو آج کی عورتوں کو میسر ہیں۔ چاہتیں تو مسائل کا انبار کھڑا کر دیتیں جیسے آج کے دور میں جب شوہر تھکا ماندہ باہر کی پریشانیاں لے کر گھر میں داخل ہوتا ہے تو بیویاں، ساس، نندوں کے جھگڑے اور اپنے مطالبات رکھنے میں ذرہ برابر دیر نہیں کرتیں۔ لیکن حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے اس موقع پر اپنے کسی مسئلے یا اپنی کسی پریشانی، تکلیف کو نہیں دیکھا بلکہ اپنے شوہر کی پریشانی و تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہوئے پہلے چادر اڑھا کر جسمانی سکون مہیا کیا۔ پھر تسلی کے تاریخ ساز

الفاظ ذکر کر کے ذہنی اور روحانی سکون مہیا کیا اور آخر میں صرف زبانی طریقے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی قدم اٹھاتے ہوئے اس وقت کے تجربہ کار اور دانا شخص ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں کہ میرے شوہر کو سکون اور قرار مل جائے، ان کی پریشانی دور ہوجائے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کا اپنے شوہر کے ساتھ یہ رویہ اور اندازِ محبت آج کی Modern بیویوں، اور عورتوں کیلئے نمونہ اور راہِ ہدایت ہے۔ اور مرد کے شانہ بشانہ چلنے والی عورتوں کیلئے عظیم پیغام ہے کہ ایک بار اسی انداز میں اپنے مرد کے شانہ بشانہ چلو Method کو اپنا کر دیکھو گھر گل گلزار اور جنت بنتے چلے جائیں گے۔

عورت کا مقام

آج امریکہ و یورپ اور مغرب سے متاثر لوگ مسلمانوں اور اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام عورت کو مقام نہیں دیتا، مرد کو اہمیت دیتا ہے۔ مرد عورت کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ اگر وہ لوگ اس حدیثِ پاک کا مطالعہ کرلیں اور الفاظ پر غور کریں تو وہ اسلام کے گرویدہ بنتے چلے جائیں گے۔ کیونکہ جب نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ نے اعلیٰ بیویوں والا رویہ، طریقہ اختیار کیا تو نبی کریم ﷺ نے ''أَخْبَرَهَا الْخَبَرَ'' کہہ کر یعنی وحی کے رازوں میں ہمراز بنا کر عورت کو وہ مقام و مرتبہ عطاء کر دیا ہے کہ جس پر مرد بھی ششسدر و حیران ہیں۔

اہم امور میں عقلمند بیویوں سے مشاورت کرنا

اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ عورت کم عقل، بیوقوف ہوتی ہے۔ عورت کو اہمیت نہیں دیتے اور وہ کہتے ہیں کہ عورت اس قابل نہیں کہ اس سے مشاورت کی جائے۔ تو یہ حدیث ان لوگوں کی سوچ اور ذہنیت کا رد کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات کائنات میں سب سے عقلمند و دانا ہونے کے باوجود کہ جس کی عقلمندی و دانائی کو غیر مسلم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ وحی کے نزول کے موقع پر، یعنی اس موقع پر جب دین اور

دنیا کا سب سے اہم ترین منصب دیا جا رہا ہے۔ اگر کسی سے مشورہ کرتے ہیں، کسی کو ہمراز بناتے ہیں، تو وہ کوئی مرد نہیں بلکہ وہ ایک عورت یعنی خدیجۃ الکبریٰ ؓ کی ذات ہے۔

خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ'' کے الفاظ ارشاد فرمائے۔ خوف سے مراد کون سا خوف ہے۔ اس کے بارے میں بارہ (۱۲) قول ہیں۔ کچھ نے کہا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنون کا خوف تھا کہ میں کہیں مجنون نہ ہو جاؤں۔ اور کچھ نے کہا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موت کا خوف تھا۔ لیکن فقیر کی نظر میں خوف سے مراد ذمہ داری کا خوف ہے کہ یہ جو اتنی بڑی ذمہ داری دی جا رہی ہے یہ میں کس طرح پوری کروں گا اور اس امانت کو امت تک کیسے پہنچاؤں گا۔ جب کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے الفاظ بھی اسی جواب اور اسی بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ ''لَا یُخْزِیْكَ اللّٰهُ اَبَدًا'' اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا یعنی رسوائی وہاں ہوتی ہے جہاں ذمہ داری نہ نبھائی جا سکے۔ تو لہٰذا اس مقام پر خوف سے مراد ذمے داری کا خوف ہے۔

ذمہ داری کا احساس

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ پیغام بھی دے دیا ''خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ'' مجھے خوف ہے کہ اگر تمہیں کوئی معزز و مکرم، اہم شخصیت کوئی ذمہ داری سپرد کرے، کوئی کام سونپے۔ مثلاً: کسی کو ملک چلانے کا، ادارہ سنبھالنے کا، آفس وغیرہ کا تو ذمہ داری کا احساس کرنا چاہئے۔ کیونکہ ذمہ داری کا احساس کرنا ذاتِ حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جملہ قیامت تک کے آنے والے لوگوں کیلئے مشعل راہ ہے یعنی راہِ ہدایت ہے۔

☆ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو پانچ خصوصیات ذکر کیں ان میں سے۔

پہلی خصوصیت

اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ۔ بے شک آپ رشتہ داری کو جوڑتے ہیں۔ یہ الفاظ ان لوگوں کیلئے باعثِ تنبیہ ہیں جو قریبی رشتہ دار یعنی ماں، باپ، بہن، بھائی وغیرہ سے قطع تعلقی کر لیتے ہیں، اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ساری ساری زندگی نہیں بولتے، چھوڑ دیتے ہیں یہ نہ بولنا، چھوڑ دینا، قطع تعلقی کرنا تو دور کی بات ہے لیکن میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو عام رشتہ داری کی بات کر رہے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَهُ اللهُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللهُ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ ؓ فرماتی ہیں کہ صلہ رحمی لٹکی ہوئی ہوگی عرش کے ساتھ اور کہے گی جو مجھ سے جڑا اسے اللہ جوڑے اور جس نے مجھ سے قطع تعلقی کی اللہ اس سے قطع تعلق ہو۔

وَعَنْ جُبَيْرِبْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ (متفق علیہ)

حضرت جبیر بن مطعم سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں داخل ہوگا جنت میں قطع تعلقی کرنے والا

دوسری خصوصیت

''وَتَحْمِلُ الْكَلَّ'' ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں، مسکینوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جو لوگ دنیا پر، زمین پر بوجھ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنا بوجھ بنا لیتے ہیں۔ یعنی ان کی کفالت کرتے ہیں، ان کا خیال رکھتے ہیں۔ جنہیں لوگ دھکے دیتے ہیں، پاس نہیں بیٹھنے دیتے، بات کرنا پسند نہیں کرتے۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بھی اپنے پاس بٹھاتے ہیں، سینے سے لگاتے ہیں۔

روایت میں آتا ہے کہ ایک دن سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ سے گفتگو فرما رہے رہے تھے۔ اور صحابہ سن رہے تھے۔ اسی اثناء میں مدینے کی گلیوں میں گھومنے والی ایک عورت آتی ہے۔ اور درمیانِ گفتگو کہتی ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بات سنیں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا بات ہے۔ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ اور ایک درخت کے نیچے بٹھا کر اپنا حال سنانے لگتی ہے۔ اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا حال سن رہے ہیں۔ حالانکہ لوگ اس سے دور رہتے تھے، اس کی بات کوئی نہ سنتا تھا کہ یہ تو پاگل ہے۔ ایسے ہی کچھ بھی بولتی رہتی ہے، مجنون ہے۔ لیکن میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا بھی خیال رکھا جس کا کوئی نہیں، جس کی کوئی نہیں سنتا تھا اس کی بھی سن کر یہ درس دے دیا، یہ ثابت کر دیا کہ جس کا کوئی نہیں اس کا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

جن کا بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں والی
اس کو بھی میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سینے سے لگاتے ہیں

تیسری خصوصیت

تُکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ　　اس کے دو معنیٰ ہیں۔

1۔ معدوم بمعنیٰ عاجز۔ ایسا آدمی جو کمانے کے قابل نہ ہو اب اس عبارت کا معنیٰ یہ ہوا کہ جو شخص عاجز و کمزور ہوتا، کما نہیں سکتا تھا۔ تو میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کیلئے کماتے بھی تھے، اور اس کو کھلاتے بھی تھے، اور اس کے گھر بار کا خرچ بھی اٹھاتے۔

2:۔ معدوم بمعنیٰ نہ ہونا۔ یعنی اگر کوئی شخص سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی شئے طلب کرتا جو موجود نہ ہوتی، یا دوسرا کوئی دینے کی طاقت نہ رکھتا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بھی عطا فرما دیا کرتے تھے۔

مثلاً

1۔ عَنْ رَبِيْعَةَ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَاَتَيْتُهُ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِيْ سَلْ قُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِى الْجَنَّةِ قَالَ اَوْغَيْرَ ذَالِكَ قُلْتُ هُوَذَاكَ

قَالَ فَأَعِنِّيْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔

(صحیح مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، باب السجود)

ترجمہ:۔ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں رات کو حاضر رہتا تھا۔ ایک رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے وضو کا پانی اور دیگر ضروریات لے کر حاضر ہوا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت میں آپ کی سنگت مانگتا ہوں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے علاوہ اور بھی کچھ چاہیے؟ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری مراد بس یہی ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جان پر سجدوں کی زیادتی سے میری مدد کر)

☆: جنت ایک ایسی شئے ہے کہ کسی صدر کے پاس چلے جاؤ، ڈاکٹر، انجینئر، فلاسفر، سیاستدان، سائنسدان الغرض کسی کے پاس بھی چلے جاؤ حتیٰ کہ دنیا کا کوئی بھی شخص ہو وہ جنت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اس کے بس میں نہیں لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت بھی عطا کر دی۔ اور یہ بھی فرمایا ''اَوْ غَيْرَ ذَالِكَ'' کہ اس کے علاوہ بھی کچھ چاہیے تو مانگو۔ تو لہٰذا اس بات سے پتہ چلا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بھی عطاء کر سکتے ہیں جو کسی اور کے بس میں نہ ہو۔

2۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَجَائَهُ رَجُلٌ اِلَی النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ عَلَيَّ وَلَمْ يَسْئَلْهُ عَنْهُ قَالَ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰی مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَلَمَّا قَضَی النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَامَ اِلَيْهِ الرَّجُلُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللهِ اَلَيْسَ قَدْ صَلَّيْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ ذَنْبَكَ اَوْ قَالَ حَدَّكَ

ترجمہ:

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

بارگاہ میں حاضر تھا کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے گناہ ہو گیا ہے مجھے سزا دیجئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا یا اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ نماز کا وقت ہو گیا اس شخص نے نماز پڑھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ۔ پس جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو وہ شخص پھر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے مجھے سزا دیجئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ تو اس نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ معاف فرما دیئے یا تمہاری حد معاف فرما دی۔

☆: بخاری و مسلم کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار سجا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اتنے میں "جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم" بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک شخص آیا اور بلند آواز سے کہنے لگا کہ "اِنِّيْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ عَلَيَّ" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے بہت بڑا جرم ہو گیا ہے، میں نے بہت بڑا گناہ کر لیا ہے۔ مجھے اس کی سزا دیجئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے "حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ" نماز کا وقت ہو گیا۔ جتنے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین، محبین، تھے تمام کے تمام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے صفیں باندھ کر اپنے مالک کے حضور کھڑے ہو گئے۔ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ختم کی، سلام پھیرا تو وہ شخص پھر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ "اِنِّيْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ عَلَيَّ" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے بہت بڑا جرم ہو گیا ہے، میں نے بہت بڑا گناہ کر لیا ہے، مجھے اس کی سزا دیجئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ "اَلَيْسَ قَدْ صَلَّيْتَ مَعَنَا" کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ تو اس نے عرض کی کہ "نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ابھی تو میں آپ کے ساتھ

حاضر تھا! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "إِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ ذَنْبَكَ" بے شک اللہ نے تمہارے گناہ بخش دیئے۔

نتیجہ

گناہ ایک ایسی شئی ہے کہ جس کے بارے میں کوئی گارنٹی سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ تمہارے گناہ معاف ہو گئے۔ لیکن سرکار ﷺ نے فرمایا کہ جا اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ بخش دیئے۔ یعنی وہ شے عطا کردی جو کسی اور کے در سے نہ مل سکتی تھی۔

چوتھی خصوصیت

"تَقْرِئُ الضَّيْفَ" کہ آپ ﷺ مہمان نوازی فرماتے ہیں یعنی مہمان کو کھانا کھلاتے ہیں۔

حدیث: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ مہمان کی عزت وتکریم کرے۔ یعنی اس کی خدمت کرے، اسے کھانا کھلائے۔

پانچویں خصوصیت

وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ اور آپ ﷺ راہ حق کی سختیوں پر مدد کرتے ہیں۔

حدیث: وَاللهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَاكَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد کرتا رہے۔

کامیابی کا نسخہ

اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ذلیل ورسوا نہ ہو، لوگ اس کا ادب و احترام کریں۔ وہ لوگوں کے سامنے عزت حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ حضور اکرم ﷺ کی

ان پانچ صفات پر عمل کرے، جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ نے بیان کیں تو دنیا میں وہ شخص کبھی رسوا نہیں ہوگا کیونکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ نے قسم کھا کر کہا کہ ''وَاللّٰہِ مَایُخْزِیْكَ اللّٰهُ اَبَدًا'' تو لہٰذا ان صفات پر عمل کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ بلکہ عزت و مرتبہ عطا کرے گا۔

انسانی حقوق

انسانی حقوق کا علمبردار بننا ہے تو سرکار ﷺ کی اس حدیث پر عمل کرو! کہ جس میں نبی کریم ﷺ کی تمام وہ صفات ذکر کی گئیں، وہ Qualities بیان کی گئیں جن کا تعلق انسانی حقوق کے ساتھ، ان کے تحفظ کے ساتھ ہے۔ کیا آج کے نام نہاد انسانی حقوق کے علمدار اہل مغرب امریکہ، اور یورپ والے مذکورہ تحفظ حقوق انسانی کے اصول وضوابط میں سے کسی ایک پر بھی عمل کر رہے ہیں؟ یہ لمحہ فکریہ بھی ہے اور دعوت فکر بھی۔

اہل خبر سے مشورہ لینا

ہر وہ شخص جو اپنی فیلڈ کے اندر تجربہ رکھتا ہے۔ خواہ وہ ڈاکٹر ہو، انجینئر ہو، سائنسدان ہو، اسکالر ہو، مفتی ہو، عالم ہو، اس سے، مشورہ کرنا چاہئے کیونکہ تجربہ کار شخص سے مشورہ کرنا حضور اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ نیز یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو جس فن میں اور علم میں ماہر ہو اسی فن اور علم سے متعلق اس سے مسئلہ دریافت کرنا چاہئے۔ اگر صحت کے متعلق کوئی مسئلہ ہے تو ہمیں حکیم یا ڈاکٹر کے پاس جانا چاہئے۔ کوئی قانونی اعتبار سے پریشانی ہے تو وکیل سے رجوع کرنا چاہئے۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی دین کے، مذہب کے متعلق کوئی مسئلہ، یا کوئی سوال ہے تو گانے بجانے والوں یا اداکاری کرنے والوں سے نہیں پوچھنا چاہئے۔ بلکہ اس مسئلے کا حل تعلم رکھنے والے علماء اور مفتیان کرام سے معلوم کرنا چاہئے ورنہ دین کا وہی حال ہوگا جو آج ہو رہا ہے۔

الحدیث الخامس

حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اَبِیْ عَائِشَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ ابْنُ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی (لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ) (القیامہ:۱۶) قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِیْلِ شِدَّةً وَکَانَ مِمَّا یُحَرِّكُ شَفَتَیْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَاَنَا اُحَرِّکُهُمَا لَكَ کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُحَرِّکُهُمَا وَقَالَ سَعِیْدٌ اَنَا اُحَرِّکُهُمَا کَمَا رَاَیْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما یُحَرِّکُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَیْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ۔ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ، قَالَ جَمْعَهٗ لَكَ صَدْرُكَ وَتَقْرَاَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهٗ وَاَنْصِتْ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا اَنْ تَقْرَاَهٗ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ اِذَا اَتَاهُ جِبْرَائِیْلُ اِسْتَمَعَ فَاِذَا انْطَلَقَ جِبْرَئِیْلُ قَرَاَهُ النَّبِیُّ ﷺ کَمَا قَرَاَهٗ

حدیث بیان کی ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعوانہ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی موسیٰ بن ابی عائشہ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی سعید بن جبیرؓ نے عبداللہ ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں۔ نہ حرکت دیں آپ ﷺ اپنی زبان مبارک کو اتنی جلدی۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سخت مشقت محسوس کرتے قرآن کے نزول کے وقت اور یہ مشقت ہونٹوں کو حرکت دینے کی وجہ سے تھی پس فرمایا ابن عباسؓ نے کہ بیشک میں ان دونوں ہونٹوں کو حرکت دیتا ہوں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ ان دونوں کو حرکت دیتے تھے اور کہا سعید نے کہ میں دونوں ہونٹوں کو حرکت دیتا ہوں جیسے میں نے دیکھا ابن عباسؓ کو دونوں ہونٹوں کو حرکت دیتے ہوئے پس اس نے حرکت دی اپنے دونوں ہونٹوں کو پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی یہ آیت ''نہ حرکت دو اپنی زبان کو اتنی جلدی۔ کہ بے شک ہم پر ہے اس قرآن کا جمع کرنا اور

پڑھانا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کو پڑھانا اور آپ ﷺ کے سینے میں جمع کرنا ہم پر ہے۔ پس جب پڑھ چکے جبرائیل تو پیروی کریں اس پڑھے ہوئے کی، ابن عباس نے کہا کہ آپ اسے غور سے سنیں اور خاموش رہیں پھر بیشک ہم پر ہے اس کے معانی کا بیان، پس ہم پر ہے آپ کو پڑھانا۔ پس رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کے بعد جب آتے جبرائیل تو آپ ﷺ غور سے سنتے پھر جب چلے جاتے جبرائیل علیہ السلام تو نبی کریم ﷺ اس کو پڑھتے تھے جیسا اسے جبرائیل نے پڑھا ہوتا۔

تدریس کے اصول/Practical کی اہمیت

فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُحَرِّكُهُمَا

اس حدیثِ پاک سے پتہ چلتا ہے کہ پریکٹیکل کی کتنی اہمیت ہے۔ اس تصور کی بنیاد اسلام فراہم کر رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہونٹ ہلا کر جلدی کی تشریح پریکٹیکل کے ذریعے بتا رہے ہیں اور اسی طریقہ تدریس کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنا رہے ہیں اور اپنے اگلے ساتھی سعید بن جبیر کو Practical کر کے سکھاتے ہیں۔ اور پھر اسی Way of Teaching کو سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بھی اپنا رہے ہیں یورپین، امریکن آج یہ بات Show کرتے ہیں کہ جدید دنیا نے اس طریقے کو بیان کیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ یورپین اور امریکن کی ایجاد نہیں بلکہ چودہ سو سال پہلے یہ Concept رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو دیا۔ یہ بنیادی سوچ اسلام کی تھی۔ صحابہ نے اسے Follow کیا Apply کیا اور یہ درس دے دیا کہ تمثیلِ فعلی کے ذریعے پڑھانے میں زیادہ فوائد مضمر ہیں۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ / عظمتِ مصطفیٰ ﷺ

ہمارے معاشرے میں اگر شاگرد سبق جلدی یاد نہیں کرتا تو استاذ ناراض ہو جاتا ہے۔ اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے۔ حضور پُرنور ﷺ کی شان ہی نرالی ہے جلدی کرتے ہیں کہ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے امت تک پہنچانی ہے۔ لیکن رب فرماتا ہے کہ محبوب

آپ جلدی نہ کریں۔ محبوب جلدی کرتا ہے لیکن رب کو اپنے محبوب کی اتنی تکلیف بھی گوارہ نہیں۔ رب فرماتا ہے "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ)" کہ اے محبوب ﷺ اپنی زبانِ مبارک کو جلدی حرکت نہ دیں بے شک ہم پر ہے اس کا جمع کرنا اور پڑھانا۔

الحدیث السادس

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُس وَ مَعْمَرٌ نَحْوَهٗ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَجْوَدَ النَّاسِ وَ كَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ

حدیث بیان کی ہمیں عبدان نے وہ کہتے ہیں خبر دی ہمیں عبداللہ نے وہ کہتے ہیں خبر دی ہمیں یونس نے زہری سے اور حدیث بیان کی ہمیں بشر بن محمد نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا عبداللہ وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہمیں یونس نے اور معمر نے اسی کی مثل زہری سے وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی عبیداللہ بن عبداللہ نے ابن عباسؓ سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے لوگوں میں اور آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی ہوتے رمضان میں اس وقت جب آپ ﷺ سے ملاقات کرتے جبرائیلؑ اور وہ ملتے آپ ﷺ سے ہر رات رمضان کی میں پس دور کرتے قرآن مجید کا بیشک رسول اللہ ﷺ زیادہ سخی تھے خیر میں، ریح مرسلۃ سے۔

رمضان میں سخاوت کا بڑھ جانا

رمضان کریم وہ مہینہ ہے کہ جس میں مومنوں کے رزق میں اضافہ ہو جاتا ہے غریب

مسکین، یتیم جو سارا سارا سال نہیں کھا سکتے لیکن جونہی رمضان کا مہینہ آتا ہے تو وہ خود بھی کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں۔

اَجْوَدُ النَّاسِ، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کے کئی گوشے

ا۔ایک شخص سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کچھ مانگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بہت ساری بکریاں عطاء فرمادی جب وہ اپنی قوم کے پاس آیا تو اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ کیونکہ یہ ایسی ذات ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے عطاء کی تنگی نہیں ہوسکتی۔

2۔ایک شخص سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کپڑا مانگا تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ہی کپڑا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے وہ عطاء فرما دیا۔اور ہمارا حال یہ ہے کہ اگر ہم سے کوئی بندہ کوئی چیز مانگے اور ہمارے پاس وہ ایک ہی چیز ہو تو ہم کہیں گے کہ بھائی ہمارے پاس تو ہے ہی ایک یہ ہم تمہیں کیسے دیدیں۔لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس نے جو کچھ مانگا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے وہ عطاء فرما دیا۔

اقتصادی اعتبار سے بھی سخاوت ضروری ہے

(Ecnomics) معاشیات کے نکتۂ نظر سے اگر شئے پہلے ہی وافر مقدار میں ہے۔ اور لوگوں تک صحیح انداز میں تقسیم Supply نہ کی جائے Distribute نہ کی جائے تو اشیاء خراب ہو جائیں گی۔اور دوسری طرف اشیاءؑ کا بحران آجائے گا اور مہنگائی بڑھ جائے گی جیسے چینی ہمارے ہاں بڑے بڑے بیوروکریٹس، بڑے بڑے تاجر جنہوں نے ذخیرہ کر لی جس کی وجہ سے لوگوں تک نہیں پہنچ پائی۔تو مہنگائی بڑھ گئی تو بالکل اسی طرح رمضان میں خالق ورازق کی طرف سے رزق کی پیداوار بڑھ گئی تو اس کی سپلائی بھی بڑھ جانی چاہیے۔ اگر ہم اس کو روک لیں، اور اس کو خرچ نہ کریں۔تو پھر ایک تو شئے کے خراب ہونے، اور

دوسرا بحران کا خطرہ ہے۔ لہٰذا اس معاشی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے رمضان کے مہینے میں جو شخص سخاوت نہیں کرتا، خرچ نہیں کرتا، تو وہ اپنے Resources ضائع کر رہا ہے۔ Utiliz نہیں کر رہا۔ جس کی وجہ سے وہ عوام میں بحران پیدا کر رہا ہے۔ لہٰذا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں مزید سخاوت کا مظاہرہ کر کے ہماری معاشیات کو، Economic کو مضبوط کر دیا۔

بابرکت دنوں میں صالحین سے ملاقات وزیارت کرنا

''وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ'' (حضرت جبرائیل رمضان کی ہر رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرنے آتے تھے) اس عبارت سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ جب برکت والے دن آئیں۔ مثلاً: محرم الحرام، ربیع الاول، ذی الحج وغیرہ تو ان برکت والے دنوں غیں مبارک دنوں میں صالحین سے نیک بندوں سے ملنا، ان کی زیارت کرنا، ان کی صحبت اختیار کرنا بدعت نہیں بلکہ سنتِ جبرائیل امین ہے۔

علم کو یاد کرنے کا بہترین طریقہ، موقع

کوئی بھی شخص قرآن، حدیث، فقہ، دینی علوم یا دنیاوی علوم، میڈیکل، انجینئرنگ وغیرہ کا علم سمجھنا چاہتا ہے یا یاد کرنا چاہتا ہے۔ اپنے سینے میں محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لیے بہترین وقت اور موقع رمضان کریم کا موقع ہے کیونکہ ''يُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ'' کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اس ماہ میں بھوکا رہنے کی وجہ سے مادی کثافتیں ختم ہو جاتی ہیں اور روحانی لطافتیں بڑھ جاتی ہیں جس کی وجہ سے دماغ میں اشیاء کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت بھی زیادہ ہو جاتی ہے جس کی تصدیق آج کی "Modern "Science کر رہی ہے نیز یہ نکتہ بھی یہاں سے مستنبط ہوتا ہے کہ اگر یہی صلاحیت دماغ کی عام دنوں میں پیدا کرنی مقصود ہو تو روزہ رکھنا شروع کر دو۔ یہی فوائد سال کے جس مہینہ اور دن میں چاہو گے

حاصل کرلو گے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کریم کے مہینے کا انتخاب کر کے امت کو Study اور یاد کرنے کے اصول بیان کر دیئے۔

یاد کی مشقت اٹھانا

دنیا کا دستور ہے کہ طالبِ علم یاد کی مشقت، تکلیف اٹھاتا ہے تو علم آتا ہے۔ ورنہ نہیں خواہ اس کا باپ کروڑ پتی کیوں نہ ہو، اس کے منہ میں سونے کا نوالا کیوں نہ ہو یاد کی تکلیف اٹھائے گا تو علم آئے گا۔ اور یاد کی مشقت اٹھا کر بھی علم کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ کنارہ پر ہی کھڑا ہوتا ہے۔

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عجیب ہے کہ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یاد کی تکلیف اٹھانا چاہتے ہیں۔ یعنی جلدی پڑھتے ہیں کہ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے، امت تک پہنچانی ہے۔ لیکن رب کو یاد کی مشقت گوارہ نہیں۔ فرمایا ''اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ'' (الآیۃ) کہ محبوب ہم پر ہے یاد کروانا اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ ''سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤى (الآیۃ)'' کہ محبوب ہم آپ کو ایسا پڑھائیں گے کہ آپ کبھی نہیں بھولیں گے۔

الحدیث السابع

حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ هِرَقْلَ اَرْسَلَ اِلَيْهِ فِيْ رَكْبٍ مِّنْ قُرَيْشٍ وَكَانُوْا تُجَّارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَادَّ فِيْهَا اَبَا سُفْيَانَ وَكُفَّارَ قُرَيْشٍ فَاَتَوْهُ وَهُمْ بِاِيْلِيَاءَ فَدَعَاهُمْ فِيْ مَجْلِسِهٖ وَحَوْلَهٗ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا تَرْجُمَانَهٗ فَقَالَ اَيُّكُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا بِهٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقُلْتُ اَنَا اَقْرَبُهُمْ نَسَبًا فَقَالَ اَدْنُوْهُ مِنِّيْ

وَقَرِّبُوْا اَصْحَابَهٗ فَاجْعَلُوْهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهٖ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَّهُمْ اِنِّیْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ
هٰذَا الرَّجُلِ فَاِنْ كَذَبَنِیْ فَكَذِّبُوْهُ فَوَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ اَنْ يَّاْثِرُوْا عَلَیَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ
عَنْهُ ثُمَّ كَانَ اَوَّلُ مَا سَاَلَنِیْ عَنْهُ اَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهٗ فِيْكُمْ؟ قُلْتُ هُوَ فِيْنَا ذُوْ نَسَبٍ
قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ اَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهٗ؟ قُلْتُ: لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهٖ مِنْ
مَّلِكٍ؟ قُلْتُ لَا "قَالَ فَاَشْرَافُ النَّاسِ اِتَّبَعُوْهُ اَمْ ضُعَفَائُهُمْ؟ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَائُهُمْ"
قَالَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ؟ قُلْتُ بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ سَخْطَةً لِّدِيْنِهٖ
بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ؟ قُلْتُ: لَا قَالَ: فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا
قَالَ؟ قُلْتُ؟ لَا' قَالَ: فَهَلْ يَغْدِرُ؟ قُلْتُ: لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِیْ مُدَّةٍ لَا نَدْرِیْ مَا هُوَ فَاعِلٌ
فِيْهَا قَالَ: وَلَمْ تُمْكِنِّیْ كَلِمَةٌ اُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا غَيْرُ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ۔ قَالَ: فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ؟
قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ؟ قُلْتُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ فِیْ نَسَبِ قَوْمِهَا
وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَالَ اَحَدٌ مِنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ سِجَالٌ يَّنَالُ مِنَّا وَنَنَالُ مِنْهُ قَالَ: مَاذَا
يَاْمُرُكُمْ؟ قُلْتُ يَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَاؤُكُمْ
وَيَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ۔ فَقَالَ: لِلتَّرْجُمَانِ قُلْ: لَهٗ سَاَلْتُكَ عَنْ
نَسَبِهٖ فَذَكَرْتَ اَنَّهٗ فِيْكُمْ ذُوْنَسَبٍ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا۔ قُلْتُ لَوْكَانَ
اَحَدٌ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهٗ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَّاْتَسِیْ بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهٗ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ
اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا فَقُلْتُ فَلَوْكَانَ مِنْ آبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَّطْلُبُ
مُلْكَ اَبِيْهِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ؟ فَذَكَرْتَ اَنْ
لَا فَقَدْ اَعْرِفُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ، وَسَاَلْتُكَ
اَشْرَافُ النَّاسِ اِتَّبَعُوْهُ اَمْ ضُعَفَائُهُمْ فَذَكَرْتَ اَنَّ ضُعَفَائَهُمْ اِتَّبَعُوْهُ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ
وَسَاَلْتُكَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ؟ فَذَكَرْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ اَمْرُ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ
وَسَاَلْتُكَ اَيَرْتَدُّ اَحَدٌ سُخْطَةً لِّدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ؟ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ

الْاِیْمَانُ حِیْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ وَسَأَلْتُكَ هَلْ یَغْدِرُ؟ فَذَكَرْتَ اَنْ لَا وَكَذٰلِكَ
الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ بِمَا یَأْمُرُكُمْ؟ فَذَكَرْتَ اَنَّهُ یَأْمُرُكُمْ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا
تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّیَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَیَأْمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ
فَاِنْ كَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَسَیَمْلِكُ وَلَمْ اَكُنْ اَظُنُّ اَنَّهُ مِنْكُمْ فَلَوْ اَنِّیْ اَعْلَمُ اَنِّیْ اَخْلُصُ اِلَیْهِ
لَتَجَشَّمْتُ لِقَائَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَیْهِ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صلی اللہ علیہ وسلم الَّذِیْ بَعَثَ بِهٖ مَعَ دِحْیَةِ الْكَلْبِیِّ اِلٰی عَظِیْمِ بُصْرٰی فَدَفَعَهُ عَظِیْمُ بُصْرٰی اِلٰی
هِرَقْلَ فَقَرَأَهُ فَاِذَا فِیْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰی هِرَقْلَ
عَظِیْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدِعَایَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ
تَسْلَمْ یُؤْتِیْكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَیْنِ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْكَ اِثْمَ الْیَرِیْسِیِّیْنَ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ
تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّلَا یَتَّخِذَ
بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ قَالَ
اَبُوْسُفْیَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ فَارْتَفَعَتِ
الْاَصْوَاتُ وَاُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِاَصْحَابِیْ حِیْنَ اُخْرِجْنَا لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِیْ كَبْشَةَ اِنَّهُ
یَخَافُهُ مَلِكُ بَنِی الْاَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا اَنَّهُ سَیَظْهَرُ حَتّٰی اَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَیَّ الْاِسْلَامَ وَكَانَ
ابْنُ النَّاطُوْرِ صَاحِبُ اِیْلِیَاءَ هِرَقْلَ سُقُفًّا عَلٰی نَصَارَی الشَّامِ یُحَدِّثُ اَنَّ هِرَقْلَ حِیْنَ
قَدِمَ اِیْلِیَاءَ اَصْبَحَ یَوْمًا خَبِیْثَ النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهٖ قَدِ اسْتَنْكَرْنَا هَیْئَتَكَ
قَالَ ابْنُ النَّاطُوْرِ وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَّاءً یَنْظُرُ فِی النُّجُوْمِ فَقَالَ لَهُمْ حِیْنَ سَاَلُوْهُ اِنِّیْ رَاَیْتُ
اللَّیْلَةَ حِیْنَ نَظَرْتُ فِی النُّجُوْمِ مَلِكُ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ یَخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ
قَالُوْا لَیْسَ یَخْتَتِنُ اِلَّا الْیَهُوْدُ فَلَا یُهِمَّنَّكَ شَاْنُهُمْ وَاكْتُبْ اِلٰی مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَلْیَقْتُلُوْا
مَنْ فِیْهِمْ مِنَ الْیَهُوْدِ فَبَیْنَاهُمْ عَلٰی اَمْرِهِمْ اُتِیَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ اَرْسَلَ بِهٖ مَلِكُ غَسَّانَ
یُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ: اذْهَبُوْا فَانْظُرُوْا اَمُخْتَتِنٌ

هُوَ اَمْ لَا: فَنَظَرُوْا اِلَيْهِ فَحَدَّثُوْهُ اَنَّهٗ مُخْتَتِنٌ وَسَاَلَهٗ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُوْنَ فَقَالَ هِرَقْلُ هٰذَا مَلِكُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ اِلٰى صَاحِبٍ لَّهٗ بِرُوْمِيَّةَ وَكَانَ نَظِيْرَهٗ فِي الْعِلْمِ وَسَارَ هِرَقْلُ فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتّٰى اَتَاهُ كِتَابٌ مِنْ صَاحِبِهٖ يُوَافِقُ رَاْيَ هِرَقْلَ عَلٰى خُرُوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَنَّهٗ نَبِيٌّ فَاَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّوْمِ فِيْ دَسْكَرَةٍ لَّهٗ بِحِمْصَ ثُمَّ اَمَرَ بِاَبْوَابِهَا فَغُلِّقَتْ ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ هَلْ لَّكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَاَنْ يَّثْبُتَ مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوْا هٰذَا النَّبِيَّ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ اِلَى الْاَبْوَابِ فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَلَمَّا رَاٰى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ وَاَيِسَ مِنَ الْاِيْمَانِ قَالَ رُدُّوْهُمْ عَلَيَّ وَقَالَ اِنِّيْ قُلْتُ مَقَالَتِيْ اٰنِفًا اَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ فَقَدْ رَاَيْتُ فَسَجَدُوْا لَهٗ وَرَضُوْا عَنْهُ فَكَانَ ذٰلِكَ اٰخِرَ شَاْنِ هِرَقْلَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ وَيُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ

حدیث بیان کی ہمیں ابوالیمان حاکم بن نافع نے وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہمیں شعیب نے زُہری سے وہ کہتے ہیں کہ خبر دی مجھے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ نے کہ بے شک عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک ابوسفیان بن حرب نے خبر دی کہ ان کو ہرقل نے بلایا قریش کی ایک جماعت کے ساتھ۔ جب وہ تجارت کیلئے شام گئے ہوئے تھے اس زمانہ میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح فرما رکھی تھی ابوسفیان اور قریش سے پس وہ آئے ہرقل کے پاس اور وہ ایلیاء (بیت المقدس) میں تھا ان کو بلایا ہرقل نے اپنی مجلس میں اور اس کے ارد گرد روم کے رؤسا موجود تھے۔ اس نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلایا پھر کہا تم میں سے کس کا نسب زیادہ قریب ہے اس شخص کے جو کہتا ہے بیشک میں نبی ہوں۔ ابوسفیان نے کہا سب سے زیادہ میں قریب ہوں نسب میں ان سے تو ہرقل بادشاہ نے کہا اس (ابوسفیان) کو میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو بھی قریب کرو! پس اس کے ساتھیوں کو اس کی پیٹھ کے پیچھے بٹھا دو!۔ پھر کہا اپنے ترجمان سے کہ میں سوال کرتا

ہوں اس (ابوسفیان) سے اس شخص کے بارے میں۔ پس اگر یہ میرے ساتھ غلط بیانی کرے تو تم اس کی تکذیب کرنا (ابوسفیان نے کہا) اللہ کی قسم اگر مجھے اس بات سے شرم نہ ہوتی کہ ساتھی نقل کریں گے میرا جھوٹ تو میں ضرور جھوٹ بولتا اس سے پس سب سے پہلے جو اس نے مجھ سے آپ نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارے میں سوال کیا وہ یہ کہ اس نے کہا کیسا نسب ہے اس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا تمہارے درمیان؟ میں نے کہا کہ وہ ہمارے درمیان اعلیٰ نسب ہیں۔ ہرقل نے کہا کیا تم میں سے پہلے کبھی کسی نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں! پھر اس نے کہا کہ کیا اس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے باپ، دادا میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے کہا نہیں ہرقل نے کہا امیر لوگ اس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں یا غریب؟ میں نے کہا کہ کمزور لوگ ہرقل نے کہا کہ وہ (اس کے متبعین) زیادہ ہو رہے ہیں یا کم؟ میں نے کہا کہ وہ دن بدن بڑھ رہے ہیں! ہرقل نے کہا کیا کوئی مرتد ہوا اس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کے دین کو ناپسند کرنے کی وجہ سے اس میں داخل ہونے کے بعد میں نے کہا نہیں! ہرقل نے کہا کیا تم اس پر جھوٹ کا الزام لگاتے تھے اس کے کہنے سے پہلے جو اس نے کہا؟ میں نے کہا نہیں۔ ہرقل نے کہا کیا وہ دھوکہ دیتا ہے؟ میں نے کہا نہیں! لیکن ہم ان کیساتھ ایسے معاہدہ میں ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا کریں گے اس معاہدہ میں (ہمارے ساتھ) ابوسفیان نے کہا کہ مجھے کسی کلمے نے قدرت نہیں دی کہ میں اس میں داخل کروں سوائے اس کلمہ، بات کے ہرقل نے کہا کیا تم ان (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے قتال کرتے ہو؟ میں نے کہا ہاں اس نے کہا کیسی ہوتی ہے تمہاری لڑائی ان کے ساتھ؟ میں نے کہا ہمارے اور ان کے درمیان قتال ڈول کی مانند ہے کبھی وہ اور کبھی ہم لے لیتے ہیں ہرقل نے کہا وہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا وہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور شریک نہ بناؤ اس کا کسی کو اور چھوڑ دو وہ جو کہتے ہیں تمہارے باپ، دادا اور وہ ہمیں حکم دیتا ہے نماز، سچائی، پاک دامنی، اختیار کرنے کا اور رشتہ

داریوں کو جوڑنے کا۔ پھر ہرقل نے ترجمان سے کہا ابوسفیان سے کہو کہ میں نے تم سے پوچھا اس کے نسب کے بارے میں؟ پس تم نے کہا وہ اعلیٰ نسب ہیں اور ایسے ہی رسول مبعوث ہوتے ہیں اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے یہ بات کہی؟ تو تم نے کہا نہیں۔ اگر کوئی ایک کہتا یہ بات اس سے پہلے تو میں کہہ دیتا کہ یہ ایک ایسا آدمی ہے جس نے پیروی کی اس پہلے کی۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا اس کے باپ، دادا میں سے کوئی بادشاہ تھا؟ تو تم نے کہا نہیں تو میں کہتا کہ اگر ان کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ تھا میں کہتا یہ ایسا شخص ہے جو اپنے باپ، دادا کی سلطنت کا طلبگار ہے۔ اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا تم اس پر جھوٹ کا الزام لگاتے تھے پہلے اس کے جو اس نے کہا۔ تو تم نے کہا نہیں۔ بے شک میں جانتا ہوں کہ جو نہیں پسند کرتا لوگوں کیلئے جھوٹ کو۔ وہ اللہ پر کیسے جھوٹ بولے گا۔ اور میں نے تم سے پوچھا امیر لوگ اس کی اتباع کرتے ہیں یا کمزور؟ تو تم نے کہا کمزور لوگ اس کی اتباع کرتے ہیں یہی کمزور لوگ رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں۔ اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا وہ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو تم نے کہا کہ وہ بڑھ رہے ہیں۔ اور یہی ایمان کا معاملہ ہے یہاں تک کہ وہ پورا ہوجائے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ کوئی مرتد ہوا ہے ناپسندیدگی کی وجہ سے اس دین میں داخل ہونے کے بعد؟ تو تم نے کہا نہیں۔ اور یہی ایمان کا حال ہوتا ہے جب گھل مل جائے اس کی تازگی دلوں میں۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا وہ وعدہ خلافی کرتا ہے؟ تو تم نے کہا نہیں۔ اور یہی شان ہوتی ہے رسولوں کی کہ وہ دھوکہ نہیں دیتے۔ اور میں نے تم سے پوچھا وہ کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ تو تم نے کہا کہ وہ حکم دیتا مجھے کہ تم عبادت کرو اللہ کی اور اس کا شریک نہ بناؤ کسی کو اور روکتا ہے بتوں کی عبادت سے اور حکم دیتا ہے نماز، سچائی، اور پاک دامنی کا۔ پس اگر جو تو نے کہا یہ سچ ہے تو بہت جلد وہ مالک ہوجائیں گے۔ میرے ان دونوں قدموں کی زمین کے اور بیشک میں جانتا ہوں کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں۔ اور میں یہ گمان

نہیں کرتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے پس اگر میں جان لیتا کہ میں ان (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچوں گا تو میں تکلیفیں برداشت کر کے بھی ان سے ملتا۔ اور اگر میں ان صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا تو دھو کے پی لیتا ان کے قدموں کو پھر اس نے منگوایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خط جو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھجوایا تھا بذریعہ دِحیہ کلبی بصریٰ کے حاکم کے تو اس نے اس کو ہرقل کے پاس بھیجا۔ پس اس نے اسے پڑھا اس میں لکھا تھا اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے، محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے ہرقل شاہِ روم کی طرف سلامتی نازل ہو او پر اس کے جس نے پیروی کی ہدایت کی اس کے بعد میں تجھے دعوت دیتا ہوں اسلام کی اسلام لے آؤ سلامتی پا جاؤ گے، تجھے دے گا اللہ تعالیٰ دوہرا اجر پھر اگر تو پھر گیا پس بیشک تجھ پر گناہ ہے رعایا کا۔ اور اے اہل کتاب آؤ اس کلمے کی طرف جو برابر ہے ہمارے، تمہارے درمیان ہم نہیں عبادت کریں گے کسی کی اللہ کے سوا، اور نہیں شریک بنائیں گے اس کا کسی کو اور نہیں بناؤ گے ہمارے بعض کو بعض کا رب اللہ کو چھوڑ کر پھر اگر تم پیٹھ پھیر و تو تم کہہ دو کہ گواہ رہنا ہم مسلمان ہیں ابوسفیان نے کہا کہ پس جب کہہ چکا ہرقل جو اس نے کہا۔ اور فارغ ہو گیا خط مبارک کے پڑھنے سے تو اس کے پاس زیادہ ہوا شور وغل اور آوازیں بلند ہو گئیں اور ہمیں نکال دیا گیا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب ہم نکالے گئے۔ کہ بے شک بڑھ گئی ہے شان ابو کبشہ کے بیٹے کی کہ اس سے ڈر رہا ہے بادشاہ پھر میں ہمیشہ یقین کرتا رہا۔ کہ بے شک عنقریب وہ صلی اللہ علیہ وسلم غالب آ جائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے داخل کیا میرے دل میں اسلام کو اور ابن ناطور ایلیاء کا حاکم اور ہرقل بادشاہ کا دوست تھا شام کے نصرانیوں کا پیشوا تھا بیان کرتا ہے کہ بیشک ہرقل جب ایلیاء آیا تو ایک دن وہ صبح کو متفکر ہو گیا۔ تو اس کے مشیروں نے کہا کہ ہم نے خلافِ معمول پائی ہے تیری حالت کہا ابن ناطور نے ہرقل کاہن تھا، علم نجوم میں ماہر تھا، تو اس نے مشیروں سے کہا جب انہوں نے اس سے پوچھا کہ میں نے دیکھا آج رات جب میں نے ستاروں میں نظر کی کہ ختنہ کرنے والوں کا

بادشاہ ظاہر ہو گیا ہے۔ کہ پس کون ہیں اس زمانے میں جو ختنہ کراتے ہیں انہوں نے کہا کہ نہیں ختنہ کرتے مگر یہود۔ تو ان سے آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ لکھوا اپنی سلطنت کے تمام علاقوں میں خطوط کہ شہر میں جتنے یہودی ہیں سب کو قتل کر دیں اسی اثناء میں ہرقل کے پاس ایک شخص آیا جسے غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا۔ وہ خبر دے رہا تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں جب ہرقل نے اطلاع پائی تو کہا کہ اس مخبر کو لیجاؤ۔ اس کو دیکھو کہ اس کا ختنہ ہے یا نہیں۔ لوگوں نے اسے دیکھا اور اسے بتایا کہ یہ شخص ختنہ کئے ہوئے ہے۔ اس سے ہرقل نے عرب کا حال پوچھا پس اس نے کہا کہ وہ ختنہ کرتے ہیں۔ پس کہا ہرقل نے یہ بادشاہ ہے اس امت کا جو ظاہر ہو چکا ہے۔ پھر ہرقل نے رومیۃ میں اپنے ایک ساتھی کو خط لکھا وہ بھی علم میں اس جیسا تھا۔ اور خود ہرقل حمص چلا گیا وہ حمص میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اس کے ساتھی کا خط آیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ہرقل سے اتفاق کیا اور کہا کہ وہ نبی ہیں ہرقل نے حکم دیا روم کے رؤساء کو حمص میں جمع ہونے کا، اور دروازے بند کرنے کا۔ دروازے بند کر دیئے گئے تو وہ گھر سے باہر نکلا پس کہا اس نے کہ اے رومیو! کیا تم فلاح (کامیابی) وہدایت اور ملک کا استحکام چاہتے ہو تو اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لو۔ یہ سن کر وہ جنگلی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے پس ان (دروازوں) کو بند پایا ہرقل نے جب ان کی اسلام سے اس قدر نفرت دیکھی اور ناامید ہوا ان کے ایمان سے تو ہرقل نے کہا کہ انہیں واپس میرے پاس لاؤ اور کہا کہ ابھی جو میں نے تم سے کہا اس سے تمہارا امتحان لینا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین میں کس قدر مضبوط ہو۔ وہ میں نے دیکھ لیا۔ سب نے ہرقل کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہرقل کی یہ آخری حالت تھی۔ کہا ابو عبد اللہ نے کہ روایت کیا اس کو صالح بن کیسان، یونس، اور معمر نے اس حدیث کو زہری سے۔

جھوٹ کا ہر مذہب/قوم کے نزدیک قبیح ہونا

اِنْ کَذَبَنِیْ فَکَذِّبُوْہُ

عمومی طور پر جو دنیا کے کسی منصب پر فائز ہوتا ہے تو وہ اپنے منصب وعہدے کی بقاء ترقی کیلئے قتل غارت گری، دنگا، فساد جیسی قبیح چیزوں کا خیال نہیں رکھتا۔ چہ جائے کہ جھوٹ بولنا، غلط بیانی سے کام لینا یہ تو بہت ہی معمولی سی بات ہے۔ لیکن ہرقل جو کہ اس وقت Super Power کا Presedent ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے منصب (صدارت) پر فائز ہونے کے باوجود جھوٹ بولنا تو درکنار وہ دوسرے سے جھوٹ سننا بھی گوارہ نہیں کرتا اور ابوسفیان کے ساتھیوں کو کہتا ہے کہ "اِنْ کَذَبَنِیْ فَکَذِّبُوْہُ" اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اس کی تکذیب کرنا، یعنی جھٹلا دینا لہٰذا حدیثِ پاک کے ان الفاظ سے یہ پتہ چلا کہ ہر مذہب کے نزدیک جھوٹ بولنا برا ہے، قبیح ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں آیا "اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ" ترجمہ:۔ سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ھَلْ کُنْتُمْ تَتَّھِمُوْنَہٗ بِالْکِذْبِ

اس پادری نے دوسرا سوال کیا کہ "ھَلْ کُنْتُمْ تَتَّھِمُوْنَہٗ بِالْکِذْبِ" کیا تم نے کبھی اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو "ھَلْ ھُوَ یَکْذِبُ" بھی کہہ سکتا تھا۔ کہ کیا وہ جھوٹ بولتا ہے۔ "ھَلْ سَمِعْتُمْ کِذْبَہٗ" کیا تم نے سنا ہے کہ کبھی اس نے جھوٹ بولا ہے۔ عربی میں ان (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جھوٹ کے بارے میں مختلف جملے استعمال کئے جا سکتے تھے۔ لیکن اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھوٹ کے بارے میں پوچھنے اور کوئی جملہ استعمال نہیں کیا بلکہ کہا "ھَلْ کُنْتُمْ تَتَّھِمُوْنَہٗ بِالْکِذْبِ" کیا تم نے کبھی جھوٹ کا الزام لگایا ہے۔ یعنی لفظِ اتہام کو "کِذْب" کے ساتھ جوڑ کر اس طرف

اشارہ کر دیا کہ اس نبی ﷺ کا صدق تو مشہور ہے۔لیکن تمہارے سچے ہونے میں شک ہے۔وہ پادری ہو کر، عیسائیوں کا بادشاہ ہو کر۔state کا صدر ہو کر اس بات کو تسلیم کر رہا ہے۔ کہ زمین و آسمان تو اپنی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں۔مگر ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کی زباں سے کبھی جھوٹ نہیں نکل سکتا نبی ہوتا ہی وہ ہے جو صادق وامین ہو۔

حیاء اور دین ودنیا کی بھلائیاں

ہمارے جدید معاشرے میں، نام نہاد ترقی یافتہ و مہذب معاشرے میں اگر کوئی Bold نہیں ہوتا یعنی حیاء کا مظاہرہ کرتا ہے تو اسے مذاق کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔معاشرے میں اسے ذلیل کیا جاتا ہے اس کے خلاف طعنے کسے جاتے ہیں کہ تم حیاء کیوں کرتے ہو، bold کیوں نہیں ہوتے؟۔ہم اکیسویں صدی میں جارہے ہیں جب تک تم Bold نہیں ہو گے تو تم ترقی نہیں کر سکتے۔یعنی آج کی سول سوسائٹی کے لوگ ترقی کا معیار بے حیائی کو سمجھتے ہیں۔اور وہ امریکہ و یورپ کے طریقوں کو Follw کرتے ہوئے فخر کا اظہار کرتے ہیں۔جبکہ مغرب کے نام نہاد Cultured قوم ہونے اور تہذیب (بے حیائی) کا حال یہ ہے کہ اگر ہم جنس پرستوں (عورت عورت کے ساتھ، مرد مرد کے ساتھ) کو اگر قانوناً یعنی عزت واحترام کے ساتھ شادی کی اجازت نہ دی جائے تو وہ سرِ عام اس عزت (بے حیائی، بے غیرتی) کو حاصل کرنے کیلئے احتجاج کرتے ہیں اور اپنے سے زیادہ باعزت (بے غیرت) ممالک کی مثالیں پیش کر کے اپنے حقوق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔مگر جب اس بوئے ہوئے بیج کا پھل مہلک اور خطرناک امراض، ایڈس (Aids) کی صورت میں پوری قوم و معاشرے کو کھانے کو ملتا ہے۔تو پھر انھی کے مفکر، ڈاکٹر، سائنٹسٹ، میڈیا پر، انٹرنیٹ پر، اخبارات و جرائد میں برملا اظہار کرتے ہیں کہ ہم تباہی و بربادی کی اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ جہاں سے پلٹنا ممکن ہی نہیں۔سوائے معاشرتی و معاشی تباہی، جسمانی، و ذہنی صحت کے انحطاط و زوال کے کچھ نہیں۔کیونکہ ہم نے حیاء کا دامن چھوڑ دیا ہے۔جبکہ

میرے حبیب ﷺ نے چودہ سو سال پہلے فرمایا دیا کہ ''اَلْحَیَاءُ کُلُّهٗ خَیْرٌ'' ترجمہ:۔ حیاء میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔ کہ حیاء وشرم کا مظاہرہ زندگی کے جس جس شعبے (Feild) میں کرو گے وہاں وہاں بھلائی اور خیر ہی پاتے چلے جاؤ گے۔ یہ ذات مصطفیٰ ﷺ کا وعدہ ہے۔

ذہنی وجسمانی صلاحیتوں کیلئے ایک عظیم نسخہ

اَلصَّلٰوۃُ (نماز)

Modern Scientific Research کے مطابق (ذہنی)......اور Physical (جسمانی) صلاحیتوں کو پیدا کرنے اور انہیں بڑھانے کیلئے نماز ایک ایسا عظیم تحفہ ہے۔ کہ اس سے بہترین دنیا میں کوئی اور شئے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ و یورپ میں باقاعدہ ایسے Exercises Center قائم کئے جارہے ہیں جن میں (ہو بہو Same) نماز کی طرز پر Exercises کرائی جارہی ہے اور یہ بتایا جارہا ہے، ثابت کیا جارہا ہے کہ سیدھا کھڑا ہونے (قیام)، گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کر جھکنے، (رکوع) چہرے اور پیشانی کو زمین پر رکھنے (سجدہ) سے (Blood circulatory System) (دورانِ خون) پر کیا اثر مرتب ہوتے ہیں Digestive system (نظامِ ہضم) کتنا مضبوط ہوتا ہے۔ دل اور اعصابی بیماریوں سے بچاؤ اور اپنی نجات کیلئے گویا کہ اس سے بہتر کوئی اور چیز ہی نہیں ہوتی۔ جبکہ ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کیلئے (Medicine) دوائیوں کے مقابلے میں انتہائی بے ضرر اور لاجواب شئے ہے۔

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ

حیرت اور کمال یہ ہے کہ جس چیز کو سمجھنے میں انسانیت وبشریت کو چودہ سو سال لگے۔ جس کو آج امریکن و یورپین کئی سالہ تحقیق کرنے کے بعد بیان کررہے ہیں۔ میرا حبیب

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چودہ سو سال پہلے ''اَلصَّلٰوۃُ قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ'' (نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے) کے جملے ادا فرما کر، اپنی امت کو نماز کی پابندی کا حکم دے کر اس راز سے پردہ اٹھا رہے ہیں۔ سبحان اللہ

لوگوں کے سامنے باعزت ہونے کا طریقہ

اَلصِّدۡقُ (سچ بولنا)

نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''صدق،، کا ذکر فرمایا۔ یعنی نماز پڑھ کر تم خود تو ذہنی و جسمانی اعتبار سے صحتمند طاقتور اور مضبوط ہو گئے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ لوگ معاشرے میں آپ کو اہمیت نہ دیں، مقام و مرتبہ نہ دیں۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان دیکھو کہ فرمایا پہلے تم خود مضبوط ہو جاؤ اس کے بعد تمہیں نسخہ حل بتاتا ہوں۔ اگر چہ بظاہر مقام و مرتبہ حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن یاد رکھو! ہمیشہ سچ بولنا چاہئے۔ کتنا ہی مشکل مقام کیوں نہ آ جائے۔ پھر دیکھو کہ تمہیں کمالات ملتے چلے جائیں گے اور لوگوں کی نظر میں تم معزز و مکرم بنتے چلے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾''
ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اس آیت میں سچوں کے ساتھ رہنے کا حکم دے کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اپنی استطاعت و طاقت کے مطابق خود بھی سچ بولو۔ اگر سچ نہیں بول سکتے تو کم از کم سچوں کے ساتھ رہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے صدقے سے ہم پر بھی کرم فرما دے گا۔

گناہوں سے محفوظ رکھنے کیلئے Physiological Method کا استعمال

اَلۡعَفَافُ (پاک دامنی اختیار کرنا)

صدق کے بعد عفاف کی بات کی کہ جب بندہ لوگوں میں سچ بول کر معزز و مکرم ہو جائے گا۔ تو اب وہ پاک دامنی اختیار کرنے کی کوشش کرے گا کیونکہ وہ کہے گا کہ لوگوں میں

میری عزت ہے۔ کہیں میں حرام کام میں مبتلاء ہو کر ذلیل و رسواء نہ ہو جاؤں لوگوں کے سامنے میرا راز فاش نہ ہو جائے۔ کہ یہ بدکار ہے، زانی ہے، شراب پیتا ہے، رات رات بھر Girl Friend کے ساتھ Messages اور فون کے ذریعے محو گفتگو رہتا ہے۔ جب کہ یہ بات بھی اس کے سامنے ہے کہ جب لوگوں کے سامنے ایک معمولی سی چیز یعنی جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتا۔ تو کسی غیر محرم پر نظر ڈالنا، موبائل پر کسی لڑکی سے گفتگو کرنا، یا کسی اور کی عزت کو پامال کرنا۔ یہ اتنی بڑی چیزوں کا ارتکاب کیسے کروں کہ ''وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ'' وہ ذات اپنے بندوں کو دیکھ رہی ہے۔

ترتیبِ کلمات اعجازِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

جب کہ اس مقام پر کلمات کی ترتیب بھی کمال اعجاز، بلاغت و فصاحت اور دانائی و حکمت پر مبنی ہے۔ کیونکہ اگر صدق (سچ) سے پہلے عفاف (پاک دامنی) کا ذکر کر دیا جاتا تو وہ فوائد حاصل نہ ہوتے جو اب ہو رہے ہیں۔

☆ وہ اس طرح کے اگر ایک شخص کو پہلے پاک دامن ہونے کا حکم دیا جاتا اور پھر سچ بولنے کا تو اگر وہ شخص تنہائی میں حرام کام کر لیتا ہو، رات کی تاریکی میں لوگوں کی نظر سے بچ کر منہ کالا کرتا ہو، رشوت و حرام خوری کے مزے لیتا ہو تو ایسے شخص کیلئے تو جھوٹ بولنا بالکل معمولی سی بات ہے۔ لیکن اس مقام پر پہلے سچ بولنے کا حکم دے کر لوگوں کی نظر میں بھی معزز اور اللہ کی نظر میں بھی معزز و مکرم ہونے کا احساس دلا دیا اور پھر فرمایا ''کُنْ عَفِيْفًا'' اب پاک دامن ہو جا، گناہوں سے اپنے دامن کو بچا لے۔ تو اب تنہائی میں حرام کام کا ارتکاب کرتے وقت فوراً دماغ سگنل دینا شروع کر دے گا، Alarm بجنا شروع ہو جائے گا کہ جھوٹ جیسے گناہ کو اختیار کرتے ہوئے تجھے اس خالق کے سامنے حیاء آتی تھی۔ اور اب تو شباب و کباب کے مزے لوٹ رہا ہے اور اس کو بھول گیا ہے۔

صلہ

جب بندے نے نماز پڑھ لی، سچ بول لیا، پاک دامنی اختیار کر لی، تو اس کا ضمیر کہتا ہے کہ اب کیوں بیٹھا ہے بلکہ جا اور لوگوں سے اچھا برتاؤ کر، اخلاق سے پیش آ اور ان کے درد کو اپنا درد سمجھ تو تجھے دین اور دنیا میں کامیابی حاصل ہوتی چلی جائے گی۔

Super Power کا بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت کے پھول نچھاور کرنا

جب اس زمانے کی King Of Rome Super Power ہرقل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات، اخلاق، Family Background اور دین اسلام کے متعلق سوالات کر کے ابوسفیان (جو کافروں کے ساتھ تھے) سے جوابات سن لئے۔

مثلاً

ہرقل نے ابوسفیان سے پہلا سوال سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب کے بارے میں کیا "قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فِيْكُمْ؟" ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ اس (محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نسب کیسا ہے؟

ابوسفیان نے کہا کہ "هُوَفِيْنَا ذُوْ نَسَبٍ" ہم میں ان کا نسب اعلیٰ ہے، وہ اعلیٰ خاندان سے ہیں۔

دوسرا سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھوٹ کے بارے میں کیا "قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّكُوْنَ مَاقَالَ" ہرقل نے کہا کہ جو کچھ اس نے کہا ہے اس کے کہنے سے پہلے تم نے کبھی اس پر جھوٹ کا الزام لگایا ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ "لَا" کبھی نہیں۔

تیسرا سوال ہرقل نے ابوسفیان سے کیا کہ وہ کیا کہتا ہے، کس چیز کا حکم دیتا ہے "قَالَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ"؟ ابوسفیان نے کہا کہ "يَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَاتْرُكُوْا مَايَقُوْلُ آبَائُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ" وہ کہتا ہے کہ ایک اللہ کی

عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور جو تمہارے باپ، دادا کہتے ہیں اسے ترک کردو، نماز پڑھنے، سچ بولنے، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔

پھر ہرقل نے اپنے تاثرات (Remarks) بھی دیئے

1۔ ''فَقَالَ لِلتَّرْجُمَانِ قُلْ لَهُ سَأَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهِ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ فِيكُمْ ذُو نَسَبٍ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي نَسَبِ قَوْمِهَا''۔

ترجمہ: ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا ابوسفیان سے کہو کہ میں نے تم سے ان کا نسب پوچھا؟ تم نے کہا ان کا نسب اعلیٰ ہے!۔ تو سنو! اللہ کے رسول ایسے ہی ہوتے ہیں جو اپنی قوم میں مبعوث ہوتے ہیں۔ یعنی وہ اپنی قوم میں افضل اور اعلیٰ نسب ہوتے ہیں۔

2۔ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا فَقَدْ أَعْرِفُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللهِ'' اور میں نے تم سے پوچھا کہ جو کچھ اس نے کہا ہے (اعلانِ نبوت) یہ کہنے سے پہلے تم اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟۔ تم نے کہا کہ نہیں۔ تو سنو! یقیناً میں جانتا ہوں کہ جو شخص لوگوں کیلئے جھوٹ نہ بولتا ہو وہ اللہ کیلئے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولے گا۔

3۔ وَسَأَلْتُكَ أَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ فَذَكَرْتَ أَنَّ ضُعَفَاءَهُمْ اتَّبَعُوهُ وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ'' اور میں نے تم سے پوچھا کہ رئیس لوگ اس کی تابعداری کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ تو تم نے کہا کہ کمزور لوگ۔ تو سنو! کمزور لوگ ہی رسولوں کے تابع دار ہوتے ہیں۔

4۔ وَسَأَلْتُكَ أَيَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ فَذَكَرْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَكَذٰلِكَ أَمْرُ الْإِيمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ'' پھر میں نے تم سے پوچھا کہ وہ (متبعین) بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو تم نے کہا کہ بڑھ رہے ہیں۔ تو سنو! ایمان کا یہی حال ہے حتیٰ کہ مکمل ہو جائے۔

☆: تو پھر آخر میں بھرے دربار میں اپنی Cabinet اور اسمبلی کے سامنے، اپنے سپر پاور ہونے کے نشے کو بھول کر، سائنسی علوم میں ماہر ہونے، اور پادری ہونے کو ایک طرف رکھ کر

یہ تاریخ ساز الفاظ کہنے پر مجبور ہو گیا۔

''فَلَوْ اَنِّیْ اَعْلَمُ اَنِّیْ اَخْلُصُ اِلَیْہِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَہٗ وَلَوْ کُنْتُ عِنْدَہٗ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَیْہِ''

کہ اگر اس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچنا ممکن ہوتا تو میں ساری تکالیف برداشت کر کے بھی ان کی زیارت کرتا۔ اور ان کے قدموں کو دھونے کی سعادت حاصل کرتا۔ یہ ہے ایک سپر پاور، بادشاہ، پادری، سائنسی، اور تاریخی علوم میں مہارت رکھنے والے کا نظرانۂ عقیدت کائنات کے مالک وحبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں۔

لمحۂ فکریہ

ان لوگوں کیلئے یہ لمحۂ فکریہ ہے جو خود کو مومن بھی کہتے ہیں۔ لیکن جب عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرنے کی بات آئے، یا ان کے سامنے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بیان کی جائے تو ان کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں، جبیں پر شکن آجاتی ہے، توحیدی نعرے یاد آجاتے ہیں، دنیا میں سب کو مشرک و کافر بتا کر صرف اپنے آپ کو موحد ہونے کا گمان سر پر بسترے اور لوٹے اٹھانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ لیکن رب کعبہ کی قسم ہے سبق سیکھیں امام بخاریؒ سے جن کا نام لیکر کمانا اور کھانا آسان ہے، مگر ان کی سیرت پر عمل اور ان کی اپنے نبی محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اندازہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں کہ جنہوں نے پورے دو صفحے کی حدیث پوری پوری ذکر کر دی جبکہ Chapter (باب) کے ساتھ تعلق ایک دو باتوں کا تھا۔ اور امام بخاریؒ اسی اعتراض کا نشانہ بھی بنے۔ لیکن مجھے اور تمہیں محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درس دے گئے۔ اور سب سے بڑھ کر کمال اس بادشاہ و پادری نے کر دیا جو مسلمان نہیں، مومن نہیں۔ اور پھر بھی عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گن گا رہا ہے

کلامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاثیر

اس حدیثِ پاک سے یہ نکتہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے میرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا نہیں۔ براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سنا نہیں حتیٰ کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والے کسی صحابی سے بھی ملاقات نہیں کی ان کی صحبت نہیں اٹھائی، ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے جو گفتگو کی وہ تو کفار تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رکھتے تھے، لیکن قربان جایئے کہ زبان کافر کی تھی مگر کلام مؤمن بنانے والے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا وہ بن دیکھے کلام دشمن کی زباں سے نکل کر ایسا گھائل کر گیا کہ وہ بادشاہ محبت میں گرفتار ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ سبحان اللہ!

حق کو بیان کرنا۔ اِنِّیْ اَدْعُوْکَ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی۔ یہ نہیں دیکھا کہ ہمیں نقصان ہوگا، یہ Super Power ہے یا یہ ہماری سلطنت پر حملہ کر دے گا، ہماری جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اَسلِم تَسلَم'' اسلام لے آؤ سلامت رہ جاؤ گے۔

کسی Super Power کے آگے نہ جھکنا Super Power صرف اللہ!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت دی تو یہ نہیں فرمایا کہ میرے ساتھی یہ بات کہہ رہے ہیں، یا ارکان پارلیمنٹ کا یہ فیصلہ ہے۔ یعنی مجلسِ شوریٰ کی مشاورت سے تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ حق بات کہنی ہی تھی تو مذکورہ بالا طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ اپنا لیتے۔ لیکن نہیں ایسا نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ واحد متکلم کا صیغہ استعمال کیا۔ فرمایا کہ ''فَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ بِدِعَایَةِ الْاِسْلَامِ'' تم اسلام قبول کر لو، مسلمان ہو جاؤ، سلامتی میں رہو گے۔ بتانا یہ مقصود تھا کہ Super Power صرف اللہ! کی ذات ہے ڈرو تو صرف اسی سے ڈرو۔ اور کسی سے نہیں۔

صاحبِ منصب کی عزت کا خیال کرنا

هِرَقْلُ عَظِيْمِ الرُّوْمِ: جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے ہرقل بادشاہ کی طرف خط لکھا۔ تو یہ نہیں لکھا کہ میں اپنے حریف کی طرف خط لکھ رہا ہوں، یا اسلام کے دشمن کی طرف خط لکھ رہا ہوں، یا صرف ہرقل کی طرف خط لکھ رہا ہوں، مختلف جملے استعمال کئے جا سکتے تھے۔ لیکن سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عَظِيْمِ الرُّوْمِ کے الفاظ لکھ کر ہمیں یہ نکتہ بھی سمجھا دیا اور یہ درس بھی دے دیا کہ دنیاوی منصب وعہدے اور وزارتیں رکھنے والے اشخاص کو ان کی حیثیت کے مطابق عزت واحترام دینا اسلام کا طریقہ ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قدر عزت ومرتبہ ہو اسی قدر احترام کرتے ہوئے، مبالغہ نہ کرتے ہوئے، چاپلوسی نہ کرتے ہوئے حق کو بیان کرنا اتنا Balance (توازن) برقرار رکھنا صرف محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہی کمال ہے اور ہمیں اس طریقے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

تاریخ مرتب کرنے کا اصول

یہ حدیث پاک جہاں اور بہت سے شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کیلئے سرچشمہ ہدایت ہے وہاں مؤرخین کو بھی تاریخ مرتب کرنے کے اصول سکھا رہی ہے "كَانَ هِرَقْلُ حِزَاءً يَنْظُرُ فِي النُّجُوْمِ" یعنی ہرقل Astronomy اور Astrology (علم نجوم وفلک) کا ماہر تھا۔ اس مقام پر اگر راوی حدیث، صحابی رسول ﷺ اس طویل حدیث میں سے مذکورہ جملہ (جو ہرقل کے علومِ جدید پر عبور رکھنے کے متعلق تھا) نکال دیتے تو بظاہر کوئی فرق نہ پڑتا۔ کیونکہ مقصود تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت وشوکت، دین اسلام کی حقانیت، صداقت کو بیان کرنا تھا۔ غیروں کا اعتراف منظر عام پر لانا تھا "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ" کی تفسیر مقصود ومطلوب تھی۔ لیکن قربان جایئے! مسلمان مؤرخین کی سوچ وفکر پر کہ صحابی تو کجا ان کے بعد آنے والے تابعی، تبع تابعی اور امام بخاری تک بلکہ امام بخاری سے لیکر آج چودہ سو سال

تک کسی مسلمان مورخ ومحدث کی جرأت نہیں ہوئی کہ اس ایک جملے کو نکال دے۔ بلکہ جس طرح صحابی نے بیان کیا تھا سینکڑوں سال سے اسی طرح بغیر تغیر وتبدل کے بیان کرتے چلے آرہے ہیں۔ مغربی مستشرقین ومورخین کو یہ باور کرانے کیلئے کے تاریخ میں آسمانی کتب توریت وانجیل میں تم تو تبدیل وتحریف کر سکتے ہو جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی بات ہو، اسلام کی حقانیت کی بات ہو نکال سکتے ہو، حذف کر سکتے ہو۔ مگر جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے قلب اور نظر کو کشادہ کرلیا ہو وہ تاریخ کو مسخ نہیں کیا کرتا بلکہ تاریخ کی حفاظت کیا کرتا ہے۔

نیز یہ نکتہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص میں کوئی اچھائی یا خوبی ہو یا کسی علم وفن میں مہارت رکھتا ہو۔ اگر چہ وہ مخالف ہو، ہم مذہب نہ ہو پھر بھی اس مخالف کی خوبی یا اچھائی کو بیان کرنا اسلام کے خلاف نہیں۔

قرآن کا کلام اللہ ہونا

یہاں سے اس امر کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ جو قوم اپنے نبی، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی اس قدر حفاظت کرتی ہے (اگر چہ اس مین کتنی ہی دوسرے مذہب والوں کی کوئی خوبی یا اچھائی بیان کی گئی ہو) تو وہ قوم اللہ کے کلام میں تبدیلی وتحریف کا کیسے سوچ سکتی ہے۔

علم کی اہمیت/علم کا ہادی ہونا

اس حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ''اَلْعِلْمُ نُوْرٌ'' یعنی علم انسان کو صحیح راستہ بتاتا ہے، جہالت کے اندھیروں سے نکالتا ہے۔ چونکہ ہرقل بھی جہاں دینی علوم میں ماہر تھا بحیثیت پادری ہونے کے وہاں جدید علوم Astrology، Astronomy پر بھی عبور رکھتا تھا۔ انہیں علوم نے اس پر حق کو واضح کر دیا۔ اور عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تاریخی کلمات کہلوا کر اہم کردار ادا کیا ''لَتَجَشَّمْتُ لِقَائَهٗ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهٗ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ''

کہ اگر اس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچنا ممکن ہوتا تو میں ساری تکالیف برداشت کر کے بھی ان کی زیارت کرتا۔ اور ان کے قدموں کو دھونے کی سعادت حاصل کرتا۔

حق کو تسلیم کرنا اور حق پر استقامت

لیکن افسوس کے ہرقل پر حق تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ لیکن وہ اس پر قائم نہ رہ سکا۔ لوگوں کے ڈر، خوف، حکومت و سلطنت کے ختم ہونے کے خیال و خوف سے، اور جب لوگوں کو جنگلی گدھوں کی طرح بھاگتے ہوئے، بپھرتے ہوئے غصے و غضب کی حالت میں پایا۔ تو آخر میں یہ جملے بول گیا ''اِنِّیْ قُلْتُ مَقَالَتِیْ اٰنِفاً اَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِیْنِكُمْ'' میں تو تمہیں آزمارہا تھا کہ تم اپنے دین پر کتنے مضبوط ہو۔ اس بات سے فقیر یہ سمجھتا ہے کہ کوئی شک نہیں کہ علم راستہ تو دکھا دیتا ہے۔ لیکن منزل پر ربِّ کعبہ کا فضل پہنچاتا ہے۔ اسی لئے صلحاء، صوفیاء ہر لحہ، ہر آن اس بے نیاز کے فضل کے طالب رہتے تھے۔ لہٰذا حق پر استقامت اس کے فضل سے نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائیے! (آمین)

مقام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب فرعون نے حضرت موسیٰ اور آپ کے حواریوں کا پیچھا کیا تو آگے دریائے نیل آ گیا اور پیچھے فرعون کا لشکر تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو تسلی دیتے ہوئے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ ''اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ'' میرے ساتھ ہے رب میرا۔ پہلے اپنا ذکر کیا پھر خدا کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا'' اللہ ساتھ ہے ہمارے پہلے خدا کا ذکر فرمایا اور پھر اپنا۔ حضرت سلیمان ملکہ سبا بلقیس کی طرف خط لکھواتے ہیں ''اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' پہلے اپنا اور پھر خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ روم ہرقل کی طرف خط لکھوایا تو لکھا ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ

مُحَمَّدٍ اِلٰی هِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ'' پہلے اللہ کا نام لکھوایا اور پھر اپنا۔ ان شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے مخلوق کو دیکھنا اور پھر مخلوق سے خالق کی طرف متوجہ ہونا یہ حضرت موسیٰ اور حضرت سلیمانؑ کا مقام ہے۔ اور سب چیزوں سے پہلے اپنے رب کو دیکھنا اور پھر کسی اور کی طرف التفات کرنا یہ مقام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

کتاب الایمان

باب: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

مسلمان وہ ہے کہ محفوظ رہیں مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے

حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی السَّفَرِ وَاِسْمٰعِیْلَ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَی اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ اَبِیْ هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ عَبْدُ الْاَعْلٰی عَنْ دَاوٗدَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حدیث بیان کی ہمیں ادم بن ابی ایاس نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں شعبہ نے عبداللہ بن ابی سفر سے اور اسمٰعیل سے انہوں نے بیان کی شعبی سے اور انہوں نے عبداللہ بن ابی عمرو سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان وہ ہے کہ محفوظ رہیں دوسرے مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے اور مہاجر وہ ہے جس نے چھوڑ دیا اس کو جس سے منع کیا اللہ نے کہا ابی عبداللہ نے اور کہا ابو معاویۃ نے کہ حدیث بیان کی ہمیں داؤد بن ابی ہند نے عامر سے وہ کہتے ہیں کہ سنا میں نے عبداللہ بن عمرو سے وہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کہا عبد الاعلیٰ نے داؤد سے، عامر سے، عبداللہ سے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

مسلمان معاشرہ اور اسلام

اس وقت ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ہم نے ہر قسم کے عیب اور برائیوں کو اپنا لیا ہے۔ ہم لڑائی جھگڑے بھی کر رہے ہیں، اور دنگے فساد میں بھی مبتلاء ہیں۔ عصمت دری بھی کر رہے ہیں، دوسروں کے املاک کو نقصان بھی پہنچا رہے ہیں۔ اور قتل و غارت بھی کر رہے ہیں، دکانوں کو آگ بھی لگا رہے ہیں۔ چوری اور ڈاکے بھی ڈال رہے ہیں۔ بھتے بھی لے

رہے ہیں، موبائل بھی چھین رہے ہیں۔ مگر یہی لوگ جو ایک طرف دکانیں بھی لوٹ رہے ہوتے ہیں۔ موبائل بھی چھین رہے ہوتے ہیں، بھتے بھی لے رہے ہوتے ہیں، اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے کسی کو بے دردی سے قتل بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ اور کسی کی مجبوری سے فائدہ بھی اٹھا رہے ہوتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف یہی لوگ دینی محافل میں اپنے جذبہ ایمانی سے سرشار ہونے کا اظہار کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں، نعرے لگاتے ہوئے اور عہد و پیماں کرتے ہوئے بھی ملتے ہیں، مسجدوں میں اپنی موجودگی کا احساس بھی دلاتے ہیں، تو کیا پورے معاشرے کو اخلاقی، معاشی، سماجی اعتبار سے تباہ کرنے کے بعد بظاہر مسجدوں میں سجدہ ریزی کے بعد، محافل، اور مجالس میں دین داری کے ڈھونگ رچانے کے بعد کیا اسلام انہیں مسلمان ہونے کا سرٹیفیکٹ دے دیتا ہے؟

تو ایسے مسلمانوں کو گمراہی کے گڑھوں سے نکالنے کیلئے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ عظیم کلمات چراغ بن کر رہنمائی کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ'' میری نظر میں اور تمہارے خالق کی نظر میں، تمہارے پیدا کرنے والے کی نظر میں تو بندہ مسلمان ہی تب بنتا ہے۔ کہ جب دوسرا انسان تکلیف دینے والے کی زبان اور ہاتھ سے بھی محفوظ ہو جائے۔ یہاں یہ نکتہ انتہائی توجہ طلب ہے کہ آج اس دور میں زبان سے تکلیف دینا یعنی کسی کو گالی دینا، بدکلامی کرنا، بداخلاقی سے پیش آنا تو عام بات ہے اور اس کو انتہائی معمولی بات سمجھا جاتا ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معمولی سے عضو یعنی زبان سے تکلیف و ایذا دینے والے کو بھی مسلمان کی فہرست میں شامل نہیں فرمایا۔ تو پھر خود اندازہ لگائیے کہ جو لوگ اس تکلیف سے بڑھ کر تکلیف و ایذا دے رہے ہیں وہ کس مقام پر کھڑے ہیں۔

ایک تلخ حقیقت

گذشتہ سطور میں امن وسلامتی کے حوالے سے۔ دہشت گردی وقتل وغارت گری سے حد درجہ نفرت وبرأت کے حوالے سے اسلام کا موقف واضح ہونے کے بعد بھی یہ ایک تلخ حقیقت ہے، ہمیں کڑوا گھونٹ پینا پڑے گا کہ دین کے نام پر چندہ جمع کرنے والے، مسجدیں تعمیر کرنے والے، مدرسے اور جامعات بنانے والے، چند ایسے گروپ اور بظاہر دین کا لبادہ اوڑھنے والے لوگ موجود ہیں۔ جو علم دین سے ناواقفیت رکھنے والوں کو علم دین سکھانے اور سمجھانے کے نام پر جمع کرتے ہیں اور پھر نوجوانوں اور بچوں کی اس انداز میں تربیت کرتے ہیں، ذہن سازی کرتے ہیں کہ فلاں فرقے والا کافر ہے، مشرک ہے اسے ماردو، فلاں عالم کو قتل کردو۔ وہ شرک وبدعت کی تعلیم دیتا ہے۔ ہزاروں انسانوں کو خون میں نہلا کر مسجدوں، مدرسوں کی دیواروں کو خون آلودہ کر کے تم اگر مرجاتے ہو تو یہ ہرگز گناہ نہیں۔ تم سے کسی بھی قسم کا حساب وکتاب نہیں ہوگا۔ بلکہ تم شہید کہلاؤ گے، تم براہ راست جنت میں جاؤ گے۔ ایسی سوچ پیدا کرنے والوں اور پروان چڑھانے والوں کو یہ حدیثِ پاک دعوتِ فکر بھی دے رہی ہے اور دردمندانہ اپیل بھی کررہی ہے کہ اپنے اس گھناؤنے کام کی وجہ سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو کیوں بدنام کررہے ہو؟۔

اہلِ مغرب کیلئے دعوتِ فکر

جس طرح یہ حدیث پاک اسلام کا لبادہ اوڑھنے والوں کو دعوتِ فکر دے رہی ہے، اسی طرح اہلِ مغرب اور وہ یورپین وامریکن جو خود کو اس دنیا میں سب سے زیادہ ذہین وعقل مند اور ترقی یافتہ سمجھتے ہیں۔ ایسے حضرات کی عقلوں کو جھنجھوڑنے کیلئے بھی یہ حدیث کافی ہے جس میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے امن وسلامتی اور دہشت گردی وتشدد پسندی کے حوالے سے اسلام کے موقف کو بالکل واضح بیان کردیا۔ یہ تاریخ ساز جملے ادا فرما کر کہ

''اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ'' کہ مسلمان تو ہے ہی وہ جس کی زبان اور ہاتھ بھی کسی دوسرے کیلئے اذیت وتکلیف کا باعث نہ بنے۔ اور صرف قول سے نہیں بلکہ اپنے سنہری دور میں قول وفعل سے بھی یہ ثابت کر کے دکھا دیا۔ پھر افسوس صد افسوس ہے ان عالمی منصفوں پر، عالمی انصاف فراہم کرنے والی عدالتوں پر کہ وہ مصنوعی اسلام کا لبادہ اوڑھنے والے مولوی جو دہشت گردی وقتل وغارت جیسے قبیح افعال میں ملوث ہیں اور وہ اس جیسی ہزاروں احادیث وقرآن کی آیات کی رو سے مسلمانوں کی فہرست سے ہی نکل چکے ہیں لیکن وہ عالمی منصف ایسے لوگوں کو اسلام کا نمائندہ بنا کر صرف میڈیا کے سامنے ہی پیش نہیں کرتے۔ بلکہ کھربوں ڈالر ایسے لوگوں کو بنانے اور پیدا کرنے کیلئے خرچ کر دیتے ہیں۔ کیا یہی انصاف وعقل مندی ہے کہ اسلام کی دشمنی اور بغض میں پوری دنیا کے لوگوں کو دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا دیا جائے، آگ میں جھونک دیا جائے۔ کیا اسی کو عالمی انصاف اور انسانی حقوق کی حفاظت کا نام دیا جائے؟

مہاجر کی تحقیق

''مُهَاجِر'' هَاجَرَ، يُهَاجِرُ سے اسم فاعل (Subjective Case) کا صیغہ ہے۔

لغوی: اعتبار سے یہ لفظ ''هَجَرَ'' سے نکلا ہے جس کے معنیٰ چھوڑنے کے ہیں۔ یعنی مطلقاً کسی بھی چیز کو ترک کر دینا، چھوڑنا۔ مثلاً اگر زید طلبِ علم کیلئے دنیاوی لذتوں اور عیش وآرام کو چھوڑ دیتا ہے تو اس چھوڑنے کو تعبیر کرنے کیلئے یوں کہا جائے گا کہ هَجَرَ زَيْدٌ لَذَّاتِ الدُّنْيَا لِطَلَبِ الْعِلْمِ، یعنی زید نے دنیاوی لذتوں کو چھوڑ دیا علم حاصل کرنے کیلئے

اصطلاحی: اعتبار سے مہاجر اس کو کہتے ہیں جو گھر بار اور وطن کو چھوڑ دیتا ہے۔ کسی اور وطن یا ملک میں آباد ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مہاجرین کو بھی اس لئے مہاجر کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے ملکوں اور وطنوں کو چھوڑا ہے۔ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام نے اسلام کی سربلندی واشاعت کیلئے انتہائی تکلیف ومشقت اٹھاتے ہوئے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ

کی طرف ہجرت کی۔ کہ جس کی وجہ سے انہیں اسلام میں اول مہاجرین کہا گیا۔ اسی طرح ہندوستان سے اسلام کے نام پر نیا ملک حاصل کرنے کیلئے لوگوں نے اپنے گھر بار اور اپنے اموال کو اور اپنے کاروبار کو چھوڑ کر پاکستان کی طرف ہجرت کی انہیں بھی مہاجر کہا جاتا ہے۔

ایک عجیب تصور/ اسلام کا نقطہ نظر

اس ضمن میں یہ بات بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوگی کہ آج کے دور میں مہاجر کا معنٰی ہی بدل چکا ہے۔ اب مہاجر اسے کہا جاتا ہے جو عالمی دہشت گرد اور سیاسی تنظیم کے بانی کا چاہنے والا ہو۔ اور وہ اسلام کے نام پر اپنے جان و مال لٹانے والا نہیں بلکہ وہ عالمی دہشت گرد کے کہنے پر دوسروں کی بے دریغ جان و مال لوٹنے والا ہو۔ تو ایسے شخص کو فخر سے مہاجر کا خطاب دیا جاتا ہے۔ لہٰذا وہ افراد جو اسی انداز میں مہاجر ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو ایک بار غور سے پڑھ لیں تو ان کے دل کانپ اٹھیں گے کیونکہ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مہاجر وہ کہلائے جنہوں نے اسلام کی سربلندی و اشاعت کیلئے اپنی اور اپنے جان و مال کی قربانیوں کے نظرانے پیش کئے اور اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مہاجر کی تعریف پیش کی وہ اس سے اگلا درجہ ہے کہ صرف ''اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَاجَرَ مَانَهَى اللّٰهُ عَنْهُ'' مہاجر وہ جو صرف جان و مال کی قربانی دے کر ہی وطن کو نہیں چھوڑتا۔ بلکہ ہر قسم کی ناجائز خواہشات کی بھی قربانی دے دیتا ہے۔ یعنی اس تعریف کی رو سے کسی کے دل میں اگر یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ کسی کی دکان کو آگ لگادوں۔ تو وہ مہاجر نہیں کہلائے گا کیونکہ اس نے ناجائز خواہشات کو نہیں چھوڑا۔ اگر کوئی معصوم بچوں کے باپ کو اپنے سیاسی قائد کے کہنے پر قتل کرنے کی خواہش بھی کرتا ہے تو اس تمنا کے پیدا ہوتے ہی اسلام کی رو سے مہاجر کا لقب اس سے چھین لیا جاتا ہے۔

****

بَابٌ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

حدیث بیان کی ہمیں سعید بن یحییٰ بن سعید الاموی القرشی نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں میرے والد نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں ابو بردۃ بن عبداللہ بن ابی بردۃ نے اپنے والد بردۃ سے اور آپ نے ابی موسیٰ سے وہ کہتے ہیں کہ کہا انہوں نے یا رسول اللہ ﷺ کونسا اسلام افضل ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس شخص سے محفوظ رہیں دوسرے مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے

عالم میں اعزاز وفضیلت اتباع مصطفیٰ ﷺ کے صدقے

اسلام سے پہلے انسانیت اس نہج تک پہنچ چکی تھی کہ وہ ننگے طواف کیا کرتے تھے، زندہ بچیوں کو درگور کردیا کرتے تھے۔ دشمنی میں کئی کئی نسلیں ختم ہوجاتی تھیں۔ لیکن جب وہ اتباع مصطفیٰ ﷺ میں آئے حضور کی معیت میں آئے، جب انہوں نے حضور ﷺ کے حکم کی پیروی کی، جب وہ اس راستے پر چلے جو راستہ میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بتایا ہوا تھا۔ تو وہ افضل اسلام میں داخل ہوگئے۔ یعنی اسلام سے پہلے ان کا حال وہ تھا۔ لیکن جب انہوں نے اتباع مصطفیٰ کو اپنایا تو وہ امت کے رہبر وپیشوا بن گئے۔

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

بَابٌ اِطْعَامُ الطَّعَامِ مِنَ الْاِسْلَامِ

کھانا کھلانا اسلام سے ہے

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَئَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَ تَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ

حدیث بیان کی ہمیں عمرو بن خالد نے وہ کہتے کہ حدیث بیان کی ہمیں لیث نے یزید رضی اللہ عنہ سے، اور وہ ابوالخیر سے، اور وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بے شک ایک شخص نے سوال کیا رسول اللہ ﷺ سے کونسا اسلام بہتر ہے فرمایا سرکار ﷺ نے کہ کھانا کھلانا اور سلام کرنا اس شخص کو جسے تو جانتا ہے یا نہیں

تُطْعِمُ الطَّعَامَ

پہلے حضور ﷺ نے مسلمان کی تعریف کی کہ مسلمان کب بنے گا۔ اب ''اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ'' فرما کر اس طرف اشارہ کیا کہ مسلمان بننے کے بعد اب تمام مسلمانوں میں سب سے نمایاں اور ممتاز مقام کیسے حاصل کرے گا۔ یعنی جب بندے نے اپنے ہاتھ کو ظلم سے روک لیا، دوسرے کا مال نہیں چھین رہا، دوسرے کی املاک کو آگ نہیں لگا رہا، دوسروں کے مال میں ڈاکہ نہیں ڈال رہا۔ تو کائنات کے والی محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ اب ان ہاتھوں سے سخاوت بھی کیا کر۔ یعنی اب ان ہاتھوں کو بھی خیر میں استعمال کر۔ یعنی لوگوں کو کھانا کھلا تو اب تو اعلیٰ ترین مسلمانوں کی فہرست میں شامل ہو جائے گا۔

تَقْرَءُ السَّلَامَ

اس زبان سے جب تو دوسروں کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ برا بھلا کہا کرتا تھا۔ تو اب جب دوسرا تیری زبان سے محفوظ ہو گیا۔ تو میرے پیارے حبیب ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں

سے اچھے طریقے سے کلام بھی کیا کرے یعنی جب تو دوسروں کو سلام کرے گا، اپنے پرائے کی تفریق نہ کرتے ہوئے تو محبت و دوستی میں، بھائی چارہ میں اضافہ ہوگا۔ تو اس طرح ایک خوبصورت مسلم معاشرہ تشکیل پا جائے گا۔

اعجازِ کلام حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

حدیثِ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظ ''آکل'' کا استعمال نہیں فرمایا۔ بلکہ لفظ ''طَعَامُ'' استعمال فرمایا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اکل کا لفظ صرف کھانے پر بولا جاتا ہے جبکہ طعام کا لفظ صرف کھانے پر ہی نہیں بلکہ پینے کی اشیاء پر بھی بولا جاتا ہے۔ ایسے لفظ کا انتخاب کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت پر کمالِ بلاغت و فصاحت کے ساتھ کرم فرمایا کہ جو کھانا کھلا سکتا ہے، یعنی جو کھانا کھلانے کی وسعت، طاقت رکھتا ہے تو وہ کھانا کھلا دے۔ اور جو کھانا نہیں کھلا سکتا۔ وہ صرف پانی بھی پلا دے تو رب کائنات کی رحمتوں سے اس کو بھی حصہ ملتا چلا جائے گا، اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمتِ واسعہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیثِ پاک میں یہ نہیں فرمایا کہ اگر مسلمان ہے تو کھلاؤ ورنہ نہیں۔ یعنی مؤمن ہونے کی قید نہیں لگائی بلکہ کلام کو مطلق رکھا۔ اور عربی کا قاعدہ ہے کہ مطلق کو مقید نہیں کیا جا سکتا۔ تو کائنات کے بادشاہ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحمتِ واسعہ کا اندازہ لگاؤ۔ کہ کھانا کھلانے کے ذریعے امن و محبت کا پرچار کرنے میں صرف مسلم کمیونٹی کو شامل نہیں کیا بلکہ کائنات میں بسنے والے ہر اس شخص کو اس محبت میں شامل کر لیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہیں بھی کرنا چاہتا۔ اگر اس سوچ، اس Massage کو غیر مسلم سمجھ لیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان کلمات پر غور کر لیں تو بغیر بتائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق بنتے چلے جائیں گے۔ کہ اس مذہب میں اتنی نرمی کہ ایک شخص نہیں مانتا پھر بھی اس پر اتنی رحمت و شفقت۔

بَابٌ مِنَ الْاِیْمَانِ اَنْ یُّحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

یہ ایمان میں سے ہے کہ پسند کرنا اپنے بھائی کیلئے وہ چیز جو اپنے لئے پسند کرتا ہے

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَعَنِ الْحُسَیْنِ الْمُعَلِّمِ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ

حدیث بیان کی ہمیں مسدد نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں یحیٰ نے شعبہ سے، اور آپ نے قتادہ سے اور آپ نے انس سے نبی کریم ﷺ اور حسین معلم سے انہوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہمیں قتادہ نے انس سے نبی کریم ﷺ سے فرمایا رسول اللہ نے نہیں ہو سکتا تم میں سے کوئی مؤمن حتیٰ کہ پسند کرے اپنے بھائی کیلئے وہ چیز جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

گذشتہ حدیث "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ" کہ مسلمان تو ہے ہی وہ جس کی زبان اور ہاتھ بھی کسی دوسرے کیلئے اذیت و تکلیف کا باعث نہ بنے۔ میں جب ظاہری اعضاء یعنی زبان اور ہاتھ سے امن و سلامتی کی ضمانت دلوا کر جب کامل مسلمان بنا دیا۔ تو اب اس حدیث "لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ" میں لفظ ایمان کا انتخاب کر کے اس امر کی اس کو ترغیب دے دی۔ کہ جس طرح تم ظاہری اعتبار سے کامل مسلمان بن گئے ہو۔ تو اب اسی طرح باطنی اعتبار سے بھی اگر اللہ کے قرب کا کمال چاہتے ہو، تو جس جس اچھے مقام پر پہنچنا چاہتے ہو، جن اچھی چیزوں کو، اشیاء کو، نعمتوں کو، کمالات کو، مقام و مرتبے کو، عزت و شہرت کو، اپنی ذات کیلئے پسند کرتے ہو۔ یعنی جن چیزوں کے خود خواہش مند ہو۔ ان تمام میں اپنے مسلمان بھائی کو بھی شامل کر لو۔ یہ شامل کرنا تمہیں ایمان کا اعلیٰ درجہ عطا کر دے گا اگر کوئی شخص اس حدیثِ پاک کی گہرائی میں جائے تو یہ ایک حدیث ہی آج کے اس پُرتشدد اور پُرفتن دور کے مسائل کے حل کیلئے کافی ہے۔

بَابٌ حُبُّ الرَّسُوْلِ ﷺ مِنَ الْاِیْمَانِ

رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا ایمان سے ہے

حَدَّثَنَا اَبُوْ الْیَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَیْبٌ، قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ

حدیث بیان کی ہمیں ابو یمان نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں شعیب نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں ابو زناد نے اعرج سے، اور آپ نے ابو ہریرۃ سے بیشک رسول ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے نہیں ہوسکتا مؤمن تم میں سے کوئی ایک یہاں تک کہ زیادہ محبوب ہو جاؤں میں اسے اپنے ماں، باپ اور اپنی اولاد، سے

☆: وہ حدیثِ پاک کہ جس کی شہرت پورے عالم میں ہے امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب بھی یہی باندھا کہ ایمان درحقیقت محبت مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا نام ہے۔

قسم کے ذریعے محبت مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت

حضور ﷺ نے اپنی محبت کی اہمیت کو بتانے کیلئے، اپنے مقام کو سمجھانے کیلئے، اپنے مقام و مرتبہ سے آشنا کرنے کیلئے قسم اٹھائی کے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ کامل مؤمن ہو ہی نہیں سکتا کہ جس کو میں اولاد، ماں، باپ اور تمام لوگوں سے بڑھ کر زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اس قسم اٹھانے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب کوئی بنیادی بات ہو اہم بات ہو، کسی بات کی اہمیت کو بیان کرنا مقصود ہو تو قسم اٹھائی جاسکتی ہے۔ یعنی حقیقتاً وہ بات اہم ہو لیکن فی الواقع ناظر اس کی اہمیت کو نا سمجھ رہا ہو تو اب اسے سمجھانے کیلئے اس چیز کی اہمیت سے آگاہ کرنے کیلئے قسم اٹھانا جائز ہے۔

اندازِ محبت

محبت قلبی میلان کا نام ہے۔ یعنی کسی شئی کی طرف دل کا راغب ہونا، مائل ہونا یہ فطرت انسانی میں سے ہے۔ کہ کبھی انسان کا دل خوبصورتی کی وجہ سے مائل ہوجاتا ہے، کبھی کسی کے حسن کلام کی وجہ سے متاثر ہوتا ہے۔ کبھی کسی کا علم اسے اپنا گرویدہ بنالیتا ہے، اور کبھی اس کا حسن خلق اپنی طرف مائل کرلیتا ہے۔ اور کبھی اس کا رعب اور دبدبہ اپنی طرف راغب کرلیتا ہے، اور کبھی مقام ومرتبہ بھی اسے اپنا گرویدہ بنالیتا ہے۔ اور کبھی وہ صرف اس لئے محبت کرتا ہے کہ اس نے اس پر احسان کیا، مصیبت سے اسے نجات دلائی، نئی زندگی عطا کی غرض کے مذکورہ اسباب میں سے کوئی سبب پایا جاتا ہے تو تب بندہ اس کا گرویدہ ہوجاتا ہے اس سے محبت کرتا ہے، اس کی طرف راغب ہوجاتا ہے ورنہ نہیں۔

اہم نکتہ

بظاہر حدیث پاک پڑھنے سے، حدیث کا مطالعہ کرنے سے۔ اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کو جبری محبت کا حکم دیا جارہا ہے کہ اپنے دل کو رسول ﷺ کی طرف مائل کرو۔ لیکن اگر غور کیا جائے اور صرف سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرلیں۔ تو انسان اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس دنیا کے اندر محبت کے جتنے اسباب پائے جاتے ہیں یا موجود ہیں۔ وہ سارے کے سارے بدرجہ اتم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تمام اسباب پہلے رب کائنات نے اپنے محبوب میں جمع کردیئے۔ بقول کسی شاعر کے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہماں دارند تو تنہا داری

اور پھر زبان محمد مصطفیٰ ﷺ سے اعلان کروایا کہ کمال ایمان کے درجے پر کوئی بندہ پہنچ ہی نہیں سکتا کہ جب تک میں اس کو ہر شئے سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ درحقیقت اس

طرف اشارہ کر دیا گیا کہ تمام اسباب محبت بھی موجود ہیں۔ پھر بھی محبت نہیں تو یہی وجہ ہے کہ جس کی وجہ سے تم کامیاب نہیں۔ یہ جبر نہیں بلکہ تمہارا قصور اور کوتاہی ہے۔ اب یہی وجہ ہے کہ جنہوں نے صرف آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ ہی نہیں رکھا بلکہ آپ ﷺ کی واقفیت میں تخصص کیا (Specialization) کیا تو وہ محبت کے کمال میں بھی اسی عروج پر پہنچے کہ قیامت تک آنیوالے ان جیسی محبت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ انہوں نے تمام چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنایا۔

زلف دیکھی ہے کہ نظروں نے گھٹا دیکھی ہے
بک گیا وہ جس نے محمد ﷺ کی ادا دیکھی ہے

نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کی تاثیر

يَا رَسُوْلَ اللهِ اَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ وَمِنْ نَفْسِكَ يَا عُمَرُ فَقَالَ عُمَرُ وَمِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ الْاٰنَ يَا عُمَرُ (فتح الباری)

یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے زیادہ محبوب ہیں ہر شئے سے سوائے اپنی جان کے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تیری جان سے بھی زیادہ محبوب ہونا ضروری ہے اے عمر! پس کہا حضرت عمرؓ نے کہ حضور اب آپ ﷺ مجھے جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اب تیرا ایمان کامل ہو گیا

☆: جس وقت سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ'' والی حدیث ارشاد فرمائی تو اس وقت حضرت عمرؓ موجود تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہر چیز سے مجھے زیادہ عزیز ہیں مگر یا رسول اللہ ابھی بھی مجھے اپنی جان زیادہ پیاری ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''مِنْ نَفْسِكَ'' حضرت عمر نے عرض کی ''مِنْ نَفْسِيْ'' یا رسول اللہ ﷺ اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ یہ صرف ایک لمحے کی کہانی ہے۔ حدیث میں یہ نہیں آیا کہ حضرت عمرؓ کچھ دن گزرنے کے بعد حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یا کچھ وظائف اور مجاہدات کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ہو کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میں نے مجاہدات کر لئے، وظائف پڑھ لئے، نمازیں پڑھ لیں۔ جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے زیادہ عزیز ہو گئے اپنی جان سے۔ نہیں بلکہ اسی وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلب عمرؓ پر نگاہ ڈالی اور عمرؓ کے دل کی کیفیت کو تبدیل کر دیا۔ جس کے نتیجے میں حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ''مِنْ نَفْسِيْ'' اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

طیبہ سے منگائی جاتی ہے سینوں میں چھپائی جاتی ہے
توحید کی مے پیالوں سے نہیں نظروں سے پلائی جاتی ہے

باب: حَلَاوَةِ الْاِيْمَانِ

ایمان کی لذت

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ اَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَكْرَهَ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ

حدیث بیان کی ہمیں محمد بن مثنی نے اس نے کہا کہ حدیث بیان کی ہمیں عبدالوہاب ثقفی نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں ایوب نے اپنے والد قلابہ سے انہوں نے انسؓ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتیں جس میں ہوں اس نے ایمان کی مٹھاس پالی یہ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبوب ہوں اور یہ کہ آدمی کسی سے محبت نہ رکھے مگر اللہ کیلئے، اور کفر کی طرف لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو نہ پسند کرتا ہے۔

ابواب میں کمال ترتیب

گذشتہ باب کو امام بخاریؒ نے ''حُبُّ الرَّسُوْلِ مِنَ الْاِیْمَانِ'' کی ہیڈنگ دے کر ''لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ'' والی حدیث کو ذکر کیا اور اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ ایمان کا کمال ذات حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے حاصل ہوتا ہے اور اس کے فوراً بعد حلاوۃ ایمان کی ہیڈنگ دے کر اس میں حلاوۃ الایمان والی حدیث کو ذکر کر کے اس بات کو واضح کر دیا کہ پھل میٹھا اس وقت دیتا ہے جب وہ پک جاتا ہے، کمال پر پہنچتا ہے، عروج پر پہنچتا ہے تو اسی طرح انسان بھی ایمان کی حلاوت تب پاتا ہے جب وہ محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عروج حاصل کر لیتا ہے، کمال حاصل کر لیتا ہے۔

بلاغت حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس حدیث پاک سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غیر حسی شے (محبت) کو ایک حسی شے (حلاوۃ) سے تشبیہ دے کر کمال بلاغت کا اظہار فرمایا کہ وہ چیز جس تک انسانی ادراک و فہم نہیں پہنچ سکتا تھا، انسانی عقل نہیں پہنچ سکتی تھی میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کو اس شے کا ادراک بھی کروا دیا، اور ذائقہ بھی چکھا دیا۔

تو اس کے بعد یہ بھی بتانا تھا کہ وہ کس مقام پر پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس حدیث پاک میں جب یہ بیان کیا گیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبت کرتا ہے تو لہٰذا یعنی ان دونوں کو زیادہ محبوب سمجھنے کے بعد اب وہ ایمان کے کس مرتبے پر پہنچے گا۔ اس کا مقام و مرتبہ کیا ہوگا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب رکھنے کے بعد جو لذت ملتی ہے، جو چیز ملتی ہے وہ بڑے سے بڑا دانشمند بھی نہیں بتا سکتا تھا۔ لیکن سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتہائی خوبصورت انداز میں حسی چیز کے ساتھ تشبیہ دے کر فرمایا کہ جس طرح تم شہد جیسی میٹھی چیز

استعمال کرتے ہو، میٹھاس کی لذت محسوس کرتے ہو، لطف اندوز ہوتے ہوتو اس طرح جو کائنات میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ تو وہ اس سے بھی بڑھ کر ایمان کی حلاوۃ پاتا ہے۔

استعارہ: اس کو بلغاء عرب استعارہ سے تعبیر کرتے ہیں کہ جس میں مشبہ (ایمان) کو ذکر کیا جائے اور مشبہ بہ (شہد) جس سے تشبیہ دی جارہی ہے اس کو حذف کر کے اور حرف تشبیہ کو بھی حذف کر کے مشبہ اور مشبہ بہ کے لوازمات ذکر کر کے اور پھر اپنی بات کو ذہن کے خوبصورت پیرائے میں راسخ کر دیا جائے۔

مِمَّا اور مِمَّنْ کا فرق

اس مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث پاک میں یہ لفظ ارشاد فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا زیادہ محبوب ہیں پر اس چیز سے جو ان دونوں کے سوا ہے۔

اس مقام پر علماء فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''مِمَّا'' ذکر کیا جبکہ ''مِمَّنْ'' ذکر نہیں کیا حالانکہ ''مِمَّنْ'' کا معنیٰ ''جو'' ہے اور ''مِمَّا'' کا معنیٰ بھی ''جو'' ہے۔ لیکن اس باریک فرق کو قاری یعنی پڑھنے والے اور سننے والے کے ذہن مین راسخ کرنا مقصود تھا کہ ''مِمَّنْ'' ذوالعقول یعنی عقلمند کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اور ''مِمَّا'' غیر ذوالعقول یعنی بے جان چیز کیلئے استعمال ہوتا ہے تو اس مقام پر ''مِمَّا سِوَاهُمَا'' کہہ کر یہ بتادیا کہ کائنات میں خواہ جو کوئی ذوالعقول ہو یا غیر ذوالعقول ہو۔ مثلاً کاروبار، بیوی بچے، مال مویشی، جان وغیرہ سب جاندار یا بے جان اشیاء جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ محبوب ہو جائے تو تم ایمان کی میٹھاس کو پالو گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اپنے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے اس درجے پر پہنچائے، اور پھر ایمان کی میٹھاس عطا فرمائے۔ آمین۔

بَابٌ عَلَامَةُ الْاِيْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ

انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے

حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اٰيَةُ الْاِيْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَاٰيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ

حدیث بیان کی ہمیں ابو ولید نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں شعبہ نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی عبداللہ بن عبداللہ بن جبیرؒ نے وہ کہتے ہیں کہ سنا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے عداوت رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

انصار کی تعریف

انصار ''نَصَرَ'' سے ہے جس کے معنیٰ مدد کے ہیں۔ یعنی وہ صحابہ جنہوں نے حضور ﷺ کی مدد اس انداز میں کی کہ ان کا نام ہی انصار یعنی اللہ کے دین کے مددگار پڑ گیا۔ یعنی وہ صحابہ جنہوں نے اپنی جان، مال، اولاد سب کچھ حضور ﷺ پر قربان کر دیا۔ اور حضور ﷺ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کیلئے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اور صرف زبانی کلامی دعوے نہیں کئے بلکہ جب وقت آیا تو سب کچھ قربان کر دیا۔ اب قیامت تک انہیں انصار کے نام سے یاد کیا جائے گا۔ اس پاک گروہ کا ذکر خالق کائنات نے جس محبت بھرے انداز سے کیا ہے وہ آپ کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے ''وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا'' اور وہ لوگ جنہوں نے جگہ دی، اور مدد کی یہی حقیقی مومن ہیں۔

جزائے محبت حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ صحابہ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح محبت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو اپنا مسکن بنا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی کیلئے۔ تو پھر میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جزا یہ عطا فرمائی کے ان کی محبت کو علامت ایمان قرار دے دیا۔ اوران کے بغض کو علامت نفاق قرار دے دیا۔

باب: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بیعت کا ذکر

حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَنَا اَبُو اِدْرِيْسَ عَائِذُ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ اَحَدُ نُقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَّفٰی مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فِی الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰی ذٰلِكَ

حدیث بیان کی ہمیں ابوالیمان نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں شعیب نے زہری سے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ نے عبادۃ بن صامت سے کہ جو غزوۂ بدر میں شریک تھے اور بیعت عقبہ والوں میں ایک نقیب تھے کہ شمع رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھرمٹ میں لیا ہوا تھا پروانوں نے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر بیعت لی کہ بے شک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، اور چوری نہیں کرو گے، اور زنا نہیں کرو گے، اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، اور نہیں باندھو گے بہتان جان بوجھ کر آپس میں کسی پر اور نیکی کے کاموں میں نافرمانی نہیں کرو گے، تم میں سے جس نے یہ عہد پورا کیا تو اس کا اجر اللہ پر

ہے، اور جو ان میں سے کسی میں مبتلا ہوا اس دنیا میں اس کی سزا کفارہ ہوگا۔ اور جس نے ان میں سے کوئی کام کیا پھر اللہ نے اس پر پردہ ڈالا پس وہ اللہ پر ہے کہ وہ چاہے تو معاف کر دے اور اگر چاہے تو سزا دے ہم نے اس بات پر آپ سے بیعت کی۔

بیعت کا ثبوت

وہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں کہ بیعت کرنا بدعت ہے، شرک ہے۔ کہیں سے ثابت نہیں ہے۔ ایسی فکر اور سوچ رکھنے والے لوگوں کیلئے بخاری شریف کی حدیث کے یہ الفاظ کافی ہیں کہ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو فرمایا کہ "بَایِعُوْنِیْ" میری بیعت کرو ۱:۔ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے۔ ۲:۔ چوری نہیں کرو گے۔ ۳:۔ زناء نہیں کرو گے۔ ۴:۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے۔ ۵:۔ جان بوجھ کر کسی پر بہتان نہیں باندھو گے۔ ۶:۔ اور نیکی کے کاموں میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ لہٰذا آج بھی صوفیاء صالحین، کاملین، مرشدین حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے اسی طریقے پر لوگوں کو بیعت کرتے ہیں۔ اس میں کونسی بات بدعت و شرک ہے بلکہ شرک نہ کرنے کا تو وعدہ لیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے

بیع کی لغوی، اصطلاحی تعریف

بیع لغت میں کہتے ہیں "مُبَادَلَۃُ الْمَالِ بِالْمَالِ" مبادلہ کرنا مال کے بدلے مال کا یعنی جس طرح خرید و فروخت کے اندر ایک طرف سے چیز دے رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف سے پیسے دے رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہاں پر بھی مشابہت پائی جاتی ہے کہ جب صحابہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت لی، یا ہم مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں۔ تو اب یہ معنیٰ ہوگا کہ جب ہم نے اپنا ہاتھ مرشد کے ہاتھ میں دے دیا۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دیا تو اب ہاتھ کے بدلے میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اجر و ثواب عطا کر دیا۔ یعنی اپنے ساتھ جنت میں لے جانے کا وعدہ کر دیا۔

عطائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطائے خدا

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ ''بَایِعُوْنِیْ'' کہ میری بیعت کرو، میرے ہاتھ میں ہاتھ دو۔ اور عہد کرو کہ فلاں فلاں برا کام نہیں کرو گے۔ تو صحابہ نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ'' کہ اس کا اجر اللہ تعالیٰ عطا کرے گا۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ معاہدہ تو حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے، ہاتھ تو حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دیا ہے تو جزا بھی حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دینی چاہئے۔ لیکن جزا کیلئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ''فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ'' اللہ اجر و ثواب عطا کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اللہ کی عطا میری عطا ہے اور میری عطا اللہ کی عطا ہے۔

بیعت میں ترتیب کا خیال

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت لیتے وقت سب سے پہلے ''لَا تُشْرِکُوْا'' فرما کر عقیدے کی درستگی پر زور دیا۔ پھر اس کے بعد چوری، زناء وغیرہ کا ذکر فرما کر عمل کی اصلاح کی طرف اشارہ فرمادیا۔ آج اس دور میں بھی عالم، باعمل مرشد، صالحین، کاملین اسی طریقے پر چلتے ہوئے پہلے عقیدے کی درستگی پر زور دیتے ہیں اور بعد میں عمل کی اصلاح پر۔

******

باب: مِنَ الدِّيْنِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنِ

فتنوں سے بھاگنا دین کا ایک حصہ ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ صَعْصَعَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْشِكُ اَنْ يَكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ

حدیث بیان کی ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے مالک سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعۃ سے انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے سعید الخذری ؓ سے کہ بے شک وہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ عنقریب مسلمان کا بہترین مال اس کی بکریاں ہونگیں جن کو لیکر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور وادیوں میں چلا جائے گا اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کی خاطر

عزلت نشینی افضل ہے یا میل جول

بعض علماء وصوفیاء کا نظریہ، مسلک یہ ہے کہ ہر حال میں عزلت نشینی یعنی لوگوں سے علیحدہ رہ کر عبادت میں مشغول رہنا اور اپنے خالق کی طرف متوجہ رہنا افضل ہے۔ جبکہ بعض علماء وصوفیاء کی رائے یہ ہے کہ مخلوق کے ساتھ رہ کر خالق کو یاد کرنا یہ افضل ہے۔

اقوال میں تطبیق اس طرح دی جائے گی جو کہ جمہور علماء وصوفیا کا مسلک بھی ہے کہ اگر مخلوق کے ساتھ رہ کر اپنے دین اور ایمان کی حفاظت کر سکتا ہے۔ فحاشی، عریانی، بدکاری اور ان جیسے بے شمار گناہوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے، بچا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی بچنے کی تلقین کر سکتا ہے۔ ان کیلئے بھی مشعلِ راہ بن سکتا ہے تو ایسی صورت میں تنہائی، عزلت نشینی بہتر نہیں۔ بلکہ لوگوں کے ساتھ میل جول رکھ کر طاعت کی بجا آوری اور عبادت کی

ادائیگی کرنا افضل ہے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ شخص حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو انتہائی مشقتیں اور تکلیفیں جھیل کر ادا کر رہا ہے اور یہ انتہائی مشکل کام ہے۔ جس پر اللہ کا فضل ہوتا ہے، جس کو وہ منتخب کرتا ہے، منتخب فرماتا ہے وہی اس راہ میں سرخرو ہوتا ہے ''ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ'' یہی وجہ ہے کہ اکثر صالحین اور کاملین کی سیرت مقدسہ پر، ان کی زندگیوں پر، ان کی حیات طیبہ پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوگا کہ اکثر صالحین و کاملین کی تمنا ہوتی تھی کہ وہ عزلت نشینی اختیار کر لیں۔ مخلوق سے رابطہ توڑ کر صرف خالق سے رابطہ جوڑ لیں۔ لیکن ان کو القاء ہوتا، الہام ہوتا کہ تم سے ہزاروں، لاکھوں لوگوں کو مستفید ہونا ہے، راہِ ہدایت پانی ہے۔ لہٰذا اپنی تمنا پر ہماری رضا کو ترجیح دو مخلوق میں جا کر ہم سے رابطہ رکھو۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان میں جا کر ان کا بھی ہم سے رابطہ جوڑو۔

عزلت نشینی کی چاشنی

گذشتہ سطور میں ذکر کیا گیا کہ تمام کاملین و صالحین۔ خواہ امام اعظمؒ ہوں، حضور غوثِ اعظمؓ ہوں، امام ربانیؒ ہوں یا آج تک کے صوفیاء و صالحین خواہ الشاہ رکن الدین الوریؒ ہوں، الشاہ مفتی محمد محمود الوریؒ ہوں خواجہ غلام حسن سواگ ہوں تمام کی یہ تمنا ہوتی تھی، خواہش ہوتی تھی کہ عزلت نشینی اختیار کریں، تنہائی اور خلوت میں بسیرا کیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عزلت نشینی میں، علیحدگی میں وہ مزا ہے کہ یہ جس نے چکھا ہے وہی بیان کر سکتا ہے۔ اور جس نے یہ مزہ چکھا ہی نہیں وہ کیا بیان کرے گا۔ حتیٰ کہ ہم سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مقدسہ کو دیکھیں تو ہمیں بخوبی اندازہ ہوگا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عزلت نشینی کس قدر محبوب تھی۔ تنہائی سے کس قدر لگن تھی کہ ''بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ'' کے اندر ''ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ'' فرما کر ''تنہائی کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے محبوب بنا دیا تھا''، پھر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی کئی راتیں غار میں خلوت نشینی اختیار فرما لیتے ''يَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ'' اگر میرا حبیب گھر رکنا چاہتا تو رک جاتا۔ گھر والوں کی محبت آپ کو روک لیتی۔ لیکن نہیں میرا حبیب توشہ لیکر

دوبارہ تنہائی کی طرف لوٹ جاتا۔ یہ انتہائی مشکل امر ہے جیسا کہ فقیر نے ذکر کیا۔ لیکن جس پر اللہ کا کرم ہو جائے، فضل ہو جائے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے قیامت تک آنے والے کاملین اور صالحین کو مخلوق کے ساتھ رہنے کا حکم بھی دیا جاتا ہے اور ان کی کدورتوں اور کڑواہٹوں کو برداشت کرنے کے ساتھ ان کی عزلت نشینی کی چاشنی اور حلاوت کو بھی برقرار رکھا جاتا ہے۔

لیکن اگر: مخلوق کے ساتھ رہ کر اپنے دین اور ایمان کی حفاظت نہیں کر سکتا، اس کو بچا نہیں سکتا۔ بلکہ فحاشی، عریانی، رشوت خوری، حرام خوری، سود اور ان جیسے بے شمار گناہوں میں ملوث ہونے کا خطرہ ہے، ڈر ہے کہ وہ قتل و غارت گری کے اندر ملوث ہو جائے گا۔ یا زناء فحاشی اور قبیح افعال کا عادی ہو جائے گا، سود خوری اور رشوت خوری کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لے گا۔ اور اس گناہ آلود زندگی سے چھٹکارا پانے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تو خلوت نشینی اختیار کرنا بہتر ہے۔ جس قدر گناہوں کی زندگی میں ملوث ہونے کا خطرہ بڑھتا جائے گا، زیادہ ہوتا چلا جائے گا تو حکم کی شدت میں بھی بتدریج اضافہ ہوتا چلا ئے جائے گا۔ یعنی پھر عزلت نشینی بہتر نہیں، افضل نہیں بلکہ اس وقت عزلت نشینی واجب اور فرض کے درجے پر آجائے گی۔ اور اسی طرف حدیث اشارہ کر رہی ہے کہ قربِ قیامت یعنی آخری دور میں انسان کا بہترین مال بکریاں ہوگا۔ اور وہ ان کو ہانکتا ہوا پہاڑ کی چوٹیوں اور وادیوں کی طرف لے جائے گا، مخلوق سے رابطہ توڑ لے گا تاکہ اس کا دین سلامت رہ سکے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو کتاب الایمان میں لا کر اور یہ باب (بَابٌ مِنَ الدِّيْنِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنِ) باندھ کر یہ بات واضح کر دی۔ کہ اب اگر کوئی آخری دور میں عزلت نشینی اختیار کرتا ہے تو یہ بھی اس کے ایمان کے بڑھنے کی نشانی ہے۔ اس کے سچے مؤمن ہونے کی علامت ہے۔

اعلیٰ کی نسبت اعلیٰ بنا دیتی ہے

اس حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی۔ اور وہ ان کو ہانکتا ہوا پہاڑوں کی چوٹیوں اور وادیوں کی طرف لے جائے گا۔ اس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریوں کو بہترین مال کے ساتھ مخصوص کیوں کیا حالانکہ بہترین مال اور بھی بہت ہیں۔ مثلاً: مویشیوں کے اندر اونٹ ہے نقد کے اندر درہم ہیں، دینار ہیں، سونا ہے، چاندی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی اور مال کا ذکر نہیں کیا صرف بکریوں کو بہترین مال فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟

علماء فرماتے ہیں: کہ بے شک مال تو اور بھی موجود ہیں اور ایک سے ایک عمدہ ہے۔ لیکن بکریوں کا مال وہ مال ہے کہ جس کو انبیاء کرام سے نسبت ہے۔ کیونکہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمیت تقریباً تمام انبیاء نے بکریاں چرائی ہیں۔ تو اس نسبت نے بکریوں کو تمام مالوں سے افضل بنا دیا۔ تو معلوم یہ ہوا کہ اگر حقیر شئ کو بھی (جیسے بکریاں) کسی اعلیٰ شئے سے نسبت ہو جاتی ہے تو وہ بھی اعلیٰ ہو جاتی ہے، افضل ہو جاتی ہے اسی لئے ہم امتی اپنے کرتوتوں، سیاہکاریوں، بدکاریوں کے باوجود اپنی نسبت اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جوڑنے کیلئے عمر بھر کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ نسبت قبول ہو گئی تو ہمارا بھی بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور اسی وجہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنی نسبت صالحین و کاملین سے بھی جوڑتے ہیں کہ کل قیامت کے دن ان کی نسبت ہمیں نفع دے گی۔

نیت کا صحیح ہونا/ درست ہونا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''یَفِرُّ بِدِیْنِہٖ مِنَ الْفِتَنِ'' کے جملے کو ذکر کر کے یہ نکتہ بھی بیان فرما دیا کہ وہ اعلیٰ مال جس کو انسان لیکر عزلت نشینی کیلئے جدا ہو رہا ہے۔ تو یہ عزلت نشینی اس وقت باعث اجر و ثواب ہو گی، ایمان کی زیادتی کا سبب بنے گی کہ جب بندے کی نیت یہ ہو کہ وہ دین کو بچانے کیلئے عزلت نشینی اختیار کر رہا ہے۔ تاکہ وہ گناہوں سے بچ جائے، اللہ کے

احکامات کو بجالا کر سرخرو ہو جائے۔ اس کے برعکس اگر وہ اس نیت سے عزلت نشینی اختیار کر رہا ہے کہ دنیا سے دور رہ کر ان کی دیکھ بھال اچھی ہوگی یا Cattle Farm میں اضافہ ہو جائے گا تو وہ اس اجر و ثواب کا مستحق نہیں ہوگا جس کا حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

★★★★★

باب: قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور بیشک معرفت دل کا فعل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول اور لیکن وہ تمہیں ان چیزوں پر پکڑے گا جو تمہارے دلوں نے کمائیں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِذَا اَمَرَهُمْ اَمَرَهُمْ مِنَ الْاَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ قَالُوْا اِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ فَيَغْضَبُ حَتّٰى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اِنَّ اَتْقَاكُمْ وَاَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ اَنَا۔

حدیث بیان کی ہمیں محمد بن سلام نے وہ کہتے ہیں کہ عبدۃ نے ہشام سے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے آپؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حکم دیتے تو ان کاموں کا حکم دیتے جو ان کی طاقت میں ہوتا، لوگوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ جیسے تو نہیں ہیں، کہ بے شک رب نے آپ کیلئے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیے ہیں، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پہ ناراضگی نمایاں تھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے زیادہ متقی اور خدا کو جاننے والا ہوں۔

اسلام کا اپنے Follower کا خیال رکھنا

اس حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرمارہی ہیں کہ (اِذَا اَمَرَهُمْ اَمَرَهُمْ بِمَا يُطِيقُوْنَ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے صحابہ کو حکم دیتے تو ان چیزوں کا حکم دیتے تھے جن کی وہ طاقت رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل تمام اقوام عالم کو اسلام کے سمجھنے کی دعوت دے رہا ہے۔ اور اسلام سے قریب ہونے کی دعوت دے رہا ہے۔ کیونکہ اگر ہم مختلف مذاہب میں غور کریں تو ہمیں اس بات کا اندازہ ہوگا کہ بسا اوقات دوسرے مذاہب اور ادیان میں اپنے Follower کو ان چیزوں کے کرنے کا حکم دیا جاتا ہے کہ جن کی وہ طاقت نہیں رکھتے۔ یعنی ان کی برداشت سے باہر ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم عیسائیت کو دیکھیں تو مذہب عیسائیت میں اگر کسی کو اللہ کا قرب حاصل کرنا ہو، اعلیٰ مقام، مرتبے پر پہنچنا ہو تو ان کو رہبانیت اختیار کرنی پڑے گی۔ یعنی دنیا سے قطع تعلقی اختیار کرنی پڑے گی، شادی کے تصور کو ہی ختم کرنا پڑے گا۔ اگرچہ بظاہر تو وہ راہب یا پادری کے منصب پر فائز ہو گیا۔ لیکن چونکہ یہ انسانی فطرت کے خلاف تھا، انسان اس عمل کی طاقت نہیں رکھتا، برداشت نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ چرچ اور کلیساؤں کے اندر آنے والی بہن اور بیٹیوں کے ساتھ وہ راہب، معزز پادری جو کر رہا ہوتا ہے۔ وہ مغربی میڈیا باوجود چھپانے کی کوششوں کے بھی نہیں چھپا پاتا۔ ایسی ہزاروں مثالیں دوسرے مذاہب اور ادیان میں موجود ہیں کہ جو انسانی طاقت اور قدرت میں نہیں۔ ان احکامات کے نافذ کرنے کا حکم دیا جارہا ہے، اس سے بڑھ کر کام کرنے کا حکم دیا جارہا ہوتا ہے۔ ان خود ساختہ Rules کی پابندی کا ذمے دار ٹھہرایا جارہا ہے۔ اور یہی ایک بہت بڑی وجہ ہے، اہلِ مغرب اور دوسرے ادیان و مذاہب کی نظر میں دین کو دنیا سے علیحدہ متصور کرنے کی اور نوجوان نسل کی اپنے اپنے ادیان سے متنفر اور باغی ہونے کی۔

لیکن قربان جائیے! اسلام کے انسانی فطرت کے مطابق ہونے پر کہ جس کا اظہار

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک کر رہی ہے۔ کہ جب بھی میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چاہنے والوں کو حکم دیتا ہے۔ یعنی اللہ کے احکامات کو بجالانے ''Follow''، کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تو ایسا نہیں ہوتا تھا کہ انسان اس کے کرنے سے عاجز آجائے، بشریت اس کی طاقت نہ رکھے۔ بلکہ وہ ایک ایسا عمل ہوتا تھا کہ معاشرے میں رہنے والا کمزور سے کمزور اور ناتواں شخص بھی اس کو آسانی اور خوشی سے انجام دے دیا کرتا تھا اسی طرح اگر ہم اسلام کے احکامات پر نظر ڈالیں۔

مثلاً نماز

نماز دن میں پانچ مرتبہ فرض کردی یعنی دن میں چوبیس گھنٹوں میں پانچ دفعہ پیدا کرنے والے اور نعمتیں عطا کرنے والے کہ حضور شکر ادا کرنے کیلئے حکم دیا گیا۔ یعنی اگر تمام اوقات کا ایوریج ٹائم نکالا جائے تو زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے بنتے ہیں۔ یعنی بائیس گھنٹے تمہارے معاملات اور دنیاوی امور کو سرانجام دینے کیلئے اور صرف ڈیڑھ سے دو گھنٹے تمہیں اللہ کی بارگاہ میں شکر ادا کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ کہ تم مالک حقیقی کا شکر ادا کرو اگر تم اس ذات کا شکر ادا کرو گے تو خالق کائنات تمہاری نعمتوں میں اضافہ کردے گا۔ ''لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ''

زکوۃ

زکوۃ کا معاملہ ہو تو سو میں سے ساڑھے ستانوے روپے گھر بار کے اخراجات کیلئے اور صرف اڑھائی روپے اس ذات کیلئے جو مزید یہ اعلان فرمارہا ہے۔ ''مَنۡ يُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا'' وہ کریم کہ جو خود ہی عطا کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کون ہے جو اللہ کو قرض دے اور جو اس کی راہ میں خرچ کردے گا تو پھر دوبارہ اعلان فرماتا ہے کہ ''وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ'' اور جس کو اللہ چاہتا ہے دوگنہ عطا کردیتا ہے۔

حج

اسی طرح اگر حج کو دیکھا جائے تو ''مَنِ اسْتَطَاعَ'' کے ذریعے اسلام نے قید لگادی کہ پہلے تم اپنا خیال رکھو، اپنے گھر والوں کا خیال رکھو۔ اس کے بعد اگر طاقت ہے، قدرت ہے، پیسا ہے تو زندگی میں ایک بار حج کرلو۔

☆: اس حدیث کی گہرائی (Deep) میں جائے بغیر، مطالعہ کئے بغیر کیا یہ اندازہ نہیں ہوتا، کیا اس کی عظمت کا یقین دلوں میں راسخ نہیں ہوجاتا، کیا اس دنیا میں کوئی اور مذہب ہے؟ جو اپنے چاہنے والوں کا اس حد تک خیال رکھے۔ رب کعبہ کی قسم دنیا میں جتنے ادیان ہیں ان میں غور کرلو، آخر کار اسی نتیجے پر پہنچو گے۔ کہ اگر کوئی دین ہے کہ جس میں اس حد تک نرمی، آسانی، سہولت جو اپنے چاہنے والوں کا اس حد تک خیال رکھتا ہے، تو محمد مصطفیٰ ﷺ کا دین دین اسلام ہے۔ (سبحان اللہ)

اب اگر کوئی گہرائی میں جا کر Deep میں جا کر اس حدیث پر نظر ڈالتا ہے تو اس پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ صحابہ کرام کے یہ جملے کہنا ''اِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ'' کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کی طرح نہیں یعنی ہم سے تو خطائیں بھی زیادہ سرزد ہوتی ہیں۔ تو اس کے مقابلے میں اعمال کا حکم بھی زیادہ دیا جاتا گویا کہ صحابہ کے یہ الفاظ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ جو اسلام کے احکامات کو Deep میں جا کر، گہرائی میں جا کر سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو پھر وہ مزید بوجھ بار لادنے پر بخوشی راضی ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں اور حکم کیوں نہیں دیتے۔ کیا اسلام کا مقام ہے۔ سبحان اللہ!

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غصے کی وجہ

اس مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صحابہ کے یہ جملے سنے "اِنَّا لَسْنَا کَھَیْئَتِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ" تو غصے کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے مبارک پر اسلئے ظاہر ہوئے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بہتر سمجھتا ہے حکم دے رہا ہے۔ ان عالمی، آفاقی، پیغامات کو اپنی ذاتی خواہش کی بنا پر دین کو تباہ و برباد نہ کرو۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے تحریفیں کر کر کے اصل ادیان کی شکلیں بگاڑ دیں بوجہ علام الغیوب ہونے کے جو احکامات اس نے بیان کئے اب انفرادی طاقتوں کی وجہ سے اسے تباہ نہ کرو۔ کیونکہ اگر میں حکم دے دوں گا تو دوسروں پر بھی فرض اور ضروری ہو جائے گا جو ان کے کرنے کی طاقت نہیں رکھتے

اَنَا اَعْلَمُکُمْ وَ اَتْقٰکُمْ / عظیم جملے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بے شک تم میں سے سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا اور علم رکھنے والا میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جملہ، حدیث جس کو امام بخاریؒ یہ ہیڈنگ دے رہے ہیں کہ "اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰهِ" ایک بار وہ لوگ غور کر لیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم پر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام و مرتبے پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جو خرافات بکتے ہیں۔ صرف ایک بار دل کی آنکھوں سے اس جملے کو پڑھ لیں تو پھر وہ یہ خرافات نہیں بکیں گے۔ تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ تمہیں علم سے جو جو حصہ مل رہا ہے یا دوسری فیلڈ کے اندر جس جس کو جو علم مل رہا ہے۔ قیامت تک جو آئیں گے ان تمام سے بڑھ کر "اَنَا اَعْلَمُکُمْ وَ اَتْقٰکُمْ" زیادہ علم رکھنے والا اور ڈرنے والا میں ہوں۔ اس حکم میں قیامت تک آنے والے سب افراد شامل ہیں

علم اور عرفان میں فرق/لطیف نکتہ

اس مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''اَعْلَمُ'' کے لفظ کا استعمال فرمایا ''اَعْرَفُ'' نہیں فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ''اَعْرَفُ'' عرف سے ہے جس کا معنی ہے چند جزئیات کا جاننا۔ اور ''اَعْلَمُ''، عَلِمَ سے ہے اور علم کا لفظ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں کلیات کو جانا جائے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو عارف نہیں کہا جا سکتا عَالِمٌ یا عَلَّام، عَلِیْم کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ اور اس مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''اَعْلَمُ'' فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ'' کہ وہ ذات جس سے میں علم لے رہا ہوں، اس کا علم خود بے کنار سمندر ہے۔ یعنی یہ میرا علم ہے کہ میں اپنے بارے میں ''اَعْلَمُ'' کہہ رہا ہوں تو رب کائنات کے علم کی کیا شان ہو گی۔ سبحان اللہ!

باب: مَنْ كَرِهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِى الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ

جو شخص کفر میں لوٹنے کو یوں ناپسند کرے جیسے نہیں پسند کرتا آگ میں ڈالے جانے کو

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ثَلٰثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَّكْرَهُ اَنْ يَّعُوْدَ فِى الْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ

ہمیں حدیث بیان کی سلیمان بن حرب نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شعبہ نے قتادہ سے انہوں نے انس سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جس میں تین چیزیں ہوں اس نے حاصل کر لیا ایمان کی لذت کو، جس کو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبوب ہوں اور جو شخص محبت کرتا ہے کسی انسان سے وہ نہیں محبت کرتا مگر اللہ کیلئے اور جو شخص ناپسند

کرے کفر میں لوٹنے کو بعد اس کے اللہ نے اسے بچالیا ہو جس طرح نہیں پسند کرتا یہ کہ اسے آگ میں ڈالا جائے

☆: اس کی بحث حلاوۃ الایمان میں گزر چکی ہے

******

باب: تَفَاضُلِ اَهْلِ الْاِيْمَانِ فِى الْاَعْمَالِ

اعمال کے لحاظ سے اہل ایمان کی ایک دوسرے پر فضیلت

حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْىَ الْمَازِنِىِّ عَنْ اَبِيْهِ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِىِّ عَنِ النَّبِىِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا قَدِاسْوَدُّوْا فَيُلْقَوْنَ فِىْ نَهْرِ الْحَيَا اَوِ الْحَيَاةِ شَكَّ مَالِكٌ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِىْ جَانِبِ السَّيْلِ اَلَمْ تَرَ اَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً قَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو اَلْحَيَاةِ وَقَالَ خَرْدَلٍ مِنْ خَيْرٍ

ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل نے وہ کہتے کہ مجھے حدیث بیان کی مالک نے، عمر بن یحیٰ المازنی سے انہوں نے اپنے والد سعید الخدری سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا کہ جب داخل ہو جائینگے جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں تو پھر اللہ فرمائے گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہے اسے نکال لو پس اس سے نکال لئے جائیں گے جو سیاہ ہو چکے ہونگے پس نہر حیاء یا حیات میں ڈالے جائیں گے۔ امام مالک کو شک ہے پس وہ یوں اگیں گے جیسے دانہ اُگتا ہے۔ جاری پانی کے کنارے میں کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ دانہ زرد رنگ پیچ در پیچ نکلتا ہے۔ ہمیں حدیث بیان کرتے ہوئے عمر نے وہیب نے کہا نہر حیات کہا اور کہا کہ رائی کے برابر بھلائی ہے۔

رب کریم کی اپنی مخلوقات کے ساتھ کمال محبت

اس حدیث پاک میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ "یَدْخُلُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ الْجَنَّۃَ"، "یَدْخُلُ اَھْلُ النَّارِ النَّارَ" جنت والے جنت میں جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں جائیں گے۔ یعنی یہاں اس مقام پر اہل الجنۃ کہہ کر یہ بتادیا کہ وہ لوگ جنہوں نے ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی بجا آوری کی حقوق اللہ ادا کئے حقوق العباد ادا کئے۔ جس سے روکا گیا اس سے رک گئے۔ اور جس کا حکم دیا گیا اس کو کیا۔ لہٰذا جنت ان کا گھر ہے یہ جنت کے مستحق ہیں جنت انہیں کیلئے بنائی گئی ہے۔ اور اہل النار کہہ کر یہ بتادیا کہ انہوں نے ساری زندگی گناہ کئے، چوری، زناء، فحاشی، میں عمر گزار دی، جوانی اور مستی میں لمحے کیلئے سجدے کا ہوش نہ تھا۔ انہوں نے ساری زندگی جو کمایا اس میں ایک روپیہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کیا۔ اب ان لوگوں کا مسکن دوزخ ہے۔ دوزخ انہیں کیلئے بنائی گئی ہے۔ دوزخ ان کا ابدی گھر ہے۔

لیکن قربان جائیں اس پیدا کرنے والے خالق پر جس نے ان کو تخلیق کیا تو اب جب ان کو آگ میں دیکھتا ہے تو اس کے اظہار سے عبارتیں اور الفاظ قاصر ہیں۔ رب کائنات فرشتوں کو حکم دے گا "اَخْرِجُوْا مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِیْمَانٍ" کہ اے ملائکہ اس نے زندگی میں لاکھ گناہ کئے ہیں۔ لیکن اس نے زندگی میں صرف ایک بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ دیا، میری واحدانیت کی، یکتا ہونے کی، ایک ہونے کی گواہی دے دی۔ تو اب اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دو۔ صرف یہی نہیں کہ دوزخ سے یا اس عذاب سے نکال دینے کا حکم دیا۔ بلکہ احسان در احسان، کرم بالائے کرم کہ اسے دوزخ سے نکال کر نہرِ حیات میں ڈالا جا رہا ہے، کہ ان کو حیات دوبارہ مل جائے، دوبارہ تر و تازہ ہو جائیں۔ کاش یہ مدہوش انسان اس فانی زندگی میں اس خالق کائنات کے کرم پر نظر ڈال لے تو اس کے کرم سے حیاء کرتے ہوئے اس کے قدم کبھی نافرمانی کی طرف نہ اٹھیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدُ اللهِ قَالَ ثَنَا اِبْرَاهِيمُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَفٍ اِنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهَا قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَادُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهٗ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الدِّيْنَ

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عبید اللہ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن سعد نے صالح سے انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے اپنے باپ اُمامۃ بن سہل بن حُنیف سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میں سویا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ لوگ مجھ پر پیش کئے جارہے ہیں اور اُن کے اوپر قمیص ہے بعض کی سینے تک اور بعض کی کچھ نیچے تک ہے اور مجھ پر عمر بن خطاب کو پیش کیا گیا اوران پر قمیص تھی جسے وہ گھسیٹ رہے تھے لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپنے کیا تعبیر لی فرمایا دین!

قمیص اور دین

اس حدیث پاک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب میں کچھ لوگوں کو پیش کیا گیا جنہوں نے قمیصیں پہنی ہوئی تھیں کچھ حضرات نے قمیصیں اس طرح پہنی ہوئی تھیں، زیب تن کی ہوئی تھی کہ جو سینے تک تھیں۔ اور کچھ نے اس طرح پہنی ہوئی تھیں کہ سینے سے کم تھیں اور کچھ کی سینے سے زیادہ۔ لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی قمیص اتنی لمبی تھی کہ جس کو آپ گھسیٹ رہے تھے۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خواب کی تعبیر پوچھی گئی کہ "فَمَا اَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الدِّيْنَ" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دین۔

اس مقام پر میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال فصاحت و بلاغت کا اظہار فرمایا کہ جس کو بلغاء تشبیہ بلیغ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی جس کی جس قدر قمیص لمبی ہے، جو لباس ساتر ہے یعنی

پورا ڈھانپنے والا ہے۔ اسی طرح اس کا دین بھی کامل ہے۔ اس مقام پر جہاں حضرت عمرؓ کے دین میں اعلیٰ مقام پر پہنچنے کو بیان فرمایا کہ وہ سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ تھے۔ پوری امت میں دینداری کے اعتبار سے ممتاز اہمیت کے حامل تھے اور صحابہ میں بھی ان صحابہ میں شامل تھے کہ جو دین اور ایمان کے سب سے افضل و اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ وہیں پر میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص کو دین کے ساتھ تشبیہ دے کر اپنی امت کو انتہائی فصیحانہ اور بلیغانہ انداز میں دین کے ساتھ وابستہ ہونے کا بھی درس دے دیا۔

ا۔ پہلے اس نقطے کی طرف اشارہ کیا کہ جس طرح قمیص عیب اور جسم کے داغ دھبوں کو چھپا لیتی ہے۔ یعنی اگر کسی کے جسم پر داغ دھبے ہوں اور وہ قمیص پہن لے تو وہ قمیص، وہ لباس اس کے جسم کے داغ دھبوں کو چھپا لیتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی دین کا لباس پہن لیتا ہے تو یہ دین اس کی خامیوں پر پردہ ڈال دیتا ہے، اس کی خامیوں کو چھپا دیتا۔ لوگوں کی طعن و تشنیع سے وہ بچ جاتا ہے، محفوظ ہو جاتا ہے۔

۲۔ دوسرا اس طرف اشارہ کر دیا کہ لباس یا قمیص پہننے کے بعد اگر لباس کامل پہنا ہوا ہے تو انسان باہر کی گندگی، کیچڑ، غلاظت سے بچ جاتا ہے۔ یعنی اگر کسی نے قمیص پہن لی ہے، لباس کامل پہنا ہوا ہے تو جب وہ راستے سے گزرتا ہے، گندگی کیچڑ اچھلتا ہے تو اس کا جسم بچ جاتا ہے۔ بلکہ وہ کیچڑ اس کے کپڑوں پر آجاتا ہے۔ وہ دنیا کی غلاظتوں سے بچ جاتا ہے۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال بلاغت کے ساتھ قمیص کو دین کے ساتھ تشبیہ دے کر اس بات کی وضاحت کر دی کہ اے مومنو، اے امتیو! جس طرح ظاہری لباس یا قمیص پہننے کے بعد تمہارے جسم کے عیوب، داغ دھبے ظاہر نہیں ہوتے لوگ اس پر مطلع نہیں ہوتے اور باہر کی گندگی اندر نہیں آتی۔ اسی طرح جب تم دین کا لباس پہن لو گے تو باہر کی غلاظتوں سے محفوظ ہو جاؤ گے اور اندر کی خامیوں کو اللہ چھپا دے گا، معاف فرما دے گا۔

باب: اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ

حیاء ایمان سے ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ عَلٰی رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ یَعِظُ اَخَاهُ فِی الْحَیَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَعْهُ فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ

ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن یوسف نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی مالک بن انس نے ابن شہاب سے انہوں نے سالم بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے والد سے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ انصار کے ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ نصیحت کر رہا تھا اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھوڑ دو پس بے شک حیاء ایمان میں سے ہے۔

ترقی کا دارومدار شرم وحیاء کی زیادتی پر

اس حدیث پاک میں چودہ سو سال بعد آنے والے حالات کو نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی بیان کر دیا کہ جس طرح آج ہمارے معاشرے میں بعض جدید ذہن رکھنے والے، اپنے آپ کو ترقی یافتہ گمان کرنے والے، مغربی، امریکی تہذیب کے دل دادہ، عریانی و فحاشی کے گرویدہ اور یورپی اور مغربی تہذیب کے عاشق میڈیا پر، اخبارات میں اور مختلف Talk Shows میں یہ اعلان کرتے ہوئے، تشہیر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ترقی کا دارومدار بولڈ ہونے پر ہے۔ اگر ہم نے ترقی کرنی ہے تو اسی جرأت کا مظاہر کرنا ہے۔ اکیسویں صدی میں داخل ہونا ہے تو ہمارے معاشرے کی نوجوان لڑکیاں اداکارائیں یہ کہتی ہوئی نظر آتی ہیں کہ نیم برہنہ لباس تو پہنا پڑے گا، برہنگی تو کرنی ہی پڑے گی، فحاش جملوں کا تبادلہ کرنا تو انسان کے ذہن کی ترقی کی علامت ہے۔ انسان کے اعلیٰ اسٹیٹس کی علامت

ہے۔ یہ تو وقت کا تقاضا ہے۔ بڑھاپے کی حدود سے نکل کر قبروں تک پہنچنے والے بوڑھے سیاست دان مرد اور بوڑھی سیاست دان عورتیں بیروکریٹس، اور بعض سماجی کارکن یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہ اسلام اتنا تنگ نظر نہیں ہے کہ جس طرح مولویوں نے بنادیا ہے، ملاؤں نے بنا دیا ہے۔ ایسے تمام بے غیرت سیاست دان، بیوروکریٹس، اداکار، اداکارائیں، اینکرز کو یہ حدیث پاک دعوت فکر دے رہی ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے ایک شخص اسی طرح اپنے مسلمان بھائی کو بولڈ ہونے کی تربیت دے رہا تھا۔ ترقی کے راز سکھا رہا تھا، ترقی کی منازل طے کرنے کے گُر سکھا رہا تھا (جبکہ آج کے بولڈ ہونے اور اس زمانے کے بولڈ ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے)

لیکن جیسے ہی میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ منظر دیکھا، اس شخص کو تربیت دیتے ہوئے دیکھا، اسلام کی روح کو ختم کرتے ہوئے دیکھا۔ تو میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رہا نہ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ'' خدارا اس کو چھوڑ دو کہ بے شک حیاء ایمان سے ہے۔ یعنی اس انداز سے اس کی تربیت نہ کرو، اس انداز سے اسے بولڈ ہونے کا درس نہ دو۔ اسلام کی روح کو نہ چھینو۔ کیونکہ ایمان اور اسلام کا دارومدار بھی شرم پر ہے جب تم نے اس کی حیاء ہی ختم کردی، اس کا ایمان ہی چھین لیا تو اب وہ مؤمن نہیں رہ سکتا، ایمان اور بے حیائی دونوں چیزیں ایک ہی جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ جبکہ مؤمن تو ہوتا ہی وہ ہے کہ جس کے ہر ہر عضو سے حیاء اور شرم کا مظاہرہ ہوتا ہے، جھلکتا ہے۔ یہ تو میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو درس دیا۔ خود حیاء کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہوگی۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء کا یہ عالم تھا کہ کنواری عورت کی حیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوجائے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غیر شادی شدہ کنواری عورت سے بھی زیادہ حیاء رکھتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے۔

وعن اَبِی سَعِيْدِ الْخُدْرِيّ رضی الله عنه قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَشَدُّ حَيَاءً مِنَ

باب: اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ

حیاء ایمان سے ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ

ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن یوسف نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی مالک بن انس نے ابن شہاب سے انہوں نے سالم بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے والد سے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ نصیحت کر رہا تھا اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوڑ دو پس بے شک حیاء ایمان میں سے ہے۔

ترقی کا دارومدار شرم وحیاء کی زیادتی پر

اس حدیث پاک میں چودہ سو سال بعد آنے والے حالات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی بیان کر دیا کہ جس طرح آج ہمارے معاشرے میں بعض جدید ذہن رکھنے والے، اپنے آپ کو ترقی یافتہ گمان کرنے والے، مغربی، امریکی تہذیب کے دل دادہ، عریانی و فحاشی کے گرویدہ اور یورپی اور مغربی تہذیب کے عاشق میڈیا پر، اخبارات میں اور مختلف Talk Shows میں یہ اعلان کرتے ہوئے، تشہیر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ترقی کا دارومدار بولڈ ہونے پر ہے۔ اگر ہم نے ترقی کرنی ہے تو اسی جرأت کا مظاہر کرنا ہے۔ اکیسویں صدی میں داخل ہونا ہے تو ہمارے معاشرے کی نوجوان لڑکیاں اداکارائیں یہ کہتی ہوئی نظر آتی ہیں کہ نیم برہنہ لباس تو پہنا پڑے گا، برہنگی تو کرنی ہی پڑے گی، فحاش جملوں کا تبادلہ کرنا تو انسان کے ذہن کی ترقی کی علامت ہے۔ انسان کے اعلیٰ اسٹیٹس کی علامت

ہے۔ یہ تو وقت کا تقاضا ہے۔ بڑھاپے کی حدود سے نکل کر قبروں تک پہنچنے والے بوڑھے سیاست دان مرد اور بوڑھی سیاست دان عورتیں بیرو کریٹس، اور بعض سماجی کارکن یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہ اسلام اتنا تنگ نظر نہیں ہے کہ جس طرح مولویوں نے بنا دیا ہے، ملاؤں نے بنا دیا ہے۔ ایسے تمام بے غیرت سیاست دان، بیورو کریٹس، اداکار، اداکارائیں، اینکرز کو یہ حدیث پاک دعوت فکر دے رہی ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے ایک شخص اسی طرح اپنے مسلمان بھائی کو بولڈ ہونے کی تربیت دے رہا تھا۔ ترقی کے راز سکھا رہا تھا، ترقی کی منازل طے کرنے کے گر سکھا رہا تھا (جبکہ آج کے بولڈ ہونے اور اس زمانے کے بولڈ ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے)

لیکن جیسے ہی میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ منظر دیکھا، اس شخص کو تربیت دیتے ہوئے دیکھا، اسلام کی روح کو ختم کرتے ہوئے دیکھا۔ تو میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رہا نہ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ'' خدارا اس کو چھوڑ دو کہ بے شک حیاء ایمان سے ہے۔ یعنی اس انداز سے اس کی تربیت نہ کرو، اس انداز سے اسے بولڈ ہونے کا درس نہ دو۔ اسلام کی روح کو نہ چھینو۔ کیونکہ ایمان اور اسلام کا دارومدار بھی شرم پر ہے جب تم نے اس کی حیاء ہی ختم کر دی، اس کا ایمان ہی چھین لیا تو اب وہ مؤمن نہیں رہ سکتا، ایمان اور بے حیائی دونوں چیزیں ایک ہی جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ جبکہ مؤمن تو ہوتا ہی وہ ہے کہ جس کے ہر ہر عضو سے حیاء اور شرم کا مظاہرہ ہوتا ہے، جھلکتا ہے۔ یہ تو میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو درس دیا۔ خود حیاء کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہو گی۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء کا یہ عالم تھا کہ کنواری عورت کی حیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو جائے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غیر شادی شدہ کنواری عورت سے بھی زیادہ حیاء رکھتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے۔

وعن ابی سَعِيْدِ الْخُدْرِيّ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَشَدَّ حَيَاءً مِنَ

الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِهَا فَإِذَا رَأَی شَیْئًا یَکْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِیْ وَجْهِهٖ (متفق علیہ)

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردے میں رہنے والی کنواری عورت سے بھی زیادہ باحیاء تھے پس جب دیکھتے آپ کسی ناگوار چیز کو تو ہم پہچان لیتے آپ کے چہرۂ مبارک سے

باب: فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ

پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو

حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ الْمُسْنَدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْرَوْحِ نِ الْحَرَمِیُّبْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ ابْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ

ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن مسندی نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوروح الحرمی نے عمارۃ نے انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی شعبۃ نے واقد بن محمد سے وہ کہتے ہیں کہ سنا میں نے اپنے والد سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیاہیکہ لوگوں سے جہاد کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور بے شک محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول ہیں اور قائم کریں نماز اور زکوٰۃ ادا کریں پس جب انہوں نے ایسا کیا تو محفوظ کرلیا مجھ سے اپنی جان اور مال کو مگر جو اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ نے لینا ہے۔

دین اسلام جان، مال، عزت، آبرو کا محافظ

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرمان کے بعد اس طرف اشارہ کر دیا کہ جس شخص نے گواہی دے دی کہ اللہ ایک ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نبی ہیں اور اس کے بعد دین کے احکامات پر عمل، یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھ کر دل سے تصدیق کرتا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول نے جو احکامات دیئے ہیں ان پر عمل کرتا ہے تو اب جب یہ بات واضح ہوگئی کہ جس نے اپنا عقیدہ اور عمل دونوں درست کر لئے تو اسلام اس کی جان، مال، عزت، آبرو تمام چیزوں کی حفاظت کی ذمہ داری لے لیتا ہے۔ اور اگر وہ دنگا فساد کرتا ہے، قتل و غارت کرتا ہے تو معاشرے کو پر امن رکھنے کیلئے اور دوسروں کو محفوظ رکھنے کیلئے اسلام اس کو سزا دیتا ہے۔ اور اس تشریح کو احادیث کے اندر ''اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ'' کے لفظوں کے ساتھ بیان کیا گیا۔

☆ اسلام امن وسلامتی کا مذہب

یہاں سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی۔ کہ اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے۔ جو فرد واحد کو بھی اور اپنے احکامات کے ذریعے معاشرے کو بھی امن وسلامتی کا گہوارہ، اور گل گلزار بنا رہا ہے۔ اب اگر کوئی دنگا فساد کرنے والا، دکانوں کی توڑ پھوڑ کرنے والا اس کے احکامات پر عمل نہ کرے۔ مثلاً چور کو سزا نہ دے یعنی ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ ڈاکو، زانی، شرابی کو کھلے عام گھومنے پھرنے دیا جائے اور پھر یہ کہا جائے کہ اسلام دہشت گردی کا مذہب ہے، تشدد کا مذہب ہے۔ اس کا جواب میں اپنے پڑھنے والوں سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا واقعی اسلام دہشت گردی کا مذہب ہے؟ یا اسلام کی اس صحیح سوچ کو مسخ کرنے والے اور اس کی فکر کو مٹانے والے دہشت گرد اور فسادی ہیں؟

نماز چھوڑنے والا قتل کا مستحق

اس مقام پر اس حدیث پاک کے تحت علامہ عینیؒ نے یہ مسئلہ بھی ذکر کیا کہ ائمہ اربع میں سے امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ نے استدلال کیا ہے، اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑے اسے قتل کیا جائے گا "اِنَّ تَارِكَ الصَّلٰوةِ عَمَدًا مُعْتَقِدًا وُجُوبَهَا يُقْتَلُ وَعَلَيْهِ الْجُمْهُوْرِ (ترجمہ: بے شک جو چھوڑ دے نماز کو جان بوجھ کر تو واجب ہے اس کو قتل کرنا) (عمدۃ القاری، ج اول، ص ۱۸۱)۔

امام شافعیؒ کے ہاں ایک نماز کو قصداً چھوڑنے کے ساتھ قتل کرنے کا حکم ہے۔ یعنی اسے مہلت بھی نہ دی جائے "اِنَّهٗ يُقْتَلُ بِتَرْكِ صَلٰوةٍ وَاحِدَةٍ" (ترجمہ: بے شک جان بوجھ کر اعتقاد رکھتے ہوئے نماز چھوڑنے والے کو قتل کیا جائے گا) (عمدۃ القاری، ج اول، ص ۱۸۱)

بلکہ امام احمد بن حنبلؒ اور بعض علماء شافعیہؒ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اس شخص پر مرتد کا حکم ہے۔ نہ اسے غسل دیا جائے اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ بلکہ عورت بھی اس کی جدا ہو جاتی ہے۔ "لَهٗ حُكْمُ الْمُرْتَدِّ فَلَا يُغْسَلُ وَلَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَتَبِيْنُ مِنْهُ اِمْرَأَتُهٗ" (بے شک اس کا حکم مرتد کا ہے پس نہ اس کو غسل دیا جائے اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کی عورت بھی جدا ہو جائے گی) (عمدۃ القاری، ج اول، ص ۱۸۱)

اگرچہ ہمارے امام امام اعظمؒ کے نزدیک جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا نہ ہی کافر ہوتا ہے اور نہ ہی قتل کیا جائے گا۔ بلکہ ہمارے مسلک میں اس کی سزا یہ ہوگی کہ اسے قید کر لیا جائے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ لیکن بقیہ ائمہ یعنی امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے سخت ترین حکم نماز چھوڑنے والے کے متعلق لگانے سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نماز چھوڑنا اسلام میں کتنا سخت گناہ ہے۔ کہ جو انسان کو کفر تک لے جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث پاک میں بے شمار اعمال میں سے جن اعمال کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا وہ یہ کہہ کر کیا "يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ" یعنی نماز اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

''اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ'' (نماز دین کا ستون ہے) ''وَالزَّکٰوۃُ قَنْطَرَۃُ الْاِسْلَامِ'' (اور زکوۃ دین کا کل ہے)

دعوت فکر

یہ حدیث پاک دعوت فکر دے رہی ہے ان نو جوانوں اور بوڑھوں کو جنہوں نے کئی کئی دنوں سے نمازیں نہیں پڑھیں۔ جب سے جواں ہوئے کبھی سجدہ نہیں کیا کئی سالوں سے نمازوں کو بھلا رکھا ہے۔ ہوش سنبھالنے سے لیکر بڑھاپے کی دہلیز تک کبھی مسجدوں کا رُخ نہیں کیا۔ ذرا اندازہ کیجئے کہ بقیہ ائمہ کی نظر میں ایک نماز کے چھوڑ دینے والے کو کافر قرار دے دیا جاتا ہے قتل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ ''العیاذ باللہ''

بَابُ مَنْ قَالَ اِنَّ الْاِیْمَانَ هُوَالْعَمَلُ بِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَقَالَ عِدَّةٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ عَنْ قَوْلِ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَقَالَ تَعَالٰى لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ

وہ شخص جس نے کہا کہ ایمان بے شک عمل کا نام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ کہ یہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو۔ ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے ہو۔ اور کہا اہل علم کی جماعت نے کہ تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ضرور سوال کریں گے۔ ان سے جو وہ کرتے ہیں۔ اس سے مراد ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے اور فرمایا کہ اسی طرح عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ وَمُوْسٰی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَا حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ مُسَیَّبٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سُئِلَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ فَقَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ۔

حدیث بیان کی ہمیں احمد بن یونس نے اور موسیٰ بن اسمٰعیل نے وہ دونوں کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں ابراہیم بن سعد نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں ابن شہاب نے سعید بن مسیب سے، ابوہریرۃ سے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کونسا عمل افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا، پھر پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ۔ پھر پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حج

گفتگو کے آداب

یہ حدیث پاک خطباء اور متکلمین کو گفتگو کرنے کے، کلام کرنے کے انتہائی اہم اسرار و رموز سکھا رہی ہے کیونکہ اس حدیث میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ'' تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''توحید و رسالت کا اقرار کرنا'' پھر پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جہاد'' پھر پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''حج'' تو سائل کے سوال کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مقامات پر مختلف اشخاص کے اعتبار سے مختلف چیزوں کو افضل قرار دے کر گفتگو میں کامیاب ہونے کا راز سمجھا دیا کہ گفتگو ہمیشہ سامنے والے کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے کرنی چاہیے۔

یعنی اگر سوال کرنے والا یا سامنے بیٹھے والا نمازوں میں کوتاہی کر رہا ہے، سستی کر رہا ہے، یا ادا نہیں کر رہا تو اس کی ضرورت کے مطابق گفتگو کرنی چاہیے یعنی اس سے نماز کی اہمیت کے مطابق کلام کرنا چاہیے اور اگر کسی مقام پر بخل کے اثرات پائے جا رہے ہیں

تو وہاں پر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے متعلق گفتگو کی جائے اگر نماز کا بھی پابند ہے بخل بھی نہیں کر رہا تو اب اس مقام پر نماز اور بخل کے متعلق کلام کرنا بے سود ہوگا بلکہ اب حال کے مطابق گفتگو کی جائے۔ فقیر اس مقام پر عرض کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بیان کردہ اسلوب میں ڈھال کر اپنا کلام کرے تو وہ گفتگو اور کلام میں شہسوار سمجھا جائے گا۔

وقت کی قدر

اس اسلوب کو اپنانے کی ترغیب دے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت کی قدر کی اہمیت بھی سمجھا دی کیونکہ جب انسان ضرورت اور تقاضائے حال کے مطابق گفتگو کرے گا تو بلاضرورت گفتگو سے بچ جائے گا جو کہ وقت کے ضیاع کا باعث ہے نیز اس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضول گوئی اور بلاضرورت کلام سے بچنے کی طرف بھی اشارہ فرما دیا۔

★★★★

باب: اِذَا لَمْ یَکُنِ الْاِسْلَامُ عَلَی الْحَقِیْقَةِ وَکَانَ عَلَی الْاِسْتِسْلَامِ اَوِ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ لِقَوْلِهٖ تعالیٰ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا فَاِذَا کَانَ عَلَی الْحَقِیْقَةِ فَهُوَ عَلٰی قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ذِکْرُهٗ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ الآیة

جب حقیقی طور پر اسلام مراد نہ ہو اور قتل ہونے کے خوف سے اسلام کا دعویٰ کیا ہو جیسا کہ فرمان باری ہے کہ اعرابیوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے تو فرمادو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور جب حقیقتاً مراد ہو جیسے ارشاد ربانی ہے بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے

حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَعْطٰی رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلًا هُوَ اَعْجَبُهُمْ اِلَیَّ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا فَسَکَتُّ قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُّ لِمَقَالَتِیْ فَقُلْتُ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا فَسَکَتُّ قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُّ لِمَقَالَتِیْ وَعَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ قَالَ یَا سَعْدُ اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَغَیْرُهٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْهُ خَشْیَةَ اَنْ یَّکُبَّهُ اللّٰهُ فِی النَّارِ رَوَاهُ یُوْنُسُ وَصَالِحٌ وَمَعْمَرٌ وَابْنُ اَخِی الزُّهْرِیِّ عَنِ الزُّهْرِیِّ

ہمیں حدیث بیان کی ابوالیمان نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی شعیب نے زہری سے وہ

کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی عامر بن سعد بن ابی وقاص نے سعد سے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت کو مال عطا فرمایا اور سعدؓ بیٹھے ہوئے تھے پس رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو چھوڑ دیا جو مجھے زیادہ پسند تھا پس عرض کی میں نے یارسول اللہ ﷺ فلاں کے متعلق کیا بات ہے پس اللہ کی قسم میری نظر میں تو وہ مؤمن ہے یا فرمایا کہ مسلمان پس میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر مجھ پر غلبہ کیا اس نے جو میں ان کے متعلق جانتا تھا پس میں نے اپنی بات دہراتے ہوئے عرض کی یارسول اللہ ﷺ فلاں کے متعلق کیا بات ہے پس اللہ کی قسم میری نظر میں تو وہ مومن ہے فرمایا کہ وہ مسلمان تھوڑی دیر خاموش رہا پھر مجھ پر غلبہ کیا اس نے جو میں جانتا تھا اس کے متعلق اور میں نے اپنی بات دہرائی پھر متوجہ ہوئے رسول اللہ ﷺ اور فرمایا کہ اے سعد میں ایک آدمی کو مال دیتا ہوں جبکہ دوسرا مجھے اس سے زیادہ پیارا ہوتا ہے اس خدشے سے کہ کہیں منہ کے بل نہ ڈالے اسے اللہ تعالیٰ جہنم میں روایت کیا اسے یونس اور صالح اور معمر اور زہری کے بھتیجے نے زہری سے۔

طالبان شریعت و سالکان طریقت کیلئے سنہرا اصول

یہ حدیث پاک طالبان شریعت اور سالکان طریقت کو ایک اہم اور سنہری اصول سمجھا رہی ہے کہ جب حضرت سعدؓ نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنی چاہت و تمناء کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ایک گروہ کو تو عطا فرمارہے ہیں۔ جبکہ دوسرا شخص اس عطا سے محروم ہے۔ حالانکہ میری نظر میں تو یہ مومن ہے، مسلمان ہے اس بات کو دو، تین مرتبہ آپنے دہرایا۔ تو نبی کریم ﷺ نے آپکی اس چاہت و خواہش کا اس انداز میں جواب دیا کہ اے سعدؓ "اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ" کہ اے سعد وہ شخص جو مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہوں۔ بہ نسبت اس کے جس کو عطا کرتا ہوں اس لئے کہ میرے عطاء نہ کرنے کی وجہ سے اللہ کہیں اسے آگ میں نہ ڈال دے۔ یعنی مال نہ ملنے کی وجہ سے کہیں کفر اختیار نہ کرلے، دوزخ کا ایندھن نہ بن جائے۔ لہٰذا اس کے ایمان کو بچانے

کیلئے، محفوظ رکھنے کیلئے اسے عطا کر دیتا ہوں، دے دیتا ہوں۔ تو حضرت سعدؓ نے اس حکمت کو، مصلحت کو سننے کے بعد کسی ناگواری کا اظہار نہ فرما کر اپنے مرشدِ اعظم کائنات کے والی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کسی بے ادبی اور گستاخی کے مرتکب نہ ہو کر یہ راز سمجھا گئے کہ علم و حکمت کا حصول ہوتا ہی تب ہے کہ جب اپنے شیخ، اپنے استاذ کے سامنے ادب کی انتہا ہو جائے۔ نیز یہ نکتہ بھی عیاں فرما گئے کہ مرید یا طالب علم کے علم کی جہاں انتہاء ہوتی ہے وہاں سے استاذ، یا شیخ کے علم کی ابتداء ہوتی ہے۔

استاذ/شیخ کا شاگرد کی رائے کو سننا

یہ حدیث پاک جہاں طالب علموں اور سالکان طریقت کیلئے راہِ ہدایت ہے، مشعل راہ ہے۔ وہیں پر یہ حدیث اساتذہ اور مرشدوں کیلئے بھی مینارۂ نور ہے۔ کیونکہ جب حضرت سعدؓ نے اپنی گزشتہ رائے کا اظہار فرمایا اپنے مرشد، مربی اعظم کی بارگاہ میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصلحت کے خلاف ہونے کے باوجود آپکی رائے کو انتہائی حلم اور بردباری سے سنا۔ کسی قسم کے سخت یا حقیرانہ جملے کا تبادلہ نہیں فرمایا۔ یہ نہیں فرمایا کہ تمہیں کیا پتہ کہ اس میں کیا حکمت ہے، یا تمہارا علم و فہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتا جہاں تک میں سوچتا ہوں۔ اور بے شمار سخت جملے بولے جا سکتے تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی محبت وشفقت سے فرما کر حکمت بیان کر دی کہ اے سعدؓ بسا اوقات میں کسی شخص کو کفر کی دلدل سے بچانے کیلئے عطا کر دیتا ہوں اور اپنے کسی محبوب کو چھوڑ دیتا ہوں، اپنی کسی محبوب کی قربانی دے دیتا ہوں۔

اسلام اور آزادی رائے

اس حدیث پاک سے جہاں مسلمانوں کو بے شمار دروس ملتے ہیں۔ وہیں یہ عظیم پیغام بھی مل رہا ہے کہ اسلام میں صحیح معنیٰ میں ہر شخص کو آزادیٔ رائے کا حق حاصل ہے۔ جیسا کہ آج کے اس جدید دور میں بہت سے نظریات و افکار رکھنے والوں کا یہ طریقہ کار ہے، یہ

سوچ ہے کہ اعلیٰ قیادت کے سامنے، حکمراں صدور کے سامنے ماتحت کا بولنا بھی جرم ہے۔ اس کی سزا بھی موت سے کم نہیں ہے۔ کہ قائد، لیڈر کے سامنے کیسے اپنی رائے کا اظہار کیا جائے یا اپنی زبان کھولی جائے۔ لیکن قربان جایئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر جو چند قوموں قبیلوں کا قائد، راہنما، لیڈر بن کر نہیں آیا بلکہ کائنات کا قائد و رہنما بن کر آیا۔ لیکن کس خوبصورت انداز میں تحمل و بردباری کے ساتھ اپنی رعایا کی تجاویز و آراء کو بھی سنتا ہے اور اپنا انتہائی قیمتی وقت نکال کر شفقت و محبت کے ساتھ ان کی تسلی و تشفی بھی فرماتا ہے۔

باب: اِفْشَاءُ السَّلَامِ مِنَ الْاِسْلَامِ وَقَالَ عَمَّارٌ ثَلٰثٌ مَّنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْاِيْمَانَ الْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ

سلام کو پھیلانا اسلام کا ایک حصہ ہے اور حضرت عمار نے فرمایا کہ جس نے تین چیزوں کو جمع کر لیا پس اس نے ایمان کو جمع کر لیا اپنے نفس سے انصاف کرنا اور سلام کو دنیا میں پھیلانا اور افلاس کے اندر خرچ کرنا

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ

ہمیں حدیث بیان کی قتیبہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی لیث نے یزید بن ابی حبیب سے انہوں نے ابوالخیر سے انہوں نے عبداللہ بن عمر سے کہ بیشک ایک آدمی نے سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کونسا اسلام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو خواہ اسے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو

اپنے آپ سے انصاف

یہ حدیث پاک انتہائی جامع احادیث میں سے ہے کہ جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اپنی ذات سے انصاف کرنے کا حکم دیا اور اپنی ذات سے انصاف یہ ہے کہ انسان یہ کبھی نہیں چاہے گا، کہ اس پر ظلم وستم کیا جائے، اس کا کاروبار ختم ہو جائے، اس کی اولاد اس سے چھین لی جائے، وہ یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ اس کے گھر سے رات کی تاریکی میں قیمتی مال ومتاع، سونا جواہرات چرا لیا جائے۔ اور یہ بھی ظلم برداشت نہیں کرے گا کہ اس کی بیوی، بیٹی کی کوئی عزت لوٹ لے بلکہ یہ بھی برداشت نہیں کرے گا کہ کوئی ان پر نگاہ ڈالے۔ جبکہ وہ اتنا انصاف پسند ہے اور انصاف کرنا چاہتا ہے تو وہ کسی کی دکان لوٹتے وقت یہ کیوں بھول جاتا ہے کہ اس کا دال دلیا اسی دکان سے چلتا ہے، کسی کی اولاد کو قتل کرتے وقت یہ کیوں فراموش کر دیتا ہے کہ اگر اس کی اپنی اولاد کے ساتھ اس طرح ہو تو کیا عالم ہوگا۔ اس پر کیا بیتے گی۔ کسی دوسرے کی بہن بیٹی کو چھیڑتے وقت، عصمت دری کرتے وقت اس کا انصاف کہاں چلا جاتا ہے جس کا وہ تقاضا کرتا تھا۔ اگر اس حدیث کے صرف پہلے جملے کو ہی تفکر وتدبر کے ساتھ پڑھ لیا جائے تو پورا عالم امن کا گہوارہ اور انصاف کا مرکز بن جائے۔ لہٰذا میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات کے ساتھ انصاف کی فکر دے کر پورے عالم کو انصاف فراہم کرنے کی عجیب مثال قائم کر دی

بَاب: كُفْرَانُ الْعَشِيْرِ وَكُفْرٌ دُوْنَ كُفْرٍ فِيْهِ

خداوند کی ناشکری اور یہ کہ ایک کفر دوسرے کفر سے کم تر ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أُرِيْتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ قِيْلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ

مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ

ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن مسلمۃ نے مالک سے انہوں نے یزید بن اسلم سے انہوں نے عطا بن یسار سے انہوں نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب مجھے دکھائی گئی تھی دوزخ تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں کیونکہ یہ کفر کرتی ہیں عرض کی گئی کہ کیا اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں۔ کہا کہ یہ خاوند کی ناشکری اور احسان کا انکار کرتی ہیں اگر تم احسان کرو ہمیشہ اور چھوٹی سی بات تمہاری طرف سے دیکھیں تو کہیں گی کہ ہم نے تمہاری طرف سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی

عورتوں کی اصلاح

اور بہت سی احادیث میں جہاں نیک صالح عورتوں، بیویوں کے مقامات و مراتب کو بیان کیا گیا ان کیلئے جنت کی خوشخبریوں کو ذکر کیا یہ کہہ کر کہ جس عورت کو دیکھ کر اس کا شوہر خوش ہو جائے وہ جنت کی عورتوں میں سے ہے۔ اور کہیں یہ بھی فرمایا کہ دنیا سارا سامان ہے اور سارے سامان میں سب سے بہتر نیک اور صالح بیوی کا مل جانا ہے۔ وہیں پر اس حدیث مبارکہ میں عورتوں کی خامی کو بیان کر کے، ذکر کر کے ان کی اصلاح کرنا مقصود ہے اور وہ خامی عادت یہ ہے جس کا حدیث میں ذکر کیا گیا کہ شوہر ساری زندگی احسان کرتا رہے، بھلائی کرتا رہے، خیر کرتا رہے۔ لیکن اگر تھوڑی سی کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف ہو جائے، طبیعت کے خلاف ہو جائے تو فوراً کہے گی کہ تو نے تو آج تک میرے ساتھ بھلائی کی ہی نہیں۔ "قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ" اس بات کو ذکر کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کیلئے انتہائی شفقت بھرے انداز میں فرمایا کہ جہاں تم دنیا میں اللہ کا سب سے قیمتی مال ہو، جہاں نیکیاں کر کے ایک قیمتی مال بن جاتی ہو، جہاں تم شوہر کی اطاعت کر کے، اس کو خوش کر کے جنتی بن جاتی ہو، جنتی ہونے کا شرف حاصل کر لیتی ہو۔ اسی طرح تم شوہر کی نافرمانی کر کے، اس کے احسانات کو فراموش کر کے آگ کا ایندھن نہ بنو۔

امام بخاری کا ایمان کے باب میں اس حدیث کو ذکر کرنا

امام بخاریؒ نے ایمان کی بہت سی نشانیوں، علامتوں کو ذکر کرنے کے بعد عورتوں سے متعلق اس حدیث کو کفران العشیر کے باب کے تحت ذکر کیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ درحقیقت یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح اسلام کو پھیلانا، کھانا کھلانا، حیاء کا اختیار کرنا یہ تمام چیزیں جو گزشتہ باب میں گزر گئی ہیں، یہ تمام چیزیں ایمان کے کمال پر دلالت کرتی ہیں، ایمان کی زیادتی پر دلالت کرتی ہیں، اسی طرح شوہر کا احسان مند رہنا بھی، اور اس کے احسانات کو تسلیم کرنا بھی ایمان کی نشانی ہے۔ اور شوہر کے احسانات کو فراموش کرنا، اور اس کے احسان کا منکر ہونا ایمان کے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نیز یہ بھی پتہ چلا کہ نعمتوں کی ناشکری کرنے پر عورتوں کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ یہ صرف انہیں کیلئے نہیں بلکہ جو بھی نعمتوں کی ناشکری کرے گا وہی عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔ نعمتوں کی ناشکری اور احسان فراموشی کو لفظ کفر سے تعبیر کیا گیا ہے حالانکہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ناشکری کرنے پر یا احسان نا ماننے پر انسان کافر نہیں ہو جاتا۔ لیکن علماء فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس مقام پر یعنی نعمتوں کی ناشکری اور شوہر کی احسان فرموشی کو کفر کے ساتھ تعبیر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ناشکری کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

بَاب: اَلْمَعَاصِیْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَلَا يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِاِرْتِكَابِهَا اِلَّا بِالشِّرْكِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ اِنَّكَ امْرُءٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ

گناہ امر جاہلیت سے ہے۔اور شرک کے سوا اس کے مرتکب کو کافر نہ کہا جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تم ایسے آدمی ہو جن میں جاہلیت موجود ہے اور فرمایا اللہ نے کہ بے شک اللہ نہیں بخشے گا اس کو جو اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے اور بخش دے گا اس کے سوا جس کو چاہے

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلِ الْاَحْدَبِ عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ لَقِيْتُ اَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلٰى غُلَامِهٖ حُلَّةٌ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّیْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهٗ بِاُمِّهٖ فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ ﷺ يَا اَبَا ذَرٍّ اَعَيَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ

ہمیں حدیث بیان کی سلیمان بن حرب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شعبہ نے واصل الاحدب سے انہوں نے معرور سے انہوں نے کہا کہ ملاقات ہوئی میری ابوذر سے ربذۃ کے مقام پر انہوں نے اور ان کے غلام نے ایک جیسا لباس پہنا ہوا تھا پس میں نے اس بارے میں ان سے سوال کیا پس انہوں نے فرمایا کہ بیشک میں نے گالی دی ایک آدمی کو اور طعنہ دیا اس کی ماں کا، پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اے ابوذر تم اسے اس کی ماں

کا طعنہ دیتے ہو تمہارے اندر جاہلیت باقی ہے، تمہارے غلام بھی تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارا ماتحت بنایا ہے پس جو تم کھاتے ہو وہی انہیں کھلاؤ، اور جو تم پہنتے ہو وہی انہیں پہناؤ اور انہیں ایسی تکلیف نہ دو جو ان پر بوجھ ہو جائے اور اگر ایسی تکلیف دو تو خود بھی ان کی مدد کرو!

اسلام اور خدام وغلام

اسلام وہ عظیم مذہب ہے کہ جس گوشے، جس زاویہ سے غور وفکر کیا جائے تو یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے، واضح ہو جاتی ہے کہ اِس کرۂ ارض پر یہ وہ واحد دین ہے، مذہب ہے کہ جو مرد، عورت، بوڑھے، بچے، جوان، غلام، خدام، حکام، رعایہ، امیر، غریب، مالک، مزدور صرف انسانوں کے ہی نہیں بلکہ جانوروں پرندوں تک کے حقوق کو بیان کرتا ہے اور صرف بیان ہی نہیں بلکہ جب انسانیت کو طبقاتی گروہوں میں تقسیم کر کے اعلیٰ اور نچلی ذات میں بانٹ کر امیری اور غریبی کے فرق کے ذریعے ذلیل کیا جا رہا ہو، انسانی حقوق کے نام پر انسانیت کی توہین وتذلیل کی جارہی ہو، جینے کی امید ختم ہو گئی ہو۔ خودکشی اور خودسوزی کی جارہی ہو۔ وہاں میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ فرامین اور عملی نمونے جینے کی امید پیدا کر دیتے ہیں، حوصلے بڑھا دیتے ہیں۔ اس حدیث پاک میں جب نبی پاک ﷺ نے حضرت ابوذر ؓ سے یہ پوچھا کہ اے ابوذر کیا تو نے اپنے غلام وخادم کو ماں کا عیب لگایا یعنی گالی دی۔ تو آپ نے اپنے اس جرم کا اپنے مربی، مرشد، استاذ کے آگے اقرار کرتے ہوئے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ ﷺ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر آج بھی تیرے اندر جاہلیت کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ یہ جو تمہارے غلام ہیں، خادم ہیں جو تمہاری عزت کرتے ہیں۔ انہیں غلام نہ سمجھو! بلکہ تاریخ ساز جملے ارشاد فرمائے کہ ''اِخْوَانُکُمْ خَوَلُکُمْ'' یعنی انہیں حقیر اور کم تر نہ سمجھو یہ غلام اور خادم نہیں بلکہ اسلام کی نظر میں تمہارے بھائی ہیں۔

اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ

اس مقام پر علماء عربیت و بلاغت یہ کہتے ہیں کہ حقیقتاً جملہ کہنا تو یوں چاہئے تھا ''خَوَلُكُمْ اِخْوَانُكُمْ'' کہ تمہارے خادم تمہارے بھائی ہیں۔ یعنی ''خَوَلُكُمْ'' (غلام) اس کو پہلے لاتے مبتدا کے طور پر اور ''اِخْوَانُكُمْ'' کو خبر کے طور پر بعد میں لاتے۔ لیکن حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتہائی بلاغت کے ساتھ اسلوب بدل دیا اور یہ فرمایا کہ ''اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ'' کہ پہلے بھائی کا ذکر کیا اور بعد میں غلام کا ذکر کر کے یہ بتادیا کہ اصل شئے تو ہے ہی اخوت بھائی چارہ۔ یہ جو تمہارے ہاں خادم بن گیا ہے، تمہاری عزت کر رہا ہے۔ اور جو تم اس کے مالک ہو یہ اللہ کا نظام اور اس کی حکمتیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس خاص نکتے کو اور اشارے کو وضاحت کے ساتھ ارشاد فرماتے ہوئے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جَعَلَكُمُ اللهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ'' کہ اللہ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو بات ختم فرما دیتے۔ لیکن ہوسکتا تھا کہ ایک عام آدمی گزشتہ سطور میں بیان کئے گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلاغت کے اس نکتے سے مستفید نہ ہوسکتا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضاحت کرتے ہوئے پھر یہ فرمایا کہ ''جَعَلَكُمُ اللهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ'' کہ ان کا غلام بن جانا اور تمہاری خدمت کرنا اور تمہارا مالک ہوجانا، آقا ہوجانا یہ تمہارا کمال اور تصرف نہیں بلکہ ''جَعَلَكُمُ اللهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ'' یہ اس ذات بے نیاز کی حکمت ہے، یہ اس خالق کائنات کی حکمت ہے کہ کسی کو آقا بنا کر آزماتا ہے اور کسی کو غلام بنا کر آزماتا ہے۔

غلاموں کے ساتھ اچھے برتاؤ

لہٰذا اب جس کے ماتحت غلام ہوں، خادم ہوں تو اس کو چاہئے کہ ''فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ'' جو خود کھائے اپنے غلاموں، خادموں کو بھی کھلائے۔ ''وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ'' کہ جو خود پہنے انہیں بھی پہنائے۔ اور ''وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ'' اور اتنی تکلیف نہ دے، اتنا

بوجھ نہ لادھے، اتنا کام نہ لے کہ جس کی وہ غلام یا خادم استطاعت نہ رکھے۔ "فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ" اور اگر اتنا بوجھ ڈالے، زیادہ کام لے تو پھر اس کی مدد بھی کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عملی معاشرے کی تشکیل

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ فرامین صرف واضح نصیحت تک ہی محدود نہیں بلکہ ان فرامین نے عملی اور جامع معاشرہ تشکیل دے دیا۔ لوگوں کی زندگی میں انقلاب برپا کردیا اس کا ذکر خود ابوذر رضی اللہ عنہ اس حدیث پاک میں اس انداز سے کرتے ہیں کہ جب حضرت معرور سے میری ملاقات ہوئی اور حضرت معرور نے یہ دیکھا کہ جو لباس میں نے پہنا ہوا ہے وہی میرے غلام نے پہنا ہوا ہے اور جو چادر میں نے پہنی ہوئی ہے اسی طرح کی چادر میرے غلام نے پہنی ہوئی ہے۔ تو وہ حیران ہو گئے اس عملی برابری اور آقا و غلام کے درمیان اس کمال مساوات کو دیکھ کر سبب پوچھنے پر مجبور ہو گئے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ یہ کیا راز ہے اس انقلاب کے پیچھے کیا راز ہے۔ تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے سارا واقعہ سنا ڈالا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کرنے کا انداز اور غلاموں سے متعلق وہ اثر انگیز جملے سنا ڈالے کہ جن جملوں نے ان کی زندگی کے اندر انقلاب برپا کر ڈالا۔ اور ایک مثالی معاشرے میں مثالی کردار ادا کرنے کے سبب بنے۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَسَمَّاهُمُ الْمُؤْمِنِينَ

اور اے مومنو! میں سے دو گروہوں میں لڑائی ہو جائے تو ان کی صلح کرا دو، دونوں کا نام مومن رکھا

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ ثَنَا أَيُّوبُ وَيُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هٰذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ قُلْتُ أَنْصُرُ هٰذَا الرَّجُلَ قَالَ ارْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهِ

ہمیں حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن مبارک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حماد بن زید نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ایوب اور یونس نے انہوں نے حسن سے انہوں نے احنف بن قیس سے آپ نے فرمایا کہ میں اس شخص (حضرت علیؓ) کی مدد کے ارادے سے نکلا پس میری ملاقات ہوئی ابوبکرۃ سے انہوں نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے، میں نے کہا کہ اس شخص (علیؓ) کی مدد کروں گا، فرمایا لوٹ جاؤ پس بے شک میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ملیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہیں میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاتل کے متعلق تو ٹھیک ہے لیکن مقتول کیوں، فرمایا کہ بیشک وہ بھی خواہشمند تھا اپنے حریف کو قتل کرنے کا۔

قاتل اور مقتول دونوں آگ میں

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمان تلواروں کے ساتھ آمنے سامنے کرتے ہیں، گتھم گتھا ہوتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں آگ کے مستحق ہوتے ہیں، عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔ تو صحابہ کرام نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ قاتل کا مستحق عذاب ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن مقتول کا، مرنے والے کا کیا قصور ہے وہ کیوں جہنم میں جائے گا، مستحق عذاب ہوگا؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ مقتول یعنی مرنے والا بھی تو سامنے والے کے قتل کا پیاسا تھا۔ یعنی وہ بھی تو یہی چاہتا تھا کہ سامنے والے دشمن کو ماردوں، لیکن اس کا وار نہ چل سکا اور اس کا دشمن سبقت لے گیا اور اس نے مار دیا۔

یہی وجہ ہے کہ علماء کرام اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو شخص گناہ کی نیت کرے اور پھر اس پر عزم کر لے، پختہ ارادہ کر لے "یَکُوْنُ عَازِمًا" تو گناہ گار ہوگا۔ اس کے نامہ اعمال میں گناہ لکھ دیا جائے گا۔ اور جہاں وہ حدیث پاک ذکر کی گئی کہ "اِذَا ھَمَّ بِسَیِّئَۃٍ لَمْ تَکْتُبْ وَاِذَا ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ تَکْتُبْ" جب میرا بندہ گناہ کا ارادہ کرے تو اس کو نہ لکھو تو اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ صرف گناہ کا ارادہ ہو اس پر عمل درآمد کرنے تیار نہ ہو گیا ہو، عزم نہ کر لیا ہو، پختگی کے ساتھ عملی جامہ پہنانے کیلئے نکل نہ کھڑا ہوا ہو۔ لیکن اگر اس کے برعکس ایسا ہو کہ گناہ کا پختہ ارادہ کر کے عملی جامہ پہنانے کیلئے نکل کھڑا ہوا ہو تو پھر اس حدیث پر عمل ہوگا کہ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "القاتل والمقتول فی النار" قاتل اور مقتول دونوں آگ میں یعنی وہ بھی عذاب کا مستحق ہے۔

صحابہ مجتہد ہیں

اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا کہ جب حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے گروپ کی مدد کیلئے نکلے تو راستے میں حضرت بکرۃ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے

سوال کیا کہ ''أَيْنَ تُرِيْدُ'' آپ کا کہاں کا ارادہ ہے، کہاں جا رہے ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ ''أَنْصُرُ هٰذَا الرَّجُل'' کہ میں اس آدمی کی یعنی حضرت علی اور آپ کے گروپ کی لڑائی میں مدد کرنے جا رہا ہوں۔ جب حضرت بکرہ نے یہ بات سنی تو حضرت احنف بن قیسؓ کو فرمایا کہ واپس چلے جاؤ، لڑنے والوں کی مدد نہ کرو۔ کیونکہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ جب دو مسلمان تلواروں کے ساتھ آمنے سامنے ہوں، گتھم گتھہ ہوں تو قاتل اور مقتول دونوں مستحق عذاب ہوتے ہیں۔

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت بکرہ نے حضرت احنف بن قیس کو حضرت علیؓ کی مدد سے روکنے کیلئے یہ حدیث سنائی جس میں مارنے اور مرنے والے دونوں کا آگ میں جانے کا ذکر ہے۔ تو کیا واقعی صحابہ کے دونوں گروپ اس حدیث کے تحت آئیں گے؟ یعنی معاذ اللہ عذاب کے مستحق ہوں گے؟ حدیث سے اٹھنے والے اس سوال کا جواب تمام علماء اس مقام پر یہ دیتے ہیں کہ صحابہ مجتہد ہیں۔ یعنی جو بھی کام کرتے ہیں وہ اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی رضا اور خوشنودی کو پانے کیلئے کرتے ہیں۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ جس کو وہ صحیح سمجھ رہے ہوں۔ آخرت میں اللہ کی نظر میں وہ شئے غلط ہو۔ مگر چونکہ اس دنیا میں حقیقت کو پانے کیلئے انہوں نے خلوص نیت سے اجتہاد کیا، اپنی ذہنی، فکری کاوشوں، صلاحیتوں کو صرف کیا کہ حقیقت تک پہنچ جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ حبیب ﷺ نے فرمایا کہ اگر اجتہاد کرنے والا غلطی کرتا ہے تو اس کو ایک اجر دیا جائے گا۔ اور اگر اجتہاد کرنے والے کا اجتہاد صحیح ہوتا ہے تو اس کو دو اجر ملیں گے۔

باب: ظُلْمٌ دُوْنَ ظُلْمٍ

ایک ظلم دوسرے ظلم سے کم ہے

حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِاللهِ لَمَّا نَزَلَتِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ فَاَنْزَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔

حدیث بیان کی ہمیں ابوالولید نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں شعبہ نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی بشر نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد نے شعبہ سے سلیمان سے، ابراہیم سے، علقمہ سے، عبداللہ (بن مسعود) سے کہ جب نازل ہوئی یہ آیت کہ انہوں نے اپنے ایمانوں کو ظلم سے نہ ملایا تو اصحاب رسولؐ نے کہا ہم میں سے کون ہے جو ظلم نہیں کرتا، پس نازل کی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کہ بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

☆: حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہء کرام بہت پریشان ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کی ''اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے آپ پر ظلم نہ کیا ہو۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد گناہ نہیں بلکہ شرک ہے۔ ''لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّوْنَ اِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللهِ'' (القرطبی)

باب: عَلَامَةُ الْمُنَافِقِ

منافق کی علامات

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ أَبُو سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ۔

حدیث بیان کی ہمیں سلیمان ابوالربیع نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا ہمیں اسماعیل بن جعفر نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا ہمیں نافع بن مالک بن ابی عامر ابوسہیل نے اپنے باپ سے انہوں نے ابوہریرۃ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے، اور جب امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرتا ہے حدیث بیان کی ہمیں قبیصۃ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا ہمیں سفیان نے اعمش بن عبید اللہ بن مرۃ سے انہوں نے مسروق سے، آپ نے عبداللہ بن عمر سے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس میں چار باتیں ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس کے اندر ان میں سے ایک ہو تو اس میں نفاق ہے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے جب امانت سپرد کی جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑے تو گالی بکے، متابعت کی ہے اس کی شعبۃ نے اعمش سے

منافق کی نشانی

امام بخاریؒ نے کتاب الایمان میں اس حدیث کو ذکر کر کے، منافقوں کی علامات کا باب باندھ کر اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ جس طرح گزشتہ ابواب میں سلام پھیلانا، کھانا کھلانا، حیاء قائم کرنا، اور دیگر بے شمار اعمال کرنے سے ایمان زیادہ ہوتا ہے، قوی ہوتا ہے اور اس کے برعکس برے افعال کرنے سے ایمان کم ہو جاتا ہے۔ یعنی کمی واقع ہو جاتی ہے اسی طرح ان اعمال کو اختیار کرنے سے بھی یعنی جھوٹ بولنے، وعدہ خلافی کرنے، امانت میں خیانت کرنے سے بھی ایمان میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

جامع حدیث

علامہ عینیؒ اس مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث میں تین جملوں کے ذریعے تین بنیادی چیزوں کی اصلاح فرمادی جن پر انسان کی اصلاح اور ایمان کی درستگی کا دارومدار ہے وہ اس طرح کے۔

اِذَاحَدَّثَ کَذَبَ

کہ جب بولتا ہے، گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ یہ جملہ ارشاد فرما کے انسان کے اقوال اور زبان کی درستگی کی اصلاح فرمائی کہ اپنے قولوں کی حفاظت کرو! اصلاح کرو تو ایمان میں زیادتی ہوتی چلی جائے گی۔

وَاِذَاوَعَدَ اَخْلَفَ

یہ جملہ ارشاد فرما کر انسان کی نیت اور قلب کی اصلاح فرمائی۔ کیونکہ وعدہ تعلق قلبی کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اس طرف اشارہ کر دیا کہ مومنو! اپنے دل کے قبلے کو درست کرلو یعنی منافقت سے نکل کر ایمان کے دائرے میں داخل ہو جاؤ۔

اِذَؤُتُمِنَ خَانَ

کہ جب امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرتا ہے۔ یہ جملہ ارشاد فرما کر انسان کے عمل کی درستگی اور اصلاح فرمائی یعنی ہاتھ کے معاملات کی طرف اشارہ فرمایا کہ زبان کے بعد اپنے ظاہری اعمال کو درست کرلو تا کہ مزید ایمان میں تقویت حاصل ہو جائے۔

منافق کی اقسام

منافق کا معنی ہے کہ جو کچھ باطن میں ہے، اس کے خلاف ظاہر کرنا، لہٰذا یہ معنی دو اقسام پر صادق آتا ہے

(ا) پہلا معنی نفاق عملی

بعض لوگوں کے سامنے عمل ظاہر کرنا، جبکہ صدق نیت اور خلوص سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ جیسا نماز پڑھنا، اس عمل کو کرنا اس لئے کہ لوگ کہیں کہ بہت بڑا نمازی ہے۔ پرہیز گار ہے، جبکہ باطن میں تقویٰ نہ ہو، پرہیز گاری نہ ہو۔ اللہ کے لئے یہ عمل نہ ہو، اس طرح حج کرنا، زکوۃ، صدقات دینا، یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ اللہ کے قرب کا طالب ہے۔ اور اس کی راہ میں خرچ کرنے والا ہے۔ جبکہ باطن میں اس فکر کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہ ہو، یعنی اللہ کے قرب کے لئے نہ کر رہا ہو، بلکہ لوگوں کے دکھاوے کیلئے ہو، تو اس کو نفاق عملی کہتے ہیں۔ اس حدیث میں جو ذکر کیا گیا ہے۔ وعدہ خلافی کرنا، جھوٹ بولنا، اور امانت میں خیانت کرنا۔ یہ بھی اس نفاق عملی سے ہی ہے۔ یعنی ایسا کرنے والا عملی طور پر منافق کہلاتا ہے۔

(۲) نفاق اعتقادی

یعنی لوگوں کے سامنے ایمان کو ظاہر کرنا، کلمہ اسلام پڑھنا لیکن باطن کا کفر و شرک سے بھرا ہوا ہونا۔ جیسا کہ نبی علیہ السلام کے زمانے میں منافق ہوا کرتے تھے، کہ بظاہر اپنے آپ کو مومن ظاہر کیا کرتے تھے لیکن حقیقت میں، باطن میں کافر ہوا کرتے تھے۔ اسی

باطن میں کفر کے چھپانے کو نفاق اعتقادی کہتے ہیں۔

بَاب: قِيَامُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْاِيْمَانِ

شب قدر کا قیام ایمان کا ایک حصہ ہے

حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ يَّقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

حدیث بیان کی ہمیں ابو یمان نے وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہمیں شعیب نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں ابو زناد نے اعرج سے وہ ابی ہریرۃ سے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قیام کرتا ہے شب قدر میں ایمان اور احتساب کے ساتھ تو بخش دیئے جاتے ہیں اس کے سابقہ گناہ

بَابٌ: اَلْجِهَادُ مِنَ الْاِيْمَانِ

جہاد ایمان کا ایک حصہ ہے

حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ انْتَدَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا اِيْمَانٌ بِيْ اَوْ تَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ اَنْ اَرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَوَدِدْتُ اَنِّيْ اُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ

حدیث بیان کی ہمیں حرمی بن حفص نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں عبدالواحد نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں عمارۃ نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں ابوزرعۃ بن عمرو نے وہ کہتے ہیں کہ سنا میں نے ابو ہریرۃ سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا

رسول اللہ ﷺ نے کہ ذمہ لے لیا اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا جو نکلا اس کی راہ میں۔ نہیں نکالتا اس کو مگر مجھ پر ایمان لانا یا میرے رسول ﷺ کی تصدیق کرنا یہ کہ لوٹا دوں اس کو اجر یا غنیمت کے ساتھ یا داخل کر دوں اس کو جنت میں۔ اگر میری امت پر مشکل نہ ہوتا تو میں نہ رکتا مجاہدوں کے دستے سے کیونکہ میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں شہید کر دیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر شہید کر دیا جاؤں پھر مجھے زندہ کر دیا جائے پھر میں شہید کر دیا جاؤں۔

مجاہد و شہید کی فضیلت

اس حدیث پاک میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدوں اور اس کی راہ میں جانوں کے نظرانے پیش کرنے والے شہیدوں کے ان مقامات و مراتب کو ذکر کیا جا رہا ہے کہ جن کی وضاحت و بیان کیلئے کلمات کا دامن تنگ پڑ گیا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ میدان جنگ کے ایک مجاہد کو اللہ رب العزت کس قدر اجر و ثواب عطا کرتا ہے۔ غازی بن کر لوٹے تو دنیا بھی ملتی ہے اور دین بھی۔ اور اگر شہید ہو جائے تو عذاب بھی ختم حساب بھی ختم۔ بلا حساب و کتاب انتہائی شان و شوکت سے جنت میں داخل ہوتا ہے، حور و غلمان منتظر ہوتے ہیں۔ خلاقِ عالم خود یہ ارشاد فرما کر لوگوں کو روک دیتا ہے کہ ''لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ۔ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ'' کہ میری خاطر، میرے دین کی خاطر جنہوں نے اپنی جانوں کے نظرانے پیش کر دیئے انہیں مردہ نہ کہنا۔ ''بَلْ اَحْیَآءٌ'' بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ ہاں تمہیں شعور نہیں کہ انہیں کس Standard کی زندگی عطا کی ہے۔ ''عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ'' وہ تو ایسی چیزیں کھا، پی رہے ہیں جو تمہاری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ کوئی شک نہیں قرآن و احادیث میں شہیدوں کے بے شمار فضائل و کمالات ذکر کیے گئے۔ لیکن اگر تھوڑی دیر کیلئے ان فضائل و کمالات کو ایک طرف رکھ کر صرف نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ان جملوں پر غور کر لیا جائے جو اس حدیث میں بیان کیے گئے ہیں۔ تو قسم ہے رب ذوالجلال کی

کہ روح ایک عجیب کیف و مستی سے سرشار نظر آنے لگتی ہے۔ ایک سچا موحد و مومن اپنے رب کے حضور اپنی جان کا نظرانہ پیش کرنے کیلئے بیقرار نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس کا ایمان، اس کی جان حبیبِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام جو خود یہ فرما رہے ہیں کہ میری تمنا ہے ''اَنِّیْ اُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ'' کہ میں اپنے رب کی راہ میں قتل کیا جاؤں ''ثُمَّ اُحْیٰی'' پھر مجھے زندگی عطا کی جائے ''ثُمَّ اُقْتَلُ'' میں پھر شہید کر دیا جاؤں۔ ''ثُمَّ اُحْیٰی'' پھر مجھے زندگی دینے والا زندگی عطا کرے۔ ''ثُمَّ اُقْتَلُ'' اور میں پھر اسے اسی کی بارگاہ میں پیش کر دوں۔ ان کلمات کے احساسات ولذات کی گہرائی تک وہی پہنچ سکتا ہے جس کو وہ چکھا دیتا ہے۔

باب: تَطَوُّعُ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْاِيْمَانِ

نفلی قیام رمضان میں ایمان سے ہے

حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

ہمیں حدیث بیان کی اسمٰعیل نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی مالک نے ابن شہاب سے انہوں نے حمید بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے ابی ہریرۃ سے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قیام کیا رمضان میں ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں

باب: صَوْمُ رَمَضَانَ اِحْتِسَابًا مِنَ الْاِيْمَانِ

ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھنا ایمان کا ایک حصہ ہے

حَدَّثَنَا اِبْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا

غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

حدیث بیان کی ہمیں ابن سلام نے وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہمیں محمد بن فضیل نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں یحیٰی بن سعید نے ابی سلمۃ سے، ابی ہریرۃ سے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ شخص جس نے روزہ رکھا رمضان کا ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے تو بخش دیئے گئے اس کے سابقہ گناہ۔

قیام رمضان، صیام رمضان

اس مقام پر امام بخاری نے تین باب علیحدہ علیحدہ باندھے ہیں اور اس کے تحت تین علیحدہ علیحدہ حدیث ذکر کی ہیں۔

پہلا باب باندھا

"قِیَامُ لَیْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْاِیْمَانِ" یعنی لیلۃ القدر میں کھڑا ہونا ایمان سے ہے۔ ایمان کی نشانی ہے۔ اور اس کے تحت یہ حدیث ذکر کی۔ "مَنْ یَّقُمْ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" یعنی جو لیلۃ القدر کی رات میں کھڑا ہوگا، عبادت کرے گا۔ اللہ کی رضا کیلئے اس کے قرب کیلئے۔ ریاکاری کیلئے نہیں بلکہ ثواب کیلئے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف فرمادے گا۔

دوسرا باب باندھا

"تَطَوُّعُ قِیَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْاِیْمَانِ" یعنی رمضان کا نفلی قیام ایمان میں سے ہے، ایمان کی نشانی ہے اور اس کے تحت ابو ہریرہؓ کی حدیث نقل کی "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" یعنی جس نے رمضان میں قیام اللہ کی رضا کیلئے اس کے قرب کیلئے، ریاکاری اور دکھلاوے کیلئے نہیں کیا بلکہ اجر وثواب کی نیت سے قیام کیا۔ تو اللہ رب العزت اس کے تمام گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادے گا۔

تیسرا باب باندھا

''صَوْمُ رَمَضَانَ اِحْتِسَابًا مِنَ الْاِیْمَانِ'' اور اس کے تحت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث نقل کی ''مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ'' یعنی جس نے رمضان کے روزے رکھے اللہ کی رضا کیلئے، ریاکاری اور دکھلاوے سے بچتے ہوئے، خالصتاً اجر وثواب کی نیت سے تو اللہ رب العزت اس کے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔

علمی نکتہ

علامہ عینی نے ایک انتہائی خوبصورت نکتہ بیان فرمایا ہے کہ جب لیلۃ القدر میں قیام کا یعنی کھڑے ہونے کا ذکر کیا تو ''یَقُمْ'' کا لفظ استعمال کیا جو کہ فعل مضارع ہے۔(future tense) جبکہ دوسری حدیث میں رمضان المبارک میں مطلقاً قیام کا ذکر کیا گیا۔ یعنی تراویح میں کھڑے ہونے کا ذکر کیا تو ''قَامَ'' کا لفظ فرمایا گیا۔ جو کہ فعل ماضی(Past tense) ہے اسی طرح تیسری حدیث میں جب رمضان کے روزے کا ذکر کیا گیا تو اس وقت بھی فعل ماضی (Past tence) کا ذکر کیا گیا یعنی ''صَامَ'' جس نے روزہ رکھا۔ اس میں کیا حکمت ہے، اور راز ہے کہ رمضان کی تراویح کیلئے (P.T) استعمال کیا، ''قَامَ'' جو کھڑا ہوا۔ اور رمضان کے روزے کیلئے بھی (P.T) استعمال فرمایا۔ کہ ''صَامَ'' جس نے روزہ رکھا۔ لیکن جب لیلۃ القدر میں کھڑے ہونے اور عبادت کرنے کی بات آئی تو (F.T) استعمال کیا۔ یعنی ''یَقُمْ'' جو کھڑا ہوتا ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ان مختلف صیغوں کے انتخاب میں درحقیقت مختلف احوال واحکام کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ یعنی رمضان کے روزے کیلئے ماضی کا صیغہ استعمال کر کے یہ بتادیا کہ رمضان کے روزے ہر مسلمان پر فرض ہیں۔ اور جو فرض ہوتا ہے وہ یقینی واقع ہوتا ہے۔ اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور عرب میں ماضی کا صیغہ بھی وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں کسی کام کا واقع ہونا

یقینی ہوا اور اسی طرح تراویح پڑھنا بھی سنت مؤکدہ ہے۔ تو اس کا تحقق بھی یقینی ہو گیا۔ لہٰذا اس کیلئے بھی ماضی کا صیغہ استعمال کر دیا گیا۔ ''مَنْ قَامَ رَمَضَانَ'' لیکن لیلۃ القدر جس میں کھڑا ہونا۔ نہ ہی فرض ہے نہ ہی واجب اور نہ ہی سنت مؤکدہ ہے۔ بلکہ ایک مستحب عمل ہے اور زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ اور مستحب پر کوئی عمل کرتا ہے۔ اور کوئی نہیں کرتا۔ لہٰذا اس کا واقع ہونا یقینی نہیں۔ تو اس لحاظ سے لیلۃ القدر میں۔ (F.T) استعمال فرمایا ''مَنْ یَّقُمْ'' اور عرب میں فعل مضارع وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں فعل کا واقع ہونا یقینی نہ ہو۔

رحمت رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن قربان جایئے رب کائنات کی رحمت و شفقت پر کہ جس فعل کا واقع ہونا یقینی ہے اس کی جزا بھی (P.T) کے ساتھ ذکر کی۔ اور دنیا میں لوگوں کی طرف سے جس فعل کا واقع ہونا یقینی نہیں اس کی جزا بھی (P.T) کے ساتھ ذکر کی۔ ''غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ'' یہ بتانے کیلئے کہ دنیا میں تمہارے کام کا واقع ہونا یقینی اور غیر یقینی ہو سکتا ہے لیکن میری رحمت کا واقع ہونا۔ بخشش کا واقع ہونا یقینی ہی یقینی ہے۔ اس میں کوئی شک و تردد نہیں۔ کیونکہ میرے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے۔

جوشِ رحمت کو دیکھتے ہوئے علماء کا نظریہ

اللہ تعالیٰ کی اس جوشِ رحمت کو دیکھتے ہوئے علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی رمضان کے روزے رکھے، رمضان کی تراویح پڑھے یا لیلۃ القدر میں کھڑے ہو کر عبادت کرے تو وہ قادر مطلق ہے کہ اس کے گناہِ صغیرہ بھی معاف فرما دیگا اور کبیرہ بھی معاف فرما دیگا۔ جبکہ بعض علماء کا نظریہ یہ ہے کہ ان احادیث میں جو گناہوں کی بخشش کی بشارت دی گئی ہے۔ ان سے صرف گناہ صغیرہ مراد ہیں گناہ کبیرہ نہیں۔ گناہ کبیرہ بغیر توبہ کے معاف نہیں کئے جائیں گے۔

باب: الدِّيْنُ يُسْرٌ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ

دین آسان ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کو سیدھا اور معتدل دین پسند ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مَعْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغِفَارِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ۔

ہمیں حدیث بیان کی عبدالسلام بن مطہر نے انہوں نے کہا کہ ہمیں عمر بن علی نے معن بن محمد الغفاری سے انہوں نے سعید بن ابی سعید المقبری سے انہوں نے ابو ہریرۃ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک دین آسان ہے ہرگز نہیں کوئی دین میں سختی اختیار کرے گا۔ مگر یہ دین اس پر غالب آجائے گا پس تم سیدھے رہو، میانہ روی اختیار کرو اور خوشخبری سنادو اور مدد طلب کرو صبح و شام اور رات کی عبادت کے ساتھ

موجودہ دور اور دین کی آزمائشیں

اس حدیث پاک میں نبی پاک ﷺ نے دین اسلام پر آنے والے کڑے اور سخت وقت کو چودہ سو سال پہلے اپنی نگاہِ نبوت سے دیکھا کہ جب اسلام کے دشمن یہ حال کر رہے ہوں گے کہ دین اسلام کی وہ خوبیاں جو اس کا امتیاز ہیں، جس کی وجہ سے وہ دین باقی مذاہب و ادیان میں سب سے افضل و اعلیٰ اور نمایاں تھا۔ انہی خوبیوں اور اچھائیوں کو چھپایا اور دبایا جا رہا ہوگا اور اس کا عکس پیش کیا جا رہا ہوگا۔ کبھی کسی داڑھی والے کو عورتوں پر تشدد کرتے ہوئے دکھایا جا رہا ہوگا تو کبھی کسی متشدد مدرسے سے فارغ ہونے والے، خودکش

دھما کا کرنے والے کو اسلامی فکر کے ساتھ جوڑ کر، منتھی کر کے بحث و مباحثے کرائے جا رہے ہوں گے۔ اور پھر چند علم نہ رکھنے والے سادہ مولویوں کو میڈیا پر نمایاں کر کے اسلام کی طرف سے دفاع نہ کرنے پر خود نئے اسلام کی داغ، بیل ڈالی جا رہی ہوگی اور Modem Islam کا نام دیا جا رہا ہوگا۔

اب قربان جایئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی اس خوبی اور اس وصف کو بیان کرنا چاہا۔ جس کی وجہ سے یہ دین عالمی دین بن کر ابھرے گا تو جو انداز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنایا اس کو دیکھ کر فصحاء اور بلغاء کی بلاغتیں اور فصاحتیں بھی دنگ رہ گئیں۔ اور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ وہ اس طرح کے جو دین اسلام کے بارے میں تعصب نہیں رکھتے وہ یہ جانتے ہیں کہ دین اسلام عفو و درگزر، نرمی، اور اخوت کا مذہب ہے۔ یہ وہ واحد مذہب ہے کہ دنیا میں جس کو کمزور، حقیر، کمتر اور بیکار سے بیکار شئے تصور کیا جاتا ہے۔ یہ دین، یہ مذہب، یہ اسلام اس کو بھی حقوق دلا کر عزت عطا کرتا ہے۔ مثلاً نوکر، غلام، مزدور، چرند، پرند، حشرات الارض یعنی اس زمین پر چلنے والے کیڑے مکوڑوں کے حقوق کا بھی خیال رکھتا ہے۔

لیکن جب سامنے والا آپ کی بات کو تسلیم نہ کرتا ہو بلکہ اپنی کم علمی یا بغض و عناد کی وجہ سے آپ کے اس موقف کا منکر ہو تو پھر آپ بھی آپنے کلام میں تاکیدات اور اصرار کو بڑھا دیں گے۔ یعنی سامنے والے کی کم علمی اور انکار کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے سادہ انداز میں اس سے کلام نہیں کریں گے۔ مثلاً سامنے والے کو بھی معلوم ہے کہ دین اسلام عفو و درگزر اور امن کا مذہب ہے تو آپ اس انداز کے جملے بولیں گے کہ اسلام عفو درگزر اور امن کا مذہب ہے۔ لیکن اگر سامنے والا اپنی کم علمی کا مظاہرہ کر رہا ہے یا بغض و عناد کا مظاہرہ کر رہا ہے تو آپ سے رہا نہیں جائے گا، آپ حقیقت کو واضح کرنے کیلئے بے شک، یقیناً، قطعاً، کوئی شک نہیں جیسے کلمات کا اضافہ کر کے اپنے موقف کو اور حقیقت کو واضح کریں گے۔

امن واعتدال اور دامن اسلام

قارئین محترم! اب ذرا نبی کریم ﷺ کی بلاغت اور علم غیب کا بیک وقت مظاہرہ دیکھئے کہ اس زمانے میں بظاہر تو مخاطب اور کلام کو سننے والے اہلِ ایمان ہیں۔ صرف اہلِ ایمان بھی نہیں۔ بلکہ ایمان میں اعلیٰ درجہ رکھنے والے صحابہء کرامؓ ہیں۔ جن سے بغض وعناد اور حضور اکرم ﷺ کی بات سے انکار کا تو تصور بھی نہیں ہو سکتا یہ تو وہ جانثار ہیں جو حضور ﷺ کی محبت میں دن کو رات اور رات کو دن کہہ دینے والے تھے۔ لیکن جب میرے حبیب ان کے سامنے دین کی خوبی کا ذکر کرتے ہیں کہ "دین عفو درگزر اور امن کا مذہب ہے" تو سادہ انداز نہیں اپناتے۔ بلکہ یوں گفتگو فرماتے ہیں، یوں ارشاد فرماتے ہیں "اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ" کہ بے شک، اس میں کوئی شک نہیں کہ دین تو ہے ہی آسانی۔ پھر مزید بلاغت کا اظہار فرماتے ہیں کہنا تو یوں چاہئے تھا کہ "ذُوْ یُسْرٍ" کہ آسانی والا مذہب ہے۔ لیکن یوں نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا کہ "اَلدِّیْنُ یُسْرٌ" اس قدر نرمی کے احکامات ہیں، اس قدر عفو درگزر کا مذہب ہے کہ عفو درگزر کرتے کرتے اب سراپا یہ دین عفو درگزر اور امن بن چکا ہے اس طرح فرمایا۔ جیسے عربی میں مثال دی جاتی ہے کہ "زَیْدٌ عَدْلٌ" یہ اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب اس کے سر سے پاؤں تک انصاف کا مظاہرہ ہوتا ہو۔ یعنی وہ ہر وقت لوگوں سے انصاف کرتا ہو۔ تو بلیغی انداز میں اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ گویا زید خود ہی انصاف ہے۔ اسی طرح دین اسلام عفو درگزر اور نرمی کرتے کرتے نرم اور امن والا ہو گیا یعنی آسان ہو گیا۔ پھر یہیں تک بس نہیں کی بلکہ اسلام کی اس نرمی اور امن والی خوبی کو بیان کرنے کیلئے اور زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ" یاد رکھ لو یہ بات کہ ہرگز ہرگز کوئی شخص بھی جو دین پر زور آزمائی کرکے غالب آنے کی کوشش کرے گا، دین میں سختیاں پیدا کرے گا۔ وہ ہرگز ہرگز دین پر غالب نہیں آسکتا بلکہ دین اس پر غالب آجائے گا پھر اسی کلمے کی اور تشریح کی کہ دین کے اندر تشدد نہ برتو، ہو سکتا ہے

کہ کم ذہن، کوڑ مغز اور بغض عناد رکھنے والے لوگ ان جملوں کو نہ سمجھ پاتے یا ان کے سمجھنے سے انکار کردیتے لیکن میرے حبیب ﷺ نے ان کی کوڑ مغزی اور کم علمی کو ختم کرتے ہوئے، رد کرتے ہوئے آخری حد تک، انتہاء پر جا کر اسلام کے فطرتاً نرم اور امن والا ہونے کیلئے یہ چند سنہری کلمات اور ارشاد فرمائے کہ "سَدِّدُوْا" سیدھے رہو، قول و فعل میں درست ہو جاؤ۔ "قَارِبُوْا" میانہ روی اختیار کرو! اعتدال اور وسطیت Extremism کی طرف نہ جاؤ۔ Violence کی راہ اختیار نہ کرو۔ پھر آگے فرمایا کہ "اَبْشِرُوْا" خوشخبریاں بھی دیا کرو کہ اگر کوئی تھوڑا سا بھی عمل کرلے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جنت عطا فرماتا ہے، اجر عطا فرماتا ہے۔ حضور ﷺ نے اس مقام پر "اَبْشِرُوْا" کا جملہ ارشاد فرما کر ان مولویوں اور جماعتوں کی اصلاح بھی کردی، ان کو پیغام بھی دے دیا کہ جنہوں نے اپنی جماعتوں کی بنیاد۔ ڈرانے والی آیات اور احادیث پر رکھی ہوئی ہے اور خوشخبری والی اور محبت و امن کا پیغام دینے والی آیات و احادیث کو ایک طرف بھلا رکھا ہے۔

باب: اَلصَّلٰوةُ مِنَ الْاِيْمَانِ "قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ" يَعْنِىْ صَلٰوتَكُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ

نماز ایمان سے ہے۔ فرمان ربانی ہے "اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ ضائع کردے تمہارے ایمان کو" یعنی نمازوں کو بیت اللہ کے پاس

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ الْاَنْصَارِ نَزَلَ عَلٰى اَجْدَادِهٖ اَوْقَالَ اَخْوَالِهٖ مِنَ الْاَنْصَارِ وَاَنَّهٗ صَلّٰى قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ يُعْجِبُهٗ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ وَاَنَّهٗ صَلّٰى اَوَّلَ صَلٰوةٍ صَلَّاهَا صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَصَلّٰى مَعَهٗ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ صَلّٰى مَعَهٗ فَمَرَّ عَلٰى اَهْلِ مَسْجِدٍ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ فَقَالَ اَشْهَدُ بِاللهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قِبَلَ مَكَّةَ

ہمیں حدیث بیان کی عمرو بن خالد نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی زُہیر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو اسحاق نے براء سے کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے جب تشریف لائے مدینہ میں تو ٹھہرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ننہال کے پاس یا کہا کہ اپنے ماموں کے پاس انصار سے اور بیشک نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سولہ یا سترہ مہینے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ قبلہ بیت اللہ ہو جائے اور بے شک آپ نے جو پہلی نماز اس طرف منہ کر کے پڑھی وہ عصر تھی اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس ان میں سے ایک شخص گیا انہی میں سے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تھی اس کا گزر کسی مسجد سے ہوا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے، پس اس نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ بیشک میں نے نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے۔

فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ وَكَانَتِ الْيَهُوْدُ قَدْ اَعْجَبَهُمْ اِذْ كَانَ يُصَلِّيْ قِبَلَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَاَهْلُ الْكِتَابِ فَلَمَّا وَلّٰى وَجْهَهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ اَنْكَرُوْا ذٰلِكَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ فِيْ حَدِيْثِهٖ هٰذَا اَنَّهٗ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ اَنْ تُحَوَّلَ رِجَالٌ وَقُتِلُوْا فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ

پس وہ اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور یہود کو پسند تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے اور دیگر اہل کتاب کو بھی پس جب انہوں نے بیت اللہ کی طرف منہ پھیر لئے تو ناپسند کیا انہوں نے اسے کہا زُہیر نے کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو اسحاق نے براء سے کہ بے شک جو مر گئے تحویل قبلہ سے پہلے تو ہم نہیں جانتے تھے کہ ان کے بارے میں کیا کہیں پس اللہ نے وحی نازل فرمائی اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے۔

رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رضائے خدا

یہ حدیث قرآن پاک کی اس آیت کی ایک طریقہ سے تشریح اور وضاحت ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ''قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا'' کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے چہرے کے پھرنے کو ہم دیکھتے ہیں جس طرح حدیث میں آیا کہ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پسند تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمنا تھی، دلی خواہش تھی کہ قبلہ بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ ہو جائے۔ اور پوری دنیا کے لوگ کعبۃ اللہ کی طرف سجدہ ریز ہو کر اپنے رب کو یاد کریں اس دلی آرزو کے پورا ہونے کیلئے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے اور رب کو وہ دیکھنا اتنا پسند تھا، اس قدر محبوب تھا کہ وہ محبوب کے دیکھنے کو دیکھتا تھا۔ اور اس دیکھنے کو پردہ غیب میں نہیں رکھا بلکہ ببانگ دہل قرآن کی اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکے چہرے کا پھرنا آسمان کی طرف ہم دیکھ رہے ہیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لطیف نکتہ

اگر رب چاہتا تو وہ وہ قادر مطلق ہے کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ اٹھائے بغیر کعبۃ اللہ کو قبلہ بنا دیتا، شریعت میں یہ حکم نافذ کر دیتا لیکن اس ذات کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا سے وہ کمال عشق و محبت ہے کہ پہلے اداؤں کو دیکھتا ہے اور پھر حکم صادر فرماتا ہے در حقیقت یہ رب کائنات نے قرآن کی اس آیت میں قیامت تک آنے والوں، محبت کرنے والوں کو پیغام massage دے دیا کہ سچی محبت ہوتی ہی وہ ہے کہ جس میں محبوب کی ادا کا ذکر کرنا شرک و بدعت نہیں ہوا کرتا بلکہ عین محبت اور کمال محبت ہوا کرتا ہے۔

دوسرا اہم نکتہ

اس حدیث پاک میں دوسرا اہم نکتہ جس کو بیان کرنے کیلئے امام بخاریؒ نے کتاب الایمان میں ذکر کیا کہ وہ صحابہ کرام جو حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور پھر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے حکم سے پہلے انتقال کر گئے، وصال فرما گئے تو لوگوں میں تذبذب کی کیفیت پیدا ہوئی آیا کہ اللہ ان صحابہ کرام کی ان نمازوں کو قبول کرے گا یا نہیں کرے گا کیونکہ ان کا انتقال تو تحویل قبلہ سے پہلے ہو گیا۔ کیا ان کی نمازیں ضائع ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے فوراً یہ آیت نازل فرما کر بیقرار دلوں کو، بے چینی اور اضطرابی سے نکال کر اطمینان اور سکون عطا کر دیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو یعنی ایمان سے مراد تمہاری وہ نمازیں جو تم نے اتباع مصطفیٰ ﷺ میں ادا کی ہیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے حبیب کی اتباع میں وہ ضائع نہیں کرے گا بلکہ رب کائنات نے انہیں قبولیت سے ہمکنار فرما دیا ہے۔

نماز کو ایمان سے تعبیر کرنا

اس مقام پر گزشتہ واقع سے ربط، تعلق جوڑتے ہوئے یوں کہنا چاہیے تھا کہ ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ صِلٰوتَكُمْ'' کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صلوٰۃ یعنی نمازوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ لیکن یہ نہیں فرمایا بلکہ ''لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ'' کے الفاظ استعمال فرمائے۔

ا۔ ایک وجہ تو وہ ہے جس کو امام بخاری ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اعمال پر بھی ایمان کا اطلاق ہوتا ہے۔ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ حج بھی ایمان ہیں۔ اور اعمال کی کمی بیشی ایمان کی کمی بیشی کا سبب ہوتی ہے۔

۲۔ اتباع حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام عمل کو معراج دیتا ہے

فقیر کی نظر میں اس مقام پر نماز کو ایمان سے تعبیر کر کے اس بلیغ نکتے کی طرف اشارہ کر دیا کہ نماز یا کوئی بھی عمل انتہائی اخلاص کے ساتھ، یا خلوص نیت کے ساتھ کیا جائے۔ تو پھر وہ صرف ظاہری طور پر نہیں یعنی اسلام نہیں بلکہ ایمان بن جاتا ہے جیسا کہ اسلام اور ایمان کے فرق کو پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ اور دوسرا یہ بھی بتا دیا کہ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں جو بھی عمل کیا جائے گا در حقیقت ایمان کی معراج کو وہی عمل پہنچے گا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی لیکن پڑھی تو اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھی تو یہاں پر صلوٰۃ کے لفظ سے تعبیر نہیں کیا۔ بلکہ ایمان کا لفظ استعمال فرمایا۔ جبکہ دوسری طرف محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ رکھنے والوں کو صرف کلمہ (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) پڑھنے پر قرآن پاک میں "قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا" والی آیت نازل فرما کر یہ بتا دیا کہ صرف کلمہ پڑھنے والے کو مسلمان کہنا مومن نہ کہنا۔ یعنی بظاہر اسلام ہے اندر سے خالی ہے۔

خیر کے کام میں جلدی کرنا

اس حدیث سے ہمیں یہ بھی ترغیب ملتی ہے کہ اگر کسی کام میں دینی یا دنیاوی اعتبار سے مسلمانوں کیلئے بھلائی ہو تو اس بھلائی یا خیر کو دینے میں، یا اس کا ذریعہ بننے میں بخل نہیں کرنا چاہئے۔ جیسے عباد بن نہیق جنہوں نے دو رکعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی تھیں اور دو رکعت تحویل قبلہ کا حکم آنے کے بعد کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھیں تھیں تو جب آپ فارغ ہو کر مسجد قبلتین والوں کے پاس سے گزرے اور انہیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انہیں ان کے حال پر نہیں رہنے دیا بلکہ ایک دینی فائدہ دینے کی غرض سے وہیں کہہ اٹھے "لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ" یہ کہنا تھا کہ نماز پڑھنے والے نماز

کے دوران کعبۃ اللہ کی طرف مڑ گئے علامہ عینیؒ اور جمہور کے نزدیک جس مسجد میں یہ واقعہ رونما ہوا اسے مسجد قبلتین کہتے ہیں۔

عادل کی گواہی قبول ہوتی ہے

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک صحابی کی گواہی دینے پر اور تحویل قبلہ کا حکم سنانے پر بے شمار صحابہ نے اپنے منہ کعبۃ اللہ کی طرف موڑ دیئے اسلئے کہ انہیں پتہ تھا، وہ جانتے تھے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والے سے کبھی جھوٹ صادر نہیں ہوسکتا۔ وہ ہمیشہ سچ ہی بولتا ہے، وہ صادق ہی ہوتا ہے۔

باب: حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ

آدمی کا بہترین اسلام

قَالَ مَالِكٌ أَخْبَرَنِیْ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِیَّ أَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ اِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ يُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَّالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا اِلَّا اَنْ يَّتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اَحْسَنَ اَحَدُكُمْ اِسْلَامَهٗ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَّعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهٗ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَّكُلُّ سَيِّئَةٍ يَّعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهٗ بِمِثْلِهَا

کہا مالک نے کہ خبر دی مجھے زید بن اسلم نے عطاء بن یسار نے انہیں خبر دی ابوسعید خدری نے کہ بیشک انہوں نے رسول اللہ کو سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اسلام لے آئے اور اچھا ہو جائے اسلام اس کا تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے اس کے پچھلے گناہ اور اس کے بعد ہر نیکی کا بدلہ دس گنا سے ستر گنا تک ہے اور برائی اسی کے برابر مگر اور اللہ تعالیٰ

چاہے تو اس سے بھی درگزر فرمادے ہمیں حدیث بیان کی اسحاق بن منصور نے، کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالرزاق نے انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی معمر نے ہمام سے انہوں نے ابوہریرۃ سے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے اسلام کو اچھا کر لیتا ہے پھر وہ جو بھی نیکی کرتا ہے اس کا اجر دس گنہ سے ستر گنہ تک لکھا جاتا ہے اور جو برائی کرے تو وہ اسی کی مثل ایک ہی لکھی جاتی ہے

رب کا کرم

ان احادیث مبارکہ میں رب کریم کی اپنے بندوں پر انتہائی شفقت و کرم کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جب اس کا بندہ ایک گناہ کرتا ہے تو وہ ذات فرشتوں کو حکم دیتی ہے کہ میرے اس بندے کا ایک ہی گناہ لکھنا لیکن جب بندہ نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو ایک نہیں دو نہیں، تین نہیں بلکہ دس گنہ تک ثواب لکھ دو۔ اور اگر اس کی اس نیکی میں زیادہ خلوص پاؤ تو سو گنہ لکھ دو!۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ خلوص پاؤ تو سو گنہ تک نہیں بلکہ سات سو گنہ تک لکھ دو۔ اور وہ تو وہ قادر مطلق ہے کہ اس کے کرم کے سامنے تو سات سو بھی کچھ نہیں۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ اللہ جس پر کرم فرمانا چاہتا ہے تو اس کیلئے گنتی کو بھی ختم کر دیتا ہے حساب و کتاب کو ختم کر دیتا ہے۔ جتنا چاہتا ہے اس کو ثواب عطا کر دیتا ہے۔

اخلاص بغیر تعداد کے عطا کرواتا ہے

گذشتہ سطور میں فقیر نے جو عمل میں خلوص کے لفظ کا اضافہ کیا کہ جس قدر خلوص اور جس قدر رضائے الٰہی کیلئے عمل کیا جاتا ہے اسی قدر ثواب کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں، یہ بات تو ویسے بہت سی قرآنی آیات سے بھی ثابت ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس حدیث کے ابتدائی کلمات سے ہی یہ نکتہ مستنبط ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے جملے میں ہی ارشاد فرمایا کہ ''اِذَا اَحْسَنَ اَحَدُکُمْ اِلْاِسْلَامَ'' مطلقاً مسلمان کی نیکی کو بیان نہیں کیا یعنی یہ نہیں فرمایا کہ جب کوئی مسلمان نیکی کرتا ہے تو دس گنہ یا

اس سے زیادہ ثواب لکھ دیا جاتا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اسلام کو عمدہ کر لیتا ہے، اچھا کر لیتا ہے۔ یعنی اسلام کے اعلیٰ درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ اور وہ عمدگی یقیناً اخلاص سے حاصل ہوتی ہے۔ اخلاص، اعمال رضائے الٰہی کیلئے کرتا ہے، ریا کاری کیلئے نہیں کرتا۔ یعنی وہ عمل ظاہراً ہی نہیں بلکہ باطناً بھی حسن کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہوتا ہے تو اس کا معمولی سا عمل، ایک نیکی بھی اس درجے پر پہنچ جاتی ہے کہ جس قدر اخلاص کے درجات طے کرتا جاتا ہے تو اسی ایک عمل پر لاتعداد ثواب کی بشارت سنا جاتا ہے۔

باب: اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ اَدْوَمُهُ

پسندیدہ دین (عمل) اللہ کے نزدیک وہ ہے جو دائمی ہو

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا اِمْرَاَةٌ قَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَتْ فُلَانَةٌ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللهِ لَا يَمَلُّ اللهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَادَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن مثنی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ رضی اللہ عنہ نے ہشام سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی میرے والد نے حضرت عائشہؓ سے کہ بے شک نبی کریم ﷺ آپ کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس ایک عورت تھی فرمایا کہ یہ کون ہے؟ آپ نے عرض کی کہ فلاں عورت ہے اور اس کی نماز کا ذکر کرنے لگی، فرمایا کہ ٹھہرو! تم ان اعمال کو کرو جن کو کرنے کی طاقت رکھتے ہو پس خدا کی قسم اللہ نہیں تھکتا، یہاں تک کہ تم تھک جاتے ہو اور اللہ کو وہ عمل پسند ہے جس کا کرنے والا اسے ہمیشہ کرے۔

مقام ومحل کے اعتبار سے تعریف کرنا

اس حدیث پاک کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ جہاں کسی شئی کی تعریف کا محل، تقاضا اور مقام نہ ہوتو وہاں پر اس شئے کی تعریف سے روک دینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس عورت کی نماز کی تعریف کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''مَہْ'' فرما کر اس عورت کی تعریف سے روک دیا۔ کیونکہ یہ محل، یہ مقام عورت کی تعریف کا تقاضا نہیں کرتا تھا۔

نظم وضبط کی صلاحیت اور اسلام کا کردار

درحقیقت اس عورت کی تعریف سے روکنے کی وجہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے ارشاد فرمائی کہ شریعت کو یہ بات پسند نہیں کے چند دن تو اعمال کی انتہا پر پہنچ گئے اور پھر وہی عمل جس کی انتہا پر پہنچے تھے اسے ایک دم چھوڑ دیا۔ بلکہ دین، اسلام، اور شریعت انسان میں نظم وضبط اور استقامت کی خوبی پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ یعنی اچھا کام تھوڑی ہی مقدار میں کرو لیکن متواتر اور پے در پے کرو! اور جس وقت پر شروع کیا ہے اسی پر کرو! نظم و ضبط کو برقرار رکھتے ہوئے، اس میں انقطاع نہ آئے یہی وجہ ہے دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان الفاظ کے ساتھ اس سوچ، فکر کو واضح کیا کہ ''اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا'' کہ اچھے عمل تو بہت ہیں لیکن بندے کا وہ عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، پسند ہے کہ جس کام کو شروع کر دیا ہے۔ وہ قیامت تک جاری وساری رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کا خیال رکھنا

اگر اس مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''مَہْ عَلَیْکُمْ بِمَا تُطِیْقُوْنَ'' کے جملے کا استعمال نہ فرماتے تو قیامت تک آنے والے لوگ یہ تصور کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اس میں ہے کہ ساری ساری رات عبادات، ریاضات کی جائیں۔ یا اس طرح عمل کیا جائے کہ اپنے

آپ کو تھکا کر مقصود تک پہنچا جائے۔

لیکن قربان جایئے! نبی کریم ﷺ کی اپنی امت سے محبت وشفقت پر کہ آپ نے یہ جملہ ارشاد فرما کر کہ میری رضا اور تمہارے خالق کی رضا اس میں نہیں کہ تم تھک کر اور عاجز و بیمار ہو کر ہم تک پہنچو۔ بلکہ رضا اس میں ہے کہ تم اپنے خالق کے حضور اس حال میں حاضر ہو کہ تندرستی، صحت مندی، حشاشیت و بشاشیت تمہارے چہرے سے چھلک رہی ہو۔ اب پوری رات جاگنے کی ضرورت نہیں بلکہ رات کے کچھ حصے میں اسے پکارنا شروع کیا ہے۔ تو پوری پوری زندگی اس کو اسی وقت میں اسی انداز محبت کے ساتھ پکارنے میں کوئی کمی نہ آئے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ چند پوری راتیں تو گزار دیں اس کی یاد میں پھر چند دن بعد ایسے تھکے، ایسے غافل رہے کہ فجر کی نماز تک کا خیال نہ رہا۔ اس بات کی نبی کریم ﷺ نے اس قول سے وضاحت فرما دی: ''فَوَاللّٰہِ لَایَمَلُّ اللّٰہُ حَتّٰی تَمَلُّوْا'' کہ اللہ کی قسم اللہ نہیں اکتائے گا یہاں تک کہ تم اکتا جاؤ گے، یعنی اس کی تو اطاعت کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا، جس قدر بھی کرو گے، وہ اتنا ہی کم ہوگا، اور اس کی الوہیت اور شان اور اس کا مرتبہ زیادتی کا تقاضا کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ تم یہ کام نہ کر سکو گے اور تھک جاؤ گے۔ لہٰذا اس بہتری کو بیان کرنے کیلئے نبی کریم ﷺ نے آگے جملے ارشاد فرمائے ''اَحَبُّ الدِّیْنِ اِلَیْہِ مَادَاوَمَ عَلَیْہِ'' کہ اللہ کو تو وہ دین زیادہ محبوب ہے، پسند ہے کہ جس دینی کام پر ہمیشگی ہو اور وہ مستقل مزاجی کے ساتھ ہو۔ اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

باب: زِيَادَةُ الْاِيْمَانِ وَنُقْصَانِهٖ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَزِدْنٰهُمْ هُدًى وَّيَزْدَادَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِيْمَانًا وَقَالَ الْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ فَاِذَا تَرَكَ شَيْئًا مِنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ

ایمان کا زیادہ اور کم ہونا اور قول اللہ تعالیٰ کا کہ زیادہ کر دی ہم نے ان کیلئے ہدایت اور بڑھا دیا ایمان والوں کے ایمان کو اور فرمایا آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ پس جب چھوڑ دی جائے کوئی چیز کمال سے تو وہ چیز ناقص رہ جاتی ہے

حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ شَعِيْرَةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَبَانٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْاِيْمَانِ مَكَانَ خَيْرٍ

حدیث بیان کی ہمیں مسلم بن ابراہیم نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں ہشام نے وہ کہتے ہیں قتادہ نے انس ؓ سے، نبی کریم ﷺ سے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نکل جائے گا دوزخ سے وہ شخص جس نے کہا کہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اگرچہ اس کے دل میں جَو کے برابر بھی ایمان ہوگا اور اسے بھی نکال دیا جائے گا جہنم سے جس نے کہا ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اگرچہ اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا۔ اور اس شخص کو بھی نکال دیا جائے گا دوزخ سے جس نے کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اگرچہ اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ کہا امام بخاریؒ نے، ابان نے کہ بیان کیا ہمیں قتادہ نے، بیان کیا ہمیں انس نے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیر کی جگہ ایمان کا لفظ

باطل فرقوں کا رد

یہ حدیث پاک اس لحاظ سے بہت جامع ہے کہ اس کے ان الفاظ سے "یُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ وَزْنُ بُرَّۃٍ مِنْ خَیْرٍ" اے فرشتو! نکال دو تم اس شخص کو جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے' باطل فرقوں کا رد ہو رہا ہے۔

خوارج کا مذہب

ان کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص گناہ کبیرہ کرتا ہے وہ شخص اسلام سے نکل جاتا ہے۔ اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جائے گا۔ جیسا کہ علامہ عینی نے امام رازی کے حوالے سے اس قول کو نقل کیا۔ جبکہ یہ حدیث پاک واقعی طور پر اس عقیدے کے بطلان پر دلالت کر رہی ہے۔ ان کلمات کے ساتھ جب اللہ رب العزت گناہ گاروں کیلئے، دوزخیوں کیلئے ارشاد فرمائے گا "یُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ وَزْنُ ذَرَّۃٍ مِنْ خَیْرٍ" (اے فرشتو! نکال دو تم اس شخص کو جس کے دل میں رائی کے ذرہ کے برابر بھی ایمان ہے) تو پتہ یہ چلا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے اور اس نے توحید و رسالت کی گواہی صدق دل سے دی ہے۔ تو یہ نعمت اس کو کفر کا ٹھپہ لگانے سے بچا لیتی ہے۔

معتزلہ کا مذہب

معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ جو گناہ کرتا ہے، گناہ میں ملوث ہوتا ہے۔ اور وہ توبہ کئے بغیر مر جاتا ہے تو اگرچہ وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔ مگر وہ ساری عمر دوزخ میں رہے گا۔ لہٰذا یہ حدیث معتزلہ کے عقیدے کا بھی رد کر رہی ہے۔ حدیث کے ان کلمات کے ساتھ "یُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ وَزْنُ شَعِیْرَۃٍ مِنْ خَیْرٍ" ایک کلمہ پڑھنے والے نے کتنے ہی بڑے بڑے گناہ کیوں نہ کئے ہوں مگر توحید و رسالت کی گواہی دینے کی وجہ

سے اس کا آخری ٹھکانہ جنت ہی ہوگا۔

مرجیہ کا مذہب

یہی حدیث پاک مرجیہ فرقے والوں کا بھی رد کر رہی ہے۔ کیوں کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا اب خواہ وہ کتنے ہی بڑے بڑے گناہ کرتا رہے یہ گناہ اسے نقصان نہیں دیں گے۔ یعنی وہ بندہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ اس کو دوزخ میں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ جبکہ حدیث پاک کے یہ الفاظ امت کو واضح طور پر درس دے رہے ہیں کہ ''يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَفِي قَلْبِهٖ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ'' کہ وہ گناہگار آگ سے نکالا جائے گا۔ یعنی گناہ کرنے کے بعد سزا تو بھگتنی پڑے گی، جہنم کی آگ میں تو داخل ہونا پڑے گا لیکن توحید و رسالت پر ایمان آخر میں جنت میں لے جائے گا۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ سَمِعَ جَعْفَرَ بْنَ عَوْنٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْعُمَيْسِ اَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا قَالَ اَيُّ آيَةٍ قَالَ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ

حدیث بیان کی ہمیں حسن بن صباح رضی اللہ عنہ نے سنا انہوں نے جعفر بن عون سے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں ابو العمیس نے وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہمیں قیس بن مسلم نے طارق بن شہاب سے، عمر بن الخطاب سے انہوں نے روایت کیا بیشک یہودیوں میں سے ایک مرد نے کہا کہ اے امیر المومنین ایک آیت اپنی کتاب میں آپ لوگ پڑھتے ہیں اگر وہ نازل ہوتی ہم یہود پر تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے فرمایا کہ وہ کونسی آیت ہے کہا کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے

تمہارے لئے اسلام کو دین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اس دن کو بھی جانتے ہیں اور وہ جگہ بھی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی جبکہ آپ جمعہ کے روز عرفات میں کھڑے تھے۔

☆: پہلی بات تو اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ یہود اس آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ جس دن کوئی عزت والی، محترم، اور مکرّم شئے نازل ہو، ملے۔ تو ہم ہی اس کی عزت و تکریم کرتے ہیں۔ اس کی عظمت کو اجاگر کرتے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ کا جواب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس دن کوئی محترم اور مکرّم چیز ملے، نازل ہو تو ہم مسلمان زیادہ اس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ یعنی تم تو صرف اس آیت کے متعلق جانتے ہو۔ لیکن ''عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْیَوْمِ'' ہم نے اس دن کو بھی جانا، اور اس جگہ کو بھی جانا ''وَالْمَكَانُ الَّذِیْ نَزَلَتْ فِیْهِ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' اور اس مقام کو بھی جانا جہاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے تھے ''وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ یَوْمَ جُمُعَةٍ'' وہ عرفہ کا مقام تھا اور جمعہ کا دن

☆ **دن کو کسی معزز و مکرّم چیز کیلئے متعین و مقرر کرنا صحابہ کی سنت ہے۔**

اللہ کے کلام کے نازل ہونے پر حضرت عمرؓ نے دن بھی متعین کر لیا، وقت بھی متعین کیا، جگہ بھی متعین کی۔ تو جس دن صاحب آیت، قرآن ملے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بارہ ربیع الاول کے دن کو متعین کر لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے وقت کا تعین کر لیں تاریخ اور مہینے کا تعین کر لیں۔ تو یہ دن اور وقت کا تعین کرنا شرک و بدعت نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے۔

باب: اَلزَّكٰوةُ مِنَ الْاِسْلَامِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ

زکوٰۃ اسلام کا ایک حصہ ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اور نہیں حکم دیئے گئے وہ مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں، خالص اسی پر عقیدہ رکھتے ہوئے اسی کا ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی صحیح دین ہے

حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَمِّهٖ اَبِيْ سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا فَاِذَا هُوَ يَسْئَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَمْسُ صَلَوٰتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الزَّكٰوةَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ

ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا ابو سہیل بن مالک سے، انہوں نے اپنے والد سے کہ بیشک انہوں نے طلحہ بن عبید اللہ کو یہ کہتے سنا کہ آیا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل نجد سے اس کے بال بکھرے ہوئے تھے ہم سنتے تھے گنگناہٹ اس کی آواز کی اور سمجھتے نہیں تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے حتیٰ کہ وہ نزدیک ہوا پس اس نے سوال کیا اسلام کے بارے میں پس فرمایا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ نمازیں دن اور رات میں پس اس نے کہا کہ اس کے علاوہ بھی کچھ ہے مجھ پر، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں مگر یہ کہ تم نفل پڑھنا چاہو، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ رمضان کے روزے تو اس نے کہا کیا اس کے علاوہ بھی ہے کچھ مجھ پر تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں مگر یہ کہ تم نفل رکھنا چاہو حضرت طلحہ نے کہا کہ ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کیلئے زکوٰۃ کو اس نے کہا کہ کیا اس کے علاوہ بھی کچھ مجھ پر ہے فرمایا نہیں مگر جو تم نفل صدقہ یا خیرات کرنا چاہو حضرت طلحہ نے کہا وہ پیٹھ پھیر کر یہ کہتا ہوا چل دیا اللہ کی قسم! نہ میں اس میں اضافہ کروں گا اور نہ کمی کروں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کامیاب ہو گیا یہ اگر سچا ہے

لَا أَزِيْدُ وَلَا أَنْقُصُ

اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ آدمی کسی کا قاصد تھا یعنی کسی نے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مسئلہ پوچھنے کیلئے بھیجا تھا تو اس لئے اس نے (لَا أَزِيْدُ وَلَا أَنْقُصُ) کے الفاظ استعمال کئے یعنی میں اس کی تبلیغ میں اور ان لوگوں تک پہنچانے میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔ بلکہ اسی طرح بتاؤں گا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہیکہ میں فرضیت میں زیادتی یا کمی نہیں کروں گا۔ یعنی ایسا نہیں کروں گا کہ آپ نے چار رکعت فرض بتائی ہیں تو میں پانچ پڑھ لوں تاکہ ثواب زیادہ مل جائے۔ بلکہ جتنی رکعتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائی ہیں۔ اتنی ہی پڑھوں گا۔ ان میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔

باب: اِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ مِنَ الْاِيْمَانِ

جنازے کے پیچھے چلنا ایمان سے ہے

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ الْمَنْجُوْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ

اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهُ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيْرَاطٍ تَابَعَهُ عُثْمَانُ الْمُؤَذِّنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَحْوَهُ

ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبداللہ بن علی المنجوفی نے انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی روح نے انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی عوف نے حسن سے اور محمد سے، انہوں نے ابوہریرۃ سے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی چلا مسلمان کے جنازے کے پیچھے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے اور اس کے ساتھ رہا یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھی گئی اور اس کے دفن سے فارغ ہوا پس بے شک وہ لوٹتا ہے دو قیراط ثواب لیکر جبکہ ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جس نے اس کی نماز پڑھی اور پھر لوٹ آیا اسے دفن کرنے سے پہلے تو وہ لوٹے گا ایک قیراط اجر ثواب لے کر متابعت کی عثمان موذن، نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عوف نے محمد سے انہوں نے ابی ہریرۃ سے انہوں نے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

اسلام کا عظیم مذہب ہونا

اسلام وہ عظیم ترین مذہب ہے جو زندوں کے حقوق کا ہی خیال نہیں رکھتا بلکہ مردوں کے حقوق کا بھی خیال رکھتا ہے۔ جبکہ دوسرے ادیان و مذاہب زندوں کے حقوق کا بھی خیال نہیں رکھتے لیکن اسلام وہ عظیم مذہب کہ جب ایک انسان بچہ تھا، جوان تھا، باپ تھا، دادا تھا، استاد تھا، رشتہ دار تھا، بوڑھا تھا تو تب بھی دوسرے لوگوں سے اسے حقوق دلواتا تھا اور اب جب یہ مر گیا ہے۔ تو پھر بھی ساتھ دیتا ہے۔ یعنی حقوق دلواتا ہے۔ دوسروں کو ساتھ دینے کا احساس دلواتا ہے، نماز جنازہ پڑھنے کے ذریعے اور اس کو دفن کرنے کے ذریعے۔

بَاب: اَلْخَوْفِ الْمُؤْمِنِ اَنْ یَّحْبَطَ عَمَلُهٗ وَهُوَلَا یَشْعُرُ وَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ التَّیْمِیُّ مَا عَرَضْتُ قَوْلِیْ عَلٰی عَمَلِیْ اِلَّا خَشِیْتُ اَنْ اَكُوْنَ مُكَذِّبًا وَقَالَ اِبْنُ اَبِیْ مُلَیْكَةَ اَدْرَكْتُ ثَلَاثِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كُلُّهُمْ یَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰی نَفْسِهٖ مَا مِنْهُ اَحَدٌ یَّقُوْلُ اِنَّهٗ عَلٰی اِیْمَانِ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْكَائِیْلَ وَیُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا اَمِنَهٗ اِلَّا مُنَافِقٌ وَمَا یُحَذَّرُ عَنِ الْاِصْرَارِ عَلَی التُّقَاتُلِ وَالْعِصْیَانِ مِنْ غَیْرِتَوْبَةٍ لِّقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ

مومن کا ڈرنا اس بات سے کہ اس کے عمل ضائع ہو جائیں اور اسے پتہ بھی نہ چلے کہا ابراہیم تیمی نے پیش کرتا ہوں میں اپنا قول اپنے عمل پر مگر ڈرتا ہوں میں اس بات سے کہ جھٹلانے والوں میں شمار نہ ہو جاؤں۔ اور کہا ابن ابی مُلیکہ نے کہ پایا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیس صحابہ کو کہ وہ تمام کے تمام ڈرتے تھے نفاق کے بارے میں اپنی ذات پر۔ نہیں کہتا ان میں سے کوئی ایک کہ ان کا ایمان جبرائیلؑ اور میکائیلؑ کی طرح ہے اور ذکر کیا گیا ہے حسن بصری سے نہیں ڈرتا خدا سے مگر مومن اور نہیں بے خوف ہوتا مگر منافق اور وہ جو ڈرایا گیا ہے اصرار کرنے، لڑائی جھگڑے اور معصیت پر بغیر توبہ کئے۔ جیسا کہ قول اللہ تعالیٰ کا۔ اور وہ نہ

اصرار کریں اپنے کئے ہوئے پر وہ جو عمل کرتے ہیں جان بوجھ کر۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔

حدیث بیان کی ہمیں محمد بن عرعرۃ نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں شعبۃ نے زبید سے وہ کہتے ہیں کہ سوال کیا میں نے ابو وائل سے مرجیہ (فرقہ) کے بارے میں تو فرمایا انہوں نے کہ بیان کیا مجھے عبد اللہ نے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو رضا سے حساب لے گا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

صحابہ اور تابعین کا غلط عقیدے، نظریات رکھنے والوں کے متعلق اہل علم سے سوال کرنا

صحابہ کرام اور تابعین کا یہ حال تھا کہ اس دور کے اندر کہ جو حضور اکرم ﷺ سے قریب قریب کا دور ہے اس دور میں غلط نظریات رکھنے والے لوگوں کے متعلق اہل علم سے سوال کرتے اور چھوٹی چھوٹی باتوں کے بارے میں پوچھتے کہ کیا ان سے دوستی رکھنا جائز ہے، ان سے تعلق رکھنا جائز ہے، ان کی صحبت میں بیٹھنا صحیح ہے۔ جبکہ آج ہم اس دور میں جا رہے ہیں جو حضور ﷺ سے بہت دور ہے۔ اور آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم غلط عقیدہ رکھنے والے لوگوں سے۔ رشتہ داریاں بھی جوڑ رہے ہیں۔ یعنی رشتے کر رہے ہیں۔ کاروبار بھی کر رہے ہیں۔ تعلق بھی رکھتے ہیں ان کی صحبت میں بھی بیٹھتے ہیں۔ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم نے آج تک کسی اہل علم سے نہیں پوچھا کہ ان لوگوں سے تعلق رکھنا، رشتے جوڑنا،

کاروبار کرنا، ان کی صحبت میں بیٹھنا درست ہے یا نہیں۔

عقیدے کی طرف توجہ کرنا

صحابہ کرام اور تابعین غلط عقیدے اور غلط نظریات کے مسئلے کو ہلکا اور معمولی سمجھ کر Ignore نہیں کر دیا کرتے تھے یعنی اس کو رد کرنے کیلئے صرف جواب نہیں دے دیا کرتے تھے بلکہ عقائد و نظریات کی درستگی پر اس قدر زور اور اہمیت دیا کرتے تھے۔ کہ جواب بھی دیتے تھے اور جواب کو ثابت کرنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث لے کر آتے تھے۔ حدیث سے استدلال کرتے تھے۔ مثلاً جب کسی نے مرجیہ فرقے کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے عقیدے کے مسئلے کو ہلکا سمجھتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ ''مُرْجِئَۃ مُخْطِئ'' ہیں، غلط ہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث لیکر آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُہٗ کُفْرٌ'' جو مسلمان کو گالی دے گا وہ فاسق ہے اور جو اسے قتل کرے گا وہ کافر ہے۔ یعنی ''کفر'' سزا کے معنی میں ہے۔ عذاب کے معنی میں۔ کہ اس کو عذاب دیا جائے گا، سزا دی جائے گی۔ جیسا کہ گزشتہ ابواب میں ذکر کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''یُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِیْمَانٍ'' کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو وہ جنت میں جائے گا۔ ''یُخْرَجُوْنَ'' سے پتا چلا کہ اس کو نکالا تب جائے گا کہ جب اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَادَۃُ بْنُ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یُخْبِرُ بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالَ اِنِّیْ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَکُمْ بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَاِنَّہٗ تَلَاحٰی فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ فَالْتَمِسُوْھَا فِی السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ

حدیث بیان کی ہمیں قتیبہ بن سعید نے، وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں اسمٰعیل بن جعفر نے حُمید سے، انہوں نے انس سے وہ کہتے ہیں کہ خبر دی مجھے عبادۃ بن صامت نے کہ

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے خبر دینے لیلۃ القدر کے بارے میں پس دو مسلمان آپس میں جھگڑ پڑے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بیشک میں نکلا تھا شب قدر کی خبر دینے کیلئے لیکن! لڑ رہے تھے فلاں اور فلاں پس وہ اٹھالی گئی اور شاید کہ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ پس تلاش کرو اسے ساتویں، نوویں، اور پانچویں میں۔ 25-27-29۔

نعمتوں کا چھن جانا/بے برکتی سے بچنے کا حل

اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لیلۃ القدر کی تعین کو بیان کرنے کیلئے نکلے تو دو صحابی آپس میں اونچی آواز میں لڑ رہے تھے۔ تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں لیلۃ القدر کی رات سے آگاہ کروں کہ وہ کونسی رات ہے۔ لیکن! یہاں دو لوگ آپس میں لڑ رہے تھے جن کی وجہ سے لیلۃ القدر کی تعیین اٹھالی گئی یعنی معلوم یہ ہوا کہ لڑائی، جھگڑے، دنگے، فساد سے نعمتیں چھن جاتی ہیں۔ جب دینی نعمت چھین لی گئی تو لڑائی جھگڑے سے دنیاوی نعمت تو بدرجہ اولیٰ چھن جاتی ہے۔ اب اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کے گھر کے اندر نا اتفاقی نہ ہو، بے برکتی نہ ہو، اولاد نافرمان نہ ہو تو اس کا حل یہ ہے کہ، ساس اور بہو جھگڑنا چھوڑ دیں۔ میاں، بیوی اپنی ناچاقیاں ختم کر دیں، رشتے دار آپس میں قطع تعلقی نہ کریں۔ اخوت اور بھائی چارہ کا ماحول گھر اور گھر سے باہر ہمیشہ کیلئے برقرار رکھیں۔ تو ہر اعتبار سے سکون ہوتا چلا جائے گا، معاملات میں برکت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

بے ادبی خیر سے محرومی کا سبب

حدیث میں جن دو اشخاص کے جھگڑنے کی طرف اشارہ کیا گیا۔ ان میں سے ایک عبداللہ بن ابی حدرد تھے اور دوسرے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔ دوسری روایات میں قصے کی تفصیل یوں ذکر کی گئی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے قرض لیا ہوا تھا۔ ایک دن مسجد میں ملاقات کے دوران حضرت کعب نے اپنے قرض کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ

بات بڑھ گئی اور ان کی آوازیں مسجد میں بلند ہونے لگیں۔ اسی اثناء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت کعب تو حضرت عبداللہ بن حدرد سے اپنا حق طلب کر رہے تھے۔ اور شریعت میں اپنا حق طلب کرنا، قطعاً کوئی معیوب یا بری شئے نہیں تو پھر یہ نعمت یعنی لیلۃ القدر کی تعیین کیوں اٹھالی گئی، مسلمانوں سے یہ رحمت کیوں چھین لی گئی؟۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نعمت یا خیر سے محرومی حق کو طلب کرنے کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ یہ نعمت کا چھن جانا اسلئے تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے ہوتے ہوئے آوازوں کا بلند ہوجانا اور ادب کی راہ کو چھوڑ دینا کیا قرآن کے اس حکم سے غافل ہوگئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں بھولے سے، نادانستہ طور پر بھی آواز کے بلند کرنے والے کو "اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ" (تمہارے سارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے) کی وعید سنائی جاتی ہے۔ لہٰذا یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کی تو بہت بلند شان ہے۔ بزرگوں اور صالحین کی بارگاہ میں بھی بے ادبی یا عدم توجہی ہوجائے تو اس کے سبب بھی انسان بھلائیوں اور رحمتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

"خَيْرًا لَّكُمْ" حدیث میں بظاہر تضاد اور اس کا جواب

اس حدیث پاک میں جہاں یہ بیان کیا گیا کہ وہ دینی نعمت (لیلۃ القدر کی تعیین) اٹھا لی گئی۔ تو وہاں یہ بھی کہا جارہا ہے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تو اس کا کیا مطلب ہے کہ ایک ہی شئے میں محرومیٔ نعمت بھی ہے اور اسی میں خیر بھی ہے، بہتری بھی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی جگہ رحمت اور زحمت جمع ہوجائے۔؟

جہتوں کا اختلاف

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک ہی چیز کی دو جہتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً: طالبعلم مدرسے میں تو آیا لیکن وہ کلاس میں نہیں آیا تو اس طرح وہ سبق سے محروم ہوگیا۔ لیکن وہ مدرسے میں کسی دوسرے استاد کی زیارت کی غرض سے ان کی صحبت میں بیٹھا رہا ہے۔ تو اس اعتبار

سے وہ استاد سے فیض لے رہا ہے۔ یعنی ایک جہت سے وہ محروم ہے کلاس میں سبق نہ پڑھ کر۔ اور دوسری جہت سے وہی نفع یاب ہو رہا ہے۔ تو اسی لئے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم اس سے تو محروم ہو گئے یعنی شب قدر کی تعیین سے۔ لیکن! تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ تم اسے پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں شب کے اندر تلاش کرو۔ یعنی اگر تعیین ہو جاتی تو تم ایک ہی شب میں بیداری کرتے، اللہ کی عبادت کرتے۔ لیکن اب تمہیں عبادت کیلئے مختلف راتیں مل جائیں گی۔ لہٰذا تم زیادہ عبادات کرو! یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

باب: سُوَالِ جِبْرِيْلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَالْاِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ وَبَيَانِ النَّبِيِّ ﷺ لَهٗ ثُمَّ قَالَ جَاءَ جِبْرِيْلُ عليه السلام يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ فَجَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ دِيْنًا وَمَا بَيَّنَ النَّبِيُّ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الْاِيْمَانِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

سوال کرنا جبرائیل امین کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایمان، اسلام، اور احسان اور علم قیامت کے متعلق اور نبی کریم ﷺ کا ان سے بیان کرنا پھر فرمایا کہ جبرائیل امین علیہ السلام تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ یہ سب کچھ دین ہے اور جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا وفد عبدالقیس کو ایمان کے متعلق اور قول اللہ تعالیٰ کا

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ مَا الْاِيْمَانُ

قَالَ الْاِیْمَانُ اَنْ تُوْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِکَتِهٖ وَبِلِقَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُوْمِنَ بِالْبَعْثِ قَالَ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ وَتُقِیْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤَدِّیَ الزَّکٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ قَالَ مَا الْاِحْسَانُ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ قَالَ مَتَی السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عنها بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَسَاُخْبِرُكَ عَنْ اَشْرَاطِهَا اِذَا وَلَدَتِ الْاَمَةُ رَبَّهَا وَاِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْاِبِلِ الْبُهْمِ فِی الْبُنْیَانِ فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ تَلَا النَّبِیُّ ﷺ ''اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ'' الآیة ثُمَّ اَدْبَرَ فَقَالَ رُدُّوْهُ فَلَمْ یَرَوْا شَیْئًا فَقَالَ هٰذَا جِبْرِیْلُ جَاءَ یُعَلِّمُ النَّاسَ دِیْنَهُمْ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ جَعَلَ ذٰلِكَ کُلَّهٗ مِنَ الْاِیْمَانِ

حدیث بیان کی ہمیں مسدد رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی اسمٰعیل بن ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہمیں ابوحیان تیمی نے ابی زرعۃ سے، ابوہریرۃ سے آپ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز لوگوں کے درمیان جلوہ افروز تھے ایک شخص آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پس اس نے کہا کہ ایمان کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ اللہ پر یقین رکھو اور اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر اور دوبارہ زندہ ہونے پر پھر اس نے کہا کہ اسلام کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو! اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو! اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو پھر اس نے کہا کہ احسان کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عبادت کرو تم اللہ کی گویا کہ اسے تم دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے پھر اس نے سوال کیا قیامت کب آئے گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسئول نہیں زیادہ جانتا سائل سے اور میں تمہیں اس کی نشانیاں بتاتا ہوں جب لونڈی اپنے آقا کو جنے، اور جب ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے عمارتوں میں سیاہ اونٹوں کے چرواہے۔ پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا مگر اللہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلاوت کی بیشک اللہ کے پاس ہے

قیامت کا علم۔ وہ شخص چلا گیا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اسے بلاؤ لیکن کوئی نظر نہ آیا پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل تھے جو آئے تھے لوگوں کو ان کا دین سکھانے کہا امام بخاریؒ نے ان سب کو ایمان کا حصہ قرار دیا

عالم مفتی کیلئے خاص جگہ، نمایاں جگہ کا تعین کرنا

حدیث پاک کے اس جملے سے "کَانَ النَّبِیُّ بَارِزًا یَوْمًا لِلنَّاسِ" علامہ قرطبیؒ نے استنباط کیا ہے کہ ایک عالم، مفتی، استاذ کو لوگوں کے درمیان خاص جگہ یا اونچی جگہ پر بٹھانا مستحب ہے۔ کیونکہ "بَرَزَ یَبْرُزُ" کے معنیٰ عربی لغت میں ظاہر ہونے کے آتے ہیں۔ اور نمایاں و ممتاز ہونے کے بھی آتے ہیں۔ لہٰذا اس اعتبار سے اب حدیث کے جملوں کا معنیٰ یہ ہوگا کہ "نبی کریم ﷺ ایک دن لوگوں کے درمیان نمایاں اور ممتاز حیثیت سے تشریف فرما تھے۔

حضرت عمرؓ سے مسلم شریف کی روایت

بخاری شریف کی اس روایت میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے جہاں ان لفظوں کے ساتھ حدیث کا آغاز کیا گیا "کَانَ النَّبِیُّ بَارِزًا یَوْمًا لِلنَّاسِ" وہیں پر مسلم شریف میں اسی حدیث کو کچھ اور لفظوں کی زیادتی، اضافے کے ساتھ حضرت عمرؓ نے اس انداز میں بیان فرمایا کہ "بَیْنَمَا نَحْنُ ذَاتَ یَوْمٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ" ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے "اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ وَشَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ" کہ ایک ایسا شخص آیا کہ اس کے کپڑے انتہائی سفید تھے اور بال کالے تھے۔ "لَایُرٰی عَلَیْہِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا یَعْرِفُہٗ مِنَّا اَحَدٌ" نہ اس شخص پر سفر کے آثار دکھائی دیتے تھے اور نہ ہم میں سے کوئی اسے جانتا تھا۔ یعنی اجنبی شخص تھا، اس علاقے کا رہنے والا نہ تھا "حَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ" یہاں تک کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آکر بیٹھ گیا "فَاَسْنَدَ رُکْبَتَیْہِ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَوَضَعَ کَفَّیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ" اس نے اپنے گھٹنوں کو آپ ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیا اور پھر اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر رکھا یعنی دوزانوں ہو کر

بیٹھ گیا اور پھر سوال کا آغاز کیا "یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ؟" ۔ پھر آخر تک مسلم شریف کی روایت بھی اسی طرح ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ذکر کی گئی۔ بعض کلمات کی تبدیلی کے ساتھ۔

مقام حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس حدیث پاک سے ایک انتہائی اہم نکتے کا پتہ چلا کہ وہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "هٰذَا جِبْرَائِیْلُ جَاءَ یُعَلِّمُ النَّاسَ دِیْنَهُمْ" کہ وہ جبرائیل تھے آئے تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے کیلئے۔ اور مسلم شریف کی روایت میں فرمایا کہ "اِنَّهٗ جِبْرَائِیْلُ اَتَاكُمْ یُعَلِّمُكُمْ دِیْنَكُمْ" یہ جبرائیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کیلئے آئے تھے۔ باوجود اس کے کہ معلم ہیں۔ پھر اللہ کی وہ نورانی مخلوق ہیں کہ جن سے کوئی گناہ و نافرمانی کا تصور نہیں۔ بلکہ فرشتوں میں بھی حضرت جبرائیل سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔ نبیوں تک اللہ کے پیغامات پہنچانے کا واسطہ، ذریعہ ہیں۔ لیکن ان تمام مقامات ومراتب اور بلندگیوں کے باوجود جب حبیب کبریاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں بیٹھتے ہیں تو انداز نشست دوزانوں کر کے بیٹھتے ہیں یعنی انتہائی ادب کے ساتھ بیٹھ کر امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پیغام دے دیتے ہیں کہ جتنے مقامات، مراتب، رفعتیں، عظمتیں، مجھے نصیب ہوئی ہیں یہ اسی بارگاہِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب کرنے کی بدولت نصیب ہوئی ہیں۔ نیز جس طرح سوال وجواب کے ذریعے اے امتیو! تمہیں دین کی اہم اور بنیادی باتیں سکھا رہا ہوں۔ وہیں پر نشت کے انداز کو مؤدبانہ بنا کر آداب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سنہری اصول سے بھی آشنا کر رہا ہوں۔

علم حاصل کرنے والے/سوال کرنے والے کیلئے علم کے حصول کا طریقہ

حضرت جبرائیل کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس انتہائی ادب ومحبت کے ساتھ علم کو حاصل کرنا اس طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ اب قیامت تک جو امتی بھی علم حاصل کرنے میں اپنے

اساتذہ، شیوخ، مرشدوں کے سامنے اس طریقہ کو اختیار کرے گا تو وہ صرف سوال کے جواب ہی نہیں پائے گا بلکہ علم کی اعلیٰ معراج کو پہنچے گا۔

تصوف کی بنیاد (احسان)

آج اس چودیں صدی میں بعض حضرات اپنے ناقص علم اور مطالعے کی وجہ سے یہ دعویٰ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ تصوف اس نئی صدی کی پیداوار ہے۔ قرآن وسنت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اسلام سے دور دور تک اس کا کوئی واسطہ نہیں تو ایسے حضرات کے علم میں اضافہ کرنے کیلئے بخاری شریف کی یہ حدیث انتہائی مفید اور زود اثر ہے کہ جس میں سب سے پہلے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہہ کر جواب دیا کہ ایمان یہ ہے ''اَنْ تُؤمِنَ بِاللهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَبِلِقَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤمِنَ بِالْبَعْثِ'' اللہ پر ایمان لانا، ملائکہ پر ایمان لانا، اس کی ملاقات پر ایمان لانا، اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا، یوم آخرت پر ایمان لانا۔ پھر اسلام کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں تشریح فرمائی کہ ''اَنْ تَعْبُدَ اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا'' اللہ کی عبادت کرنا اس طرح کے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، روزے رکھنا، مسلم شریف کی روایت میں حج ادا کرنے کا بھی ذکر ہے۔

☆: توجہ طلب امر

اب اس مقام پر سائل کو یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو چاہئے تھا کہ اگلا سوال نہ کرتے کیونکہ مطلوب ومقصود تو ایمان اور اسلام ہے، ایمان کے بارے میں سوال کر کے عقیدے کی درستگی کی طرف اشارہ کر دیا اور اسلام کے بارے میں حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے معلومات دلوا کر عمل کی طرف اشارہ کر دیا اور دین میں یہی دو چیزیں بنیاد ہیں۔ یعنی عقیدے کی درستگی، اللہ پر ایمان لانا، شرک نہ کرنا، نبیوں پر ایمان لانا، ملائکہ پر ایمان

لانا، یوم آخرت پر ایمان لانا وغیرہ۔ اور عمل میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج یعنی معمورات پر عمل کرنا اور منہیات جن سے روکا گیا زناء، شراب، چوری ان سے رک جانا۔ لیکن جبرائیلؑ نے مطلوب ومقصود حاصل ہونے کے بعد اپنے سوالات کے سلسلے کو یہیں نہیں روکا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کے بھرے مجمع میں ایک اور سوال کر ڈالا کہ ایمان کا بھی پتہ چل گیا، اسلام کا بھی پتہ چل گیا۔ اب یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بتایئے! کہ ''مَا الْاِحْسَانُ'' کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احسان کیا ہے؟ تو اس مقام پر قابل التفات وتوجہ ہے یہ نکتہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو فرما سکتے تھے کہ جبرائیل عقیدے اور عمل کے متعلق جو معلومات دینی مقصود تھیں وہ تو دے دیں اور دین کا دارومدار بھی انہیں پر ہے۔ اب بے جا سوال کرنے کا یا امتیوں کو الجھانے کا کیا فائدہ!۔ اور اس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی فرما سکتے تھے کہ جبرائیلؑ! ''اَلدِّیْنُ یُسْرٌ'' دین میں تنگی نہیں ہے۔ بس عقیدہ اور عمل یہ بنیاد ہیں جس کو ایمان اور اسلام کے ساتھ تعبیر کر کے بیان کر دیا۔

لیکن قربان جایئے نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

کہ جو چودہ سو سال پہلے نگاہ نبوت سے چودہ سو سال بعد کے مسائل کو مشاہد فرما رہے ہیں۔ لہٰذا جبرائیلؑ کے اگلے سوال کا جواب دینے سے منکر نہیں ہوئے۔ اور اسلام پر ہی بات کو ختم نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ ''اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ'' کہ ایمان بھی لے آئے ہو، اللہ کی وحدانیت کا بھی اقرار کر لیا ہے، نماز بھی پڑھنے کھڑے ہو گئے ہو، یعنی اسلام پر عمل پیرا بھی ہو گئے ہو، عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ لیکن ایک کمی رہ گئی ہے وہ یہ کہ نماز اس طرح پڑھو، عبادت اس طرح کرو کہ جس کی عبادت کر رہے ہو وہ معبود ومسجود تمہاری نگاہوں کے سامنے ہو اور اگر اس مقام پر نہیں پہنچ سکتے تو اپنی عبادت کے اندر کم از کم یہ مرتبہ تو پالو، یہ مقام تو حاصل کر لو، یہ احساس تو پیدا کر لو کہ جس کے حضور کھڑے ہو کر عبادت کر رہے ہو وہ ذات تمہیں دیکھ رہی ہے۔

قارئین محترم! اسی کا نام تصوف ہے اور آج تک اولیاء، کاملین، صالحن، سالکین، صحابہ کے دور سے لیکر جو پیغام دیتے آئے ہیں اپنے چاہنے والے، مریدین، مقربین، معتقدین کی تربیت کرتے آئے ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی فرمان کو مشعلِ راہ بنائے ہوئے ہیں۔ کہ جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی بنیادوں میں شامل فرمایا۔ تو اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی توحید سے متعلق معلومات لینے کیلئے علماء سے رجوع کرتا ہے، ان کے پاس جاتا ہے اور پھر اس پر عمل بھی کرتا ہے تو یقیناً اسے سچا مومن کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے متعلق معلومات لینے کیلئے کسی مفتی کے پاس جاتا ہے، کسی فقیہ کی صحبت اختیار کرتا ہے۔ اور پھر ان چیزوں پر عمل بھی کرتا ہے تو اسے ہمارے معاشرے میں سچا مسلمان کہا جاتا ہے۔ اسلام سے شغف اور تعلق رکھنے والا مؤمن تصور کیا جاتا ہے۔ تو اب اگر کوئی عبادت میں یہ مقام و مرتبہ حاصل کرنے کیلئے کہ اس کا معبود اس کی نگاہوں کے سامنے ہو جائے، ہر وقت یار کے تصور میں گم رہے۔ ان مسائل کو معلوم کرنے کیلئے اور عمل پیرا ہونے کیلئے کسی ولی کی صحبت اختیار کر لیتا ہے، یا کسی اللہ کے پیارے کی محفل میں بیٹھ جاتا ہے تو کیا اسے شرک و بدعت کہنا چاہئے؟ یا حدیث کے مطابق ایمان کے اعلیٰ درجے پر پہنچنے والا مومن و مسلمان کہنا چاہیئے۔ اس کا جواب میں اپنے پڑھنے والوں پر چھوڑتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ جو فقہ کے بھی بہت بڑے امام ہیں۔ لاکھوں جن کے مسلک Follow کرنے والے موجود ہیں۔ یعنی غوث اعظمؒ جیسا فقیہ بھی اگر فقہ کے اندر کسی کی اتباع کرتا ہے، کسی کی پروی کرتا ہے تو امام احمد بن حنبلؒ کی پیروی کرتے ہیں، اور حدیث میں بھی یہ مقام کے امام بخاری جیسا امام جن کے شاگردوں کے شاگرد وہ امام احمد بن حنبلؒ سات لاکھ حدیثیں جنہیں زبانی یاد تھیں۔ اس مرتبے کا امام دن بھر لوگوں کو فیض پہنچاتا۔ فیض پانے والوں میں بڑے بڑے علماء، مفسرین، محدثین بھی شامل ہوتے لیکن جب رات کی تنہائی میسر آتی تو امام احمد بن حنبل ایک مردِ خدا صوفی باصفا حضرت بشر حافی کی

بارگاہ میں حاضر ہو جاتے۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضور ہم آپ سے مسئلے پوچھنے آتے ہیں۔ علماء، فضلاء، محدثین آپ کی بارگاہ سے فیض لیتے ہیں۔ اور آپ اس صوفی کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اس سے کیا لینے جاتے ہیں؟ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ تمہارے دینی، معاشی، فقہی مسئلوں کو میں حل کرتا ہوں اور اگر رب کریم کی ذات سے متعلق میرا کوئی مسئلہ اٹک جائے تو یہ درویش، صوفی بشر حافی حل کرتا ہے۔

شان رب جلیل بزبان حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

کسی کی شان اور مرتبے کا پتہ شان بیان کرنے والے کی حیثیت پر منحصر ہوتا ہے۔ آج اگر کس کا تعارف (Introduction) کوئی بہت ہی معتبر عالم، یا ڈاکٹر، انجینئر، یا معاشرے کا کوئی معزز شخص کراتا ہے۔ بلکہ اسی فیلڈ سے تعلق رکھنے والا کرا رہا ہے یعنی ایک عالم کی شان مقام و مرتبہ خود ایک عالم بیان کر رہا ہے۔ ایک ڈاکٹر کے مرتبے کو خود ایک بڑا ڈاکٹر، ایک سرجن بیان کر رہا ہے۔ بینکرز، یا معیشت دان کے مرتبے کو بھی کوئی بینکرز یا کوئی نامور معیشت دان تسلیم کر رہا ہے۔ تو جس کا تعارف یا اہمیت تسلیم کرائی جا رہی ہے اس کا مقام، مرتبہ، اور شان پورے عالم پر ظاہر ہوتی ہے۔

☆: اب اس مقام پر رب کی علمی جلالت کو چودویں صدی کا مولوی بیان نہیں کر رہا۔ بلکہ وہ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کر رہا ہے کہ جس کا علمی مقام قرآن یوں کہہ کر بیان کرتا ہے کہ ''وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ'' کہ حبیب جو کچھ آپ نہ جانتے تھے رب کائنات نے، علام الغیوب نے وہ سب کچھ آپ کو بتلا دیا۔ یعنی علم کے اس مقام پر پہنچنے کے باوجود سب کچھ حاصل ہو گیا لیکن اب بھی اگر جبرائیل قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کی نشانیاں بیان کرنے کے بعد یہ آیت پڑھ دیتے ہیں۔ ''اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ'' کہ اے جبرائیل حقیقی علم کا مالک تو خدا ہی ہے۔ ''وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ'' اور وہی بارشوں کا نزول جانتا ہے۔ ''وَيَعْلَمُ مَافِي الْاَرْحَامِ'' اور وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ

میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ ''وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا''۔ وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ'' کہ بے شک وہی علیم ہے، وہی زیادہ خبر رکھنے والا ہے۔

لطیف نکتہ/علم غیب کو رب کے سپرد کر دیا

اس مقام پر اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو رب کریم کی علمی شان و جلالت کو بیان کرنے کیلئے جبرائیل کے سامنے یہ آیت بھی تلاوت کر سکتے تھے ''لَایُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی'' (کہ وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس کو چن لیتا ہے اس پر ظاہر کر دیتا ہے) اور چاہتے تو یہ آیت بھی پڑھ دیتے۔ ''وَمَا كَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ'' لیکن انتخاب فرمایا تو اس آیت کا کہ جس میں علوم غیبیہ کو اللہ کے حضور سپرد کرنے کا بیان ہے۔ اور اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔ ''اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ'' (بے شک اللہ ہی زیادہ جاننے والا اور زیادہ خبر رکھنے والا ہے) درحقیقت ایک تو یہ اہم نکتہ بتانا مقصود تھا کہ اے جبرائیل اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہم رسولوں کو بھی علم غیب ہوتا ہے، غیب کی چیزوں پر مطلع ہوتے ہیں۔ جیسا کہ پچھلی آیات میں ذکر کیا گیا۔ لیکن اس مقام پر اپنے علم غیب کی شان کو بیان کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ اس کی بارگاہ میں تحفہء محبت پیش کرنا مقصود ہے کہ جس رسول سے علم غیب کے جو جو انوار جو جو کرنیں پھوٹتی ہیں۔ وہ درحقیقت اسی علام الغیوب کے علم کی جھلک ہیں۔

دوسرا اس آیت کا انتخاب اس لئے بھی فرمایا۔ چونکہ اس آیت کے آخر میں اللہ کے علم کے متعلق مبالغہ کے صیغے استعمال کئے گئے ''عَلِیْمٌ'' زیادہ علم رکھنے والا ''خَبِیْرٌ'' زیادہ خبر رکھنے والا اور اسی حدیث میں آیت تلاوت کرنے سے پہلے قیامت کے بارے میں جب جبرائیل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ''یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتَی السَّاعَةُ'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کیلئے جن لفظوں کا انتخاب کیا وہ بھی کمال توجہ کے طالب ہیں۔ اور وہ یہ کہ آپ نے فرمایا۔ ''مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ'' یعنی جس سے سوال کیا گیا ہے (میں

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا یعنی (جبرائیلؑ سے)۔ اب اس مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نہیں فرمایا کہ جبرائیلؑ "لَا اَعْلَمُ" کہ میں نہیں جانتا یا "لَیْسَ فِیْ عِلْمِیْ" کہ میرے علم میں نہیں۔ بلکہ فرمایا کہ جبرائیل میں زیادہ نہیں جانتا۔ یعنی اس مقام پر زیادتی علم کی نفی کی۔ علم کی نفی نہیں کی۔ جبکہ آیت وہ چنی جس میں "علیمٌ خبیرٌ" کہہ کر اس کی زیادتی علم کا ذکر کیا۔ درحقیقت بتانا یہ مقصود تھا کہ جبرائیل لاکھ میں کائنات کے علوم کا مالک ہو جاؤ، ماہر ہو جاؤں لیکن پھر بھی اس علام الغیوب کے علم کی شان یہ ہے اس کی علمی جلالت کے سامنے، اس کی شان و شوکت کے سامنے میرا علم قطرے کے برابر بھی نہیں۔ یعنی اس کی زیادتی کے آگے میری زیادتی کچھ بھی نہیں۔

دعوت فکر و اصلاح

اب اس مقام پر میں اپنے پڑھنے والوں کو دعوت فکر دیتا ہوں۔ خاص طور پر ان اپنے ساتھیوں کو جو حدیث کے لفظوں "مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" کا ترجمہ و تشریح یوں کرتے ہیں کہ "میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم غیب نہیں جانتا اور پھر اس کی تشریح میں اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ یہ کہتے ہوئے رونگٹے کھڑے بھی نہیں ہوتے کہ اگر تھوڑا بہت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ہے تو اس میں کیا کمال ہے ایسا علم تو عمرو، بکر ہر بچے، پاگل بلکہ تمام جانوروں کو بھی حاصل ہے۔ مَعَاذَ اللہ ثُمَّ مَعَاذَ اللہ

☆: تو کیا یہ انداز اختیار کرنا بہتر ہے، مناسب ہے؟ کہ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کر کے اللہ تعالیٰ کی علمی شان کو بیان کرنا مقصود ہو۔ یا وہ انداز بہتر ہے جو گذشتہ سطور میں فقیر نے ذکر کیا۔ کہ اس مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کمال محبت کا اظہار فرمایا کہ اپنی زیادتیء علم کی نفی کی اور اپنے رب کی زیادتی علم کو ثابت کیا۔ اب فیصلہ پڑھنے والوں پر ہے کہ کس انداز کو اختیار کرنے سے ہمارا ایمان بچ سکتا ہے؟۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کر کے اللہ کے علم کو ثابت کرنے سے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دل میں رکھ

کر اللہ کے علم، شان، مرتبے کو ثابت کرنے سے۔

حدیث پاک کے یہ جملے "مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا" علم غیب پر دال ہیں

بعض مذکورہ لوگ کہ جو ان جملوں سے علم غیب کی نفی پر استدلال کرتے ہیں کمال اور حیرت اس بات پر ہے کہ اگر وہ عربی علوم حاصل کر کے صحیح معنیٰ میں ترجمہ کریں تو یہی جملے علم غیب کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ"، "ما" کا معنیٰ نہیں "اَلْمَسْئُوْلُ" اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ جس کا معنیٰ ہے جس سے سوال کیا گیا ہو اور وہ اس مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں "اَعْلَمُ" اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ جس کا معنیٰ عربی میں "زیادہ جاننے والا" ہے۔ "سائل" اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں "سوال کرنے والا" اور وہ حضرت جبرائیلؑ ہیں۔ یعنی اب ترجمہ یوں ہوگا کہ نہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ جاننے والا جبرائیل سے تو اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہاں فرمایا کہ میں نہیں جانتا پھر تو عربی اعتبار سے یوں کہنا چاہیے تھا "اِنِّیْ لَسْتُ عَالِمًا" کہ میں جاننے والا نہیں۔ یا "لَیْسَ فِیْ عِلْمِیْ" میرے علم میں نہیں۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان میں سے کوئی بھی جملہ استعمال نہیں فرمایا۔ کیونکہ مقصود علم کی نفی نہیں ہے بلکہ اس مقام پر زیادتی علم کی نفی ہے۔ کہ اے جبرائیل قیامت کے بارے میں جتنا تمہیں علم ہے اتنا ہی مجھے علم ہے۔ اور اگر غور سے ان جملوں کی گہرائی میں جایا جائے تو اندازہ ہوگا کہ زیادتی کی نفی علم کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے۔

مثلاً: زید اور بکر دو شخص ہیں بکر نے دس پارے حفظ کئے ہیں اور بکر زید سے سوال کرتا ہے کہ تم نے کتنے پارے حفظ کئے ہیں زید کہتا ہے کہ تم سے زیادہ نہیں۔ یعنی جتنے تم نے پڑھے ہیں میں نے بھی اتنے ہی پڑھے ہیں تو زید یہ جملے تب کہہ سکتا ہے کہ زید نے بھی اتنے ہی پارے پڑھے ہوں کہ جتنے بکر نے اور دوسرا اسے یہ علم بھی ہو، پتہ ہو کہ بکر نے صرف دس ہی پارے حفظ کئے ہیں ورنہ نہیں کہہ سکتا۔ بلاتشبیہ و بلاتمثیل قارئین محترم! اس مقام پر جب جبرائیل

نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ "مَتَی السَّاعَةُ" تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" کہ مسئول سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ یعنی حضور یہ جانتے تھے کہ جتنا جبرائیل کو علم ہے اتنا ہی مجھے علم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم تو ہے تبھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نشانیاں بتائیں۔ ورنہ بغیر علم کے بندہ کیسے نشانیاں بتا سکتا ہے۔

خلاصہ

فقیر یہ سمجھتا ہے کہ علم غیب کے ثبوت اور عدم ثبوت کے بارے میں دونوں گروپ افراط وتفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگر علم غیب کو ثابت کرنے والے اپنے خطابات و گفتگو میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے علم غیب کے ثبوت پر دلائل دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذکر کر دیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اللہ کے علم کے آگے محدود ہے، متناہی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق ہیں۔ اور مخلوق کا علم کہیں نہ کہیں جا کر رک جاتا ہے۔ جبکہ لامتناہی اور لامحدود علم کا مالک صرف اور صرف رب کائنات یعنی وحدہٗ لاشریک ہے۔

جبکہ دوسری طرف وہ حضرات! (میں نہ مانوں کی رٹ کو چھوڑ کر) بے شمار احادیث، قرآن کی آیات، جن کا کچھ حصہ ہم گزشتہ سطور میں ذکر کر چکے ہیں۔ جو ذات ممبر پر کھڑے ہو کر اعلان کرے "سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ" ایسی ذات کے علم کا مخلوق میں کون اندازہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا ہمارے مقابلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم لامحدود ہے۔ کیونکہ وہ تو وہ ذات ہیں جو نبی ہیں، جس کا نام ہی غیب کی خبر دینے والا ہے۔ اور جس کو "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" فرما کر فضیلت دی گئی۔ اگر اس اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم لامحدود مان لیا جائے مخلوق کے مقابلے میں تو امت فتنے، فساد، اور خون خرابے سے محفوظ ہو جائے، اور اگر اس فکر اور سوچ کو دونوں طرف کے علماء محبت اور خلوص کے ساتھ اپنے اپنے چاہنے والوں میں پھیلائیں، عام کریں تو امید ہے کہ رب کعبہ ہماری اس ادا کو پسند کرتے ہوئے، قبول کرتے ہوئے ہماری بخشش فرما دے گا، اور ہمارے لئے اپنی رضا کی خوشخبری سنا دے گا۔

باب: فَضْلُ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ

دین کی خاطر گناہوں سے بچنے کی فضیلت

حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الْمُشْتَبِهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَهٗ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا اِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

حدیث بیان کی ہمیں ابونعیم نے، حدیث بیان کی ہمیں زکریا نے عامر رضی اللہ عنہ سے وہ کہتے ہیں کہ سنا میں نے نعمان بن بشیر سے وہ کہتے ہیں کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہات چیزیں ہیں نہیں جانتے ان کو بہت سے لوگ پس جو شخص بچا مشتبہ چیزوں سے تو بچا لیا اس نے اپنے دین کو اور اپنی عزت کو اور وہ شخص جو واقع ہوا مشتبہات میں تو وہ اس چرواہے کی طرح ہے (جو اپنے جانوروں کو) چراتا ہے (کسی دوسرے کی) چراگاہ کے اردگرد، قریب ہے کہ وہ دوسرے کی چراگاہ میں جا گھسے خبردار! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے خبردار! بے شک اللہ کی چراگاہ اس کی زمین میں اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں خبردار! بیشک جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح ہو تو صحیح ہو جاتا ہے پورا جسم اور اگر وہ خراب ہو تو خراب ہو جاتا ہے پورا جسم خبردار! اور وہ دل ہے۔

حدیث کی اہمیت

تمام علماء ومحدثین اس بات پر متفق ہیں کہ اس حدیث کا شماران تین یا چار احادیث میں سے ہوتا ہے جن پر پورے اسلام کا دارو مدار ہے۔ پہلی حدیث ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ'' والی ہے۔ دوسری حدیث ''مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ'' والی ہے۔ تیسری حدیث ''لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ'' والی ہے۔ اور چوتھی حدیث یہ ''اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ'' ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''قَالَ اِبْنُ الْعَرَبِیِّ یُمْکِنُ اَنْ یَّنْتَزِعَ مِنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ وَحْدَہٗ جَمِیْعَ الْاَحْکَامِ'' یہ اس قدر جامع حدیث ہے کہ علامہ ابن عربی نے فرمایا کہ اس ایک حدیث سے ہی اسلام کے تمام احکامات کو بیان کرنا ممکن ہے۔

مشتبہات کے معنٰی

اس مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ ''اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ'' کہ حلال چیزیں بھی واضح ہیں۔ مثلاً کھانا، پینا، نکاح کرنا، تجارت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور حرام چیزیں بھی واضح ہیں مثلاً شراب پینا، چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا، زناء کرنا، سود کھانا وغیرہ۔ لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تو ان مشتبہ چیزوں سے کیا مراد ہے۔؟

ا۔ علامہ عینی عمدۃ القاری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مشتبہات سے مراد وہ چیزیں ہیں کہ جن میں علماء کا اختلاف ہو یا دلائل میں تعارض ہو۔ یعنی ایک ہی شئے کے متعلق حلت کی دلیل بھی ہے اور دوسرے مقام پر اس کی حرمت کی بھی دلیل موجود ہے۔ یا ایک معتبر عالم اس کے جواز کا قائل ہے اور دوسرا مستند عالم اس کے ناجائز ہونے کا حکم دیتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں یہ شئے مشتبہ کہلائے گی اور لوگوں کو اس حدیث پاک میں اس سے بچنے کا کہا گیا ہے۔ مثلاً آج کے دور میں انشورنس، اور بینکنگ کے معاملات میں کچھ علماء جواز کے قائل ہیں اور کچھ عدم جواز کے لہٰذا عوام کیلئے بہتر یہ ہے کہ اس مشتبہ چیز سے بچے حرام میں مبتلا ہونے

کے ڈر سے۔

۲۔ دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ اس مشتبہات سے مراد مکروہات ہیں۔ یعنی وہ چیزیں جن میں شرعی اعتبار سے کراہیت ہو یعنی شریعت ان کے اختیار کرنے کو پسند نہ کرتی ہو تو ایسی چیزوں کو اختیار کرنے سے لوگوں کو اس حدیث میں روکا گیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مکروہ کو چھوٹا سمجھتے ہوئے اختیار کیا جاتا رہے اور پھر انسان اس درجے پر پہنچ جائے کہ حرام سے بھی نہ رکے۔ جیسے آج کے دور میں فون پر، انٹرنیٹ پر غیر محرم سے باتیں کرتے رہنا، Chating کرتے رہنا، اور میڈیا پر جدت پسندی اور ماڈرن نائزیشن سے تعبیر کرتے ہوئے غیر محرموں کا اس طرح گھل مل جانا، مزاق کرنا جیسے ایک دوسرے کیلئے حلال ہیں۔ بس یہی جدت پسندی اور مکروہات کو اختیار کرنا ہماری قوم کو اس نہج پر لا رہی ہے کہ اب اس معاشرے میں کسی عورت کی عزت محفوظ ہی نہیں، یا کوئی عورت اس قابل ہی نہیں کہ وہ کسی شریف خاندان کی بہو، بیٹی بن سکے۔ اسی لئے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے کس محبت اور درد کے ساتھ اپنی امت کو سمجھایا کہ ''فَمَنِ اتَّقَى الْمُشْتَبِهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ'' جو شخص ان مشتبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین کو بھی بچا لیا اور اپنی آبرو کو بھی بچا لیا۔ اور جو ان لذات، عیاشیوں اور مکروہات میں پڑ گیا تو اس کا حال اس چرواہے کی طرح ہے کہ جو اپنی بکریوں کو کسی بادشاہ کی چراگاہ کے آس پاس چرا رہا ہے۔ اب مسلسل یہ خوف اور ڈر ہے کہ کبھی بھی یہ بکریاں اس بادشاہ کی چراگاہ میں گھس سکتی ہیں۔ جس کا انجام بادشاہ کے غیض وغضب کی صورت میں ہوگا۔ میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مثال دینے کے بعد یہ عظیم جملے ارشاد فرمائے اور اپنے امتیوں کو ''الا'' کہہ کر خبردار کیا کہ اے امتیو! خبردار ہو جاؤ! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے۔ یعنی اس کا ایک ممنوعہ علاقہ ہے وہاں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں کہ اس میں داخل ہو سکے۔ اسی طرح اس کائنات کے بادشاہ کا بھی ایک ممنوعہ علاقہ ہے اور وہ ممنوعہ علاقہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ یعنی زناء کرنا، سود کھانا،

چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا، ظلم کرنا، ناجائز کسی کی زمینوں پر قبضہ کر لینا، کسی کے املاک کو نقصان پہنچانا، دکانوں کو جلا دینا، لوگوں کے کاروبار ختم کر دینا، خون کی ندیاں بہا دینا وغیرہ۔ لہٰذا ان حرام کاموں میں پڑ کر اللہ کے غیض و غضب کا نشان نہ بنو! بہتر یہ ہے کہ وہ کام یعنی مکروہات بھی چھوڑ دو جو تمہیں ان حرام کاموں تک لے جائیں۔

دل کی اصلاح معاشرے کی اصلاح

اس حدیث پاک میں حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جامع گفتگو فرمانے کے بعد آخر میں یہ جامع جملے ارشاد فرمائے کہ ''اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً'' اے امتیوں! اگر یہ ٹکڑا صحیح ہو جائے تو پورا جسم صحیح ہو جاتا ہے۔
اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ'' اور اگر یہ ٹکڑا خراب ہو گیا تو پورا جسم خراب ہو جائے گا۔ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ'' خبردار! اور وہ دل ہے۔
اس مقام پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کمال بلاغت اور فصاحت سے دل کی اہمیت کو طبی (Medically)، نفسیاتی (Psychologically)، معاشرتی (Socially)، اعتبار سے بھی اجاگر کر دیا اور ساتھ کے ساتھ اس دل کے صحیح ہونے کی اخلاقی اور روحانی اہمیت کو بھی بیان کر دیا۔ طبی نقطۂ نگاہ سے انسان کا اگر دل صحیح کام کر رہا ہے تو اس کا پورا جسم صحیح ورک کرتا ہے۔ دل صحیح دھڑک رہا ہے تو پورا جسم صحیح کام کرتا ہے۔ اور زندگی کی امیدیں باقی ہیں۔ معاشرتی اعتبارات سے اگر بندے کا دل خوش ہے، کوئی غم، ملال، پریشانی نہیں ہے تو یہ دنیا اس کے لئے جنت ہے۔
بلاتشبیہ و بلاتمثیل: جس طرح ڈاکٹر، اطباء، حکماء انسان کو اس دل کے صحیح رکھنے کی تجویز دیتے ہیں، اس کے نسخے بتاتے ہیں۔ اسی طرح حکیم مطلق رب کائنات بھی اپنے بندوں سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس دل کو صحیح کر لو اس کے امور اس کے معاملات کو درست کر لو! تو دین و دنیا کے اندر تمہارا بیڑا پار ہو جائے گا۔

''الا'' کا استعمال

ان اہم نکات کو بیان کرنے کیلئے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی ایک حدیث میں چار مرتبہ ''الا'' کا استعمال فرمایا۔ علمائے لغت وعرب یہ کہتے ہیں کہ ''الا'' (یعنی خبردار!) کا کلمہ وہاں استعمال کیا جاتا ہے کہ جہاں لوگ بے خبر! ہوں۔ وہاں ان کو خبردار کرنے کیلئے یہ جملہ بولا جاتا ہے تو میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہی حدیث میں اس جملے کا چار مرتبہ استعمال فرما کر امت کو یہ درس دے دیا، اور خبردار کردیا کہ جس طرح اس دل کی ظاہری درستگی کیلئے جتن کرتے ہو، تاکہ جسم سلامت رہے، زندگی کی سانسیں باقی رہیں وہاں اس سے کہیں زیادہ دل کی باطنی درستگی کی ضرورت ہے۔ اب بھی اگر ہوش میں نہ آئے تو سب کچھ لٹا دو گے۔

باب اَدَاءُ الْخُمُسِ مِنَ الْاِیْمَانِ

حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ کُنْتُ اَقْعُدُ مَعَ اِبْنِ عَبَّاسٍ فَیُجْلِسُنِیْ عَلٰی سَرِیْرِہٖ فَقَالَ اَقِمْ عِنْدِیْ حَتّٰی اَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِّنْ مَّالِیْ فَاَقَمْتُ مَعَهٗ شَهْرَیْنِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَیْسِ لَمَّا اَتَوُا النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنِ الْقَوْمِ اَوْمَنِ الْوَفْدِ قَالُوْا رَبِیْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ اَوْ بِالْوَفْدِ غَیْرَ خَزَایَا وَلَا نَدَامٰی فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَا نَسْتَطِیْعُ اَنْ نَّاْتِیَكَ اِلَّا فِی الشَّهْرِ الْحَرَامِ بَیْنَنَا وَبَیْنَكَ هٰذَا الْحَیُّ مِنْ کُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ فَصْلٍ نُّخْبِرْ بِهٖ مَنْ وَّرَآءَ نَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَئَلُوْهُ عَنِ الْاَشْرِبَةِ فَاَمَرَهُمْ بِاَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَمَرَهُمْ بِالْاِیْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءُ الزَّکٰوةِ وَصِیَامُ رَمَضَانَ وَاَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِیْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَرُبَمَا قَالَ الْمُقَیَّرِ وَقَالَ احْفَظُوْهُنَّ وَاَخْبِرُوْا بِهِنَّ مَنْ وَّرَائَكُمْ

حدیث بیان کی ہمیں علی بن جعد نے وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہمیں شعبہ نے ابی جمرۃ رضی اللہ عنہ سے وہ کہتے ہیں کہ میں بیٹھتا تھا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس پس وہ بٹھاتے تھے مجھے اپنے تخت پر پھر کہا کہ میرے پاس ٹھہرو تاکہ میں تمہیں اپنے مال سے کچھ دوں پس میں ان کی خدمت میں دو مہینے رہا پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قبیلہ عبدالقیس کا نمائندہ وفد جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تم کس قوم یا کس وفد سے ہو انہوں نے عرض کی ہم ربیعہ سے ہیں فرمایا اے قوم، اے وفد تمہیں مبارک ہو نہ رسوا ہوئے، نہ شرمندہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ تک نہیں آسکتے مگر محترم مہینوں میں کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا قبیلہ حائل ہے۔ لہٰذا ہمیں ایسے کام کا حکم دیں جس کی خبر ہم اپنے پیچھے والوں کو بھی دیں اور ہم جنت میں بھی داخل ہو جائیں تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پینے کی چیزوں کے بارے میں پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا، ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا جانتے ہو ایک اللہ پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے وہ بولے اللہ اور رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور قائم رکھنا نماز کو اور زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور غنیمت میں سے دینا پانچواں حصہ اور چار چیزوں سے منع فرمایا یعنی حنتم، دُبا اور نقیر اور مزفت اور کبھی کبھار مقیّر سے بھی فرمایا کہ یاد کر لو تم اور خبر دینا ان لوگوں کو جو تمہارے پیچھے ہیں

ماہر علوم وفنون کی عزت وتکریم صحابہ کی سنت ہے

اس حدیث پاک کے راوی حضرت ابو جمرہؓ فرماتے ہیں ''کُنْتُ اَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَيُجْلِسُنِیْ عَلٰی سَرِيْرِهٖ'' کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا تو حضرت عبداللہ ابن عباس مجھے اپنی چارپائی یا تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔

یعنی ان کی محفل میں بیٹھتا تھا تو آپ مجھے چار پائی یا تخت پر ساتھ بٹھاتے۔ حدیث پاک کے یہ جملے سننے کے بعد ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ محفل میں بے شمار لوگوں کی موجودگی میں حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ اس عزت و تکریم کیلئے حضرت جمرہ کو ہی کیوں منتخب فرماتے۔

علامہ عینی اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ درحقیقت بخاری شریف ہی کی دوسری روایت میں ابو جمرہ نے اس راز سے پردہ یوں اٹھایا کہ "کُنْتُ اَتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ" کہ میں ترجمہ کرتا تھا ابن عباس اور لوگوں کے درمیان۔ یعنی ابو جمرہ ؓ فارسی سے عربی میں ترجمہ کرتے تھے اور عربی سے فارسی میں یعنی فارسی زبان بولنے والے اپنے مسئلوں کو بیان کرنے کیلئے یا علم سیکھنے کیلئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ کے پاس حاضر ہوتے تھے تو حضرت ابو جمرہ ؓ ان کے مسئلے سمجھ کر حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ کو بیان کرتے اور پھر ان سے علم کی بات لیکر یا جواب حاصل کر کے فارسی بولنے والوں کو ان کی زبان میں سمجھاتے تھے۔

مختلف زبانوں کا سیکھنا ترقی کا باعث ہے

فقیر کی نظر میں اس بات سے انتہائی اہم ترین نتائج سامنے آئے۔ سب سے پہلا نتیجہ تو یہ ہے کہ مختلف زبانوں خواہ عربی ہو، فارسی ہو، انگلش، جرمن ہو، چائینز ہو، کا سیکھنا مختلف اقوام اور عوام سے رابطے کا سبب ہے۔

لہٰذا آج کے اس جدید دور میں بھی جو شخص جس قدر زیادہ زبانیں جانتا ہے اس کے اسی قدر اہم ترین ممالک اور ان کے سفراء سے رابطے ہیں۔ اور وہ ترقی بھی کر رہا ہے، اس فکر کو یہود و نصاریٰ نے عملی جامہ پہنایا۔ امریکہ اور یورپ والوں نے مختلف زبانیں (عربی، فارسی، اردو، چائینز، انگلش) خواہ مسلمانوں کی زبانیں ہی کیوں نہ ہوں سیکھ کر ترقی کی لگام اپنے پاس کر لی۔ جبکہ ہم مسلمان انگلش یا اس جیسی دوسری یورپین زبانیں جن کو یہود و نصاریٰ سے منسوب ہونے کی وجہ سے ان پر سیکھنے سے کفر کا فتویٰ بھی لگاتے ہیں۔ جس کی

وجہ سے ہم ترقی سے کوسوں دور ہیں۔

انگلش یا دوسری زبانوں کو اسلام کی تبلیغ کیلئے سیکھنا

جب کہ اسی حدیث سے دوسرا اہم نکتہ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابو جمرہؓ جو ترجمہ کرتے تھے فارسی سے عربی میں اور عربی سے فارسی میں یعنی جو واسطہ تھے دو مختلف زبان بولنے والوں کے درمیان لہٰذا ان کی عزت اور تکریم کا سبب یہ تھا کہ ان کی یہ ترجمہ کرنے والی کوالٹی، صلاحیت اسلام کی ترویج و اشاعت اور تبلیغ میں استعمال ہو رہی تھی یہی وجہ ہے کہ آج میں اپنے شاگردوں اور ساتھیوں پر زور دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ انگلش زبان ضرور سیکھو! لیکن اسلئے نہیں کہ اچھی لڑکی مل جائے گی، یا عمدہ نوکری مل جائے گی، یا معاشرے میں اچھے اسٹیٹس کے حامل ہو جاؤ گے۔ بلکہ اس لئے سیکھو کہ تمہارا یہ سیکھنا اسلام کی افکار کو پھیلانے میں اہم ترین کردار ادا کرے۔ یہی اصل عزت و تکریم ہے جس کو حدیث پاک میں ان لفظوں کے ساتھ ذکر کیا۔ کہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ، مفسر قرآن، جلیل القدر صحابی اتنے سارے لوگوں میں سے حضرت جمرہؓ کو "یُجْلِسُنِیْ عَلٰی سَرِیْرِہٖ" اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتے تھے کیونکہ ان کا فارسی زبان کا استعمال اسلام کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کر رہا تھا۔

علم کیلئے مشقتیں اٹھانا صحابہ کرام کی سنت ہے

اس حدیث پاک نے علم حاصل کرنے والوں کو یہ رہنمائی بھی فراہم کر دی کہ اس دور میں جب سفر کرنا انتہائی آسان ہے۔ سفری ذرائع بے شمار ہیں، موجود ہیں۔ گھنٹوں میں لاکھوں میل کا سفر طے ہو جاتا ہے۔ چند گھنٹوں میں ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچ جاتا ہے۔ سفر کرتا ہے تو وہ بھی ایئر کنڈیشن اور جہاں پڑھے گا وہ بھی عمدہ ایئر کنڈیشنڈ ماحول ہوتا ہے۔ ان تمام سہولتوں کے باوجود آج لوگ علم حاصل کرنے میں اور خاص طور پر علم دین کے حصول میں انتہائی غافل نظر آتے ہیں۔ جبکہ آج سے چودہ سو سال پہلے وہ وقت تھا کہ

جب ان سفری سہولتوں کا تصور بھی نہ تھا۔ جہاز، تیز رفتار ٹرینیں، گاڑیاں اور ایئر کنڈیشن ماحول کا تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا اس وقت وہ صحابہ کرامؓ سردی اور گرمی کی مصیبتیں، مشقتیں برداشت کر کے سینکڑوں میل کا ریگستانوں میں سفر کرتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس امید پر حاضر ہوتے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَرَآءَنَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ'' ایسا علم عطا کردیں کہ جو ہماری اور ہماری قوم کی نجات کا باعث بن جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مشقت اور اخلاص سے انہوں نے دین کا علم حاصل کیا تھا اور اس باغ کی آبیاری کی تھی تو آج انہیں کے اخلاص کا ہم پھل کھاتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اس حدیث پاک کو علمائے کرام نے مشکلات احادیث میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چار چیزوں کا حکم دیا جبکہ حدیث شریف میں شمار کرنے پر پانچ چیزیں بنتی ہیں۔ اس کا جواب علماء یہ دیتے ہیں کہ وہ مؤمن تو پہلے تھے ہی۔ لہٰذا ایمان باللہ کو شمار نہ کیا جائے تو پھر چار ہی بنیں گی۔

بَاب: مَا جَاءَ إِنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَّانَوٰى فَدَخَلَ فِيْهِ الْإِيْمَانُ وَالْوُضُوْءُ وَالصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَالْحَجُّ وَالصَّوْمُ وَالْأَحْكَامُ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ عَلٰى نِيَّتِهٖ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ

یہ باب آیا ہے کہ بیشک اعمال کا دارومدار نیت اور خلوص پر ہے اور ہر شخص کیلیے وہ ہے جس کی اس نے نیت کی پس داخل ہیں اس میں ایمان، اور

وضو، اور نماز، اور زکوٰۃ، اور حج، اور روزہ، اور احکام اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے محبوب آپ فرمادیں ہر ایک عمل کرتا ہے اپنے طریقے سے یعنی نیت کے مطابق۔ خرچ کرنا انسان کا اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے صدقہ ہے اور فرمایا نبی کریم ﷺ نے لیکن جہاد اور نیت

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ وَقَّاصٍ عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَدِيُّ ابْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا فَهِيَ لَهٗ صَدَقَةٌ۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فَمِ امْرَاَتِكَ

حدیث بیان کی ہمیں عبد بن مسلمۃ نے وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہمیں مالک نے یحیٰی بن سعید سے محمد بن ابراہیم سے، علقمہ بن وقاص سے عمرؓ سے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کیلئے وہ ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس شخص نے ہجرت کی اللہ اور اس کے رسول کی طرف تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے اور وہ شخص جس نے ہجرت کی دنیا کیلئے کہ کمائے اس کو یا عورت کیلئے کہ شادی کرے اس سے پس ہجرت اس کی اسی کی طرف جس کیلئے اس نے ہجرت کی حدیث بیان کی ہمیں حجاج بن منہال نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں شعبۃ نے وہ کہتے ہیں کہ

خبر دی مجھے عدی بن ثابت نے وہ کہتے ہیں کہ سنا میں نے عبداللہ بن یزید سے، انہوں نے ابو مسعود سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انسان خرچ کرتا ہے اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے پس وہ اس کیلئے صدقہ ہوتا ہے حدیث بیان کی ہمیں حاکم بن نافع نے وہ کہتے ہیں کہ خبر دی ہمیں شعیب نے زہری سے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی مجھے عامر بن سعید نے سعید بن ابی وقاص سے بیشک خبر دی اس کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیشک نہیں ہر گز خرچ کرتے تم کچھ اللہ کی رضا کیلئے مگر اجر دیا جاتا ہے اس پر تمہیں یہاں تک کہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دیتے ہو (اس پر بھی ثواب دیئے جاتے ہو)

انسان کے خرچ کرنے کا سبب

انسان اپنے مال کو کسی پر خرچ کرنے کیلئے، کسی پر قربان کرنے کیلئے اس وقت تیار ہوتا ہے، آمادہ ہوتا ہے کہ جب وہ اس شخص کیلئے اپنے دل میں محبت کے جذبات پاتا ہے۔ اور جس قدر محبت کے جذبات بڑھتے چلے جاتے ہیں، طویل ہوتے چلے جاتے ہیں اسی قدر انسان اس شخص پر بے دریغ اپنی مال و دولت لٹانا شروع کر دیتا، خرچ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اپنے بچوں کی تفریح اور ان کے کھلونوں پر بغیر کسی رنج و ملال کے لاکھوں روپے خرچ کر دیتا ہے۔ اپنی بیوی کی ہر جائز و ناجائز خواہش کو پورا کرنے کیلئے اپنی چادر سے بڑھ کر پاؤں پھیلا دیتا ہے جبکہ اس کے برعکس سڑک پر چلنے والا ایک شخص جب اسی کروڑوں روپے خرچ کرنے والے کی گاڑی کے سامنے کھڑے ہو کر دس روپے یا معمولی رقم کا سوال کرتا ہے تو وہ کروڑوں روپے لٹانے والا نہ صرف انکار کر دیتا ہے بلکہ بری طرح سے جھڑک کر برے انداز میں پیش آتا ہے، درحقیقت یہ اسی جذبات محبت اور احساسات محبت کا کھیل ہے جو اگر کسی کیلئے پیدا نہ ہو تو دس روپے نکالنا بھی ناگوار محسوس ہوتا ہے۔ اور اگر کسی کیلئے دل میں پیدا ہو جائے تو کروڑوں روپے لٹانے میں بھی لطف و سرور محسوس ہوتا ہے۔

اسلام دین فطرت

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ انسان فطری، طبعی طور پر اپنی بیوی، بچوں اور گھر والوں سے انتہائی محبت کرتا ہے۔ اگر چہ دنیا کا کوئی مذہب، دین، کوئی حکومت، کیمونٹی اسے ایسا کرنے کا نہ بھی حکم دے تب بھی یہ عشق و محبت اس کی فطرت میں رچی بسی ہوتی ہے۔ لیکن انسان کے اس حساس اور فطری معاملے میں بھی اجر وثواب کی بشارت دے کر اسلام انتہائی خوبصورت انداز میں اس کی اخلاقی اور معاشرتی تربیت بھی کر رہا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب یہ ارشاد فرمایا کہ ''اے بندے جب تو اپنے گھر والوں پر اللہ کی رضا کیلئے خرچ کرتا ہے اور دوسری حدیث میں یہاں تک فرمایا کہ ''مَا تَجْعَلُ فِیْ فَمِ اِمْرَأَتِكَ'' کہ جو تو نوالہ بھی محبت سے اپنی بیوی کے منہ میں رکھتا ہے رب کائنات یہ نوالہ رکھنے کا بھی تجھے اجر وثواب عطا کرتا ہے۔

محبت زوجین خدا کا فضل

درحقیقت اس فطری محبت اور رازدارانہ تعلقات میں اجر وثواب کو داخل کر کے اس انتہائی اہم نکتے کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ جس طرح یہ اجر وثواب اس کی عطا ہے، اس کا فضل ہے جس کو چاہے جس بات پر عطا کر دے۔ اسی طرح یہ زوجین کے درمیان محبت کا پیدا ہو جانا انسان کے دل میں اپنے بیوی بچوں اور گھر والوں کی محبت کا پیدا ہو جانا یہ بھی فضل خداوندی ہے۔ لہٰذا اس سے اس کے فضل کو مانگتے رہو اور جس کے پاس یہ نعمت موجود ہے وہ اس نعمت پر شکر ادا کرتا رہے۔

دنیاوی لذت کے ساتھ رضائے الٰہی کی چاشنی

جبکہ دوسرے اس انداز میں مسلمان معاشرے کی تربیت کر دی کہ اسی کے فضل سے یہ نعمت تو میسر ہے ہی۔ یعنی بیوی بچوں کی محبت سے سرشار ہو اور اس سے لطف اندوز ہو رہے

ہو کہ انہیں اچھے سے اچھا کھلا رہے ہو، پلا رہے ہو، جہاں بھر کی سیر وتفریح کروا رہے ہو، اور خوب عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہو۔ لیکن اگر اسی عیش وعشرت میں بغیر محنت کئے صرف اتنی سی نیت پیدا کرلو کہ اے مالک دو جہاں، اے رب کریم یہ سب کچھ تیری رضا کیلئے کر رہا ہوں تو پھر وہ حلاوت اور چاشنی پاؤ گے کہ دنیا تو پہلے ہی ملی ہوئی تھی اب اس کے حضور دین میں بھی سرخ رو ہو جاؤ گے۔

نیک بیوی کی قدر

انفاق (خرچ) کرنے کو گھر والوں کے ساتھ۔ جوڑ کر اس اہم نکتے کو بھی بیان کر دیا کہ جب تک مال دولت جائز وحلال جگہ پر خرچ ہو تو وہ اجر وثواب کا باعث ہوتا ہے۔ اور اگر یہی مال Girl Friends محبوبائیں، طوائفوں، اور زانیات پر خرچ ہو تو باعث اجر و ثواب نہیں ہوتا بلکہ باعث عتاب وعذاب ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ لوگ جن کی صبح کا آغاز بھی اسی کام سے ہوتا ہے، اور شام بھی اسی پر آ کر اختتام پذیر ہوتی ہے۔ یہ لوگ اس کے عذاب سے پناہ مانگیں کہ کہیں یہ نیک بیوی اور اولاد سے بھی ہاتھ نہ دھو بیٹھیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نافرمانی ومعصیت میں مبتلا ہو کر کوڑی کوڑی کے محتاج نہ ہو جائیں۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اَلدِّيْنُ نَصِيْحَةٌ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ مَعَ عَامَّتِهِمْ وَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ دین نصیحت ہے اللہ کیلئے اس کے رسول کیلئے ائمہ مسلمین اور عوام کے لئے اور قول اللہ تعالیٰ کا کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہیں۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسُ ابْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ

جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَلٰى اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

حدیث بیان کی ہمیں مسدد نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں یحیٰی نے اسماعیل سے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی مجھے قیس بن ابی حازم نے جریر بن عبداللہ سے وہ کہتے ہیں کہ بیعت کی میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ کے ادا کرنے اور ہر مسلمان کا خیر خواہ رہنے پر۔

جریر بن عبداللہ ؓ کا حضور ﷺ سے بیعت کرنا

اس حدیث پاک میں جریر بن عبداللہ ؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ وہ نماز پر قائم رہیں گے، زکوٰۃ ادا کرتے رہیں گے، اور ہر مسلمان کیلئے خیر خواہی، بھلائی چاہتے رہیں گے۔ آج بھی صحیح العقیدہ باعلم اور باعمل مرشد، صالح، کامل رسول اللہ ؐ کی سنت پر چلتے ہوئے اسی طریقے سے بیعت لیتا ہے۔ اور مرید کا مقصد بھی مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے یہی ہوتا ہے۔ کہ زناء، چوری، شراب نوشی، فحاشی یعنی اب ان گناہوں سے اجتناب کرے گا۔ اور نماز، روزہ، زکوٰۃ، امر بالمعروف، یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پابندی کرے گا۔

حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَامَ فَحَمِدَ اللهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللهِ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَالْوَقَارِ وَالسَّكِيْنَةِ حَتّٰى يَاْتِيَكُمْ اَمِيْرٌ فَاِنَّمَا يَاْتِيْكُمُ الْاٰنَ ثُمَّ قَالَ اِسْتَعْفُوْا لِاَمِيْرِكُمْ فَاِنَّهٗ كَانَ يُحِبُّ الْعَفْوَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قُلْتُ اُبَايِعُكَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَشَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فَبَايَعْتُهٗ عَلٰى هٰذَا وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ اِنِّيْ لَنَاصِحٌ لَكُمْ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ

حدیث بیان کی ہمیں ابونعمان نے وہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں ابوعوانہ نے زیاد بن

علاقہ سے وہ کہتے ہیں کہ سنا میں نے جریر بن عبداللہ سے جس دن فوت ہوئے مغیرہ بن شعبہ کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور کہا کہ تم پر اللہ سے ڈرنا ضروری ہے جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور وقار اور اطمینان سے رہنا یہاں تک کہ دوسرا امیر آجائے جو تمہارے پاس آنے والا ہے پھر فرمایا کہ اپنے امیر کیلئے خدا سے مغفرت مانگو کیونکہ وہ درگزر کرنے کو پسند فرماتے تھے، پھر فرمایا امابعد! میں حاضر ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اور عرض کی بیعت فرمالیجئے مجھے اسلام پر پس شرط لگائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر ہر مسلمان کا خیر خواہ رہنے کی پس بیعت کی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پر کہ اس مسجد کے رب کی قسم میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور پھر دعائے استغفار کی اور اتر آئے

دین اللہ کیلئے نصیحت

جیسا کہ اس حدیث سے امام بخاریؒ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کو بنیاد بناتے ہوئے باب باندھا "اَلدِّیْنُ نَصِیْحَۃٌ لِلّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ" کہ دین نصیحت، خیر خواہی ہے اللہ کیلئے اور اس کے رسول کیلئے تو اللہ کیلئے خیر خواہی کا کیا مقصد؟ علما فرماتے ہیں کہ اس کی توحید یعنی اس کو ایک ماننا، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرانا، عبادت کے لائق اسی کو سمجھنا، نعمتوں کا حقیقی عطا کرنے والا اسی کو سمجھنا، کائنات کا خالق و مالک اسی کو جاننا، ہر شے پر قدرت اور علم رکھنے والی ذات اسی کو سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ اللہ کیلئے خیر خواہی ہے۔

دین رسولوں کیلئے نصیحت

دین رسولوں اور انبیاء کیلئے بھی خیر خواہی ہے۔ وہ اس طرح کے تمام انبیاء و رسولوں کو اللہ کا بندہ و مخلوق سمجھنا۔ پھر مخلوق میں بھی رسولوں کو سب سے برگزیدہ اور افضل سمجھنا۔ ان کی عزت و تکریم کرنا۔ ان کی شان میں گستاخی نہ کرنا۔ ان کے لائے ہوئے احکامات پر عمل کرنا وغیرہ وغیرہ یہ انبیاء و رسولوں کیلئے خیر خواہی ہے

دین ائمہ کیلئے نصیحت

ائمہ کیلئے بھی دین خیرخواہی ہے۔ کہ سیرت و کردار میں ان کے نقش قدم پر چلنا۔ ال
کے بتائے ہوئے راستوں کو Follow کرنااور فقہی مسائل میں ایک مقلد کو اپنے اما
کے وضع کردہ اصول وقوانین کی پیروی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ ائمہ کیلئے خیرخواہی ہے۔

دین عوام کیلئے نصیحت

مسلمانوں کے لئے بھلائی چاہنا۔ ان کو ایذاء نہ دینا۔ مصیبت میں کام آنا۔ کسی کو حقیر ن
سمجھنا، بڑوں کی عزت کرنا۔ چھوٹوں سے پیار کرنا۔ والدین کا احترام کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ
عوام کیلئے خیرخواہی ہے۔

(تعارف)

صاحبزادہ عزیر محمود نقشبندی الازہری

آپ نے برصغیر پاک و ہند کے ایک بہت بڑے روحانی و علمی خاندان میں آنکھ کھولی۔ آپکے پردادا خواجہ خواجگاں شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ مشہور زمانہ کتاب ''رکن الدین کتاب الصلوٰۃ'' کے مصنف ہیں اور نقشبندی سلسلے کے ان پیشوا ومشائخ میں سے ہیں جن کی ایک نظر نے سینکڑوں ہندوؤں کو مسلمان بنادیا۔ آپ کے دادا شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے ان اکابر علماء ومشائخ میں سے ہیں جنھوں نے پاکستان ہجرت فرمانے کے بعد اپنے والدِ گرامی کے علمی و روحانی فیض کو ''رکن الاسلام'' جیسی عظیم علمی درسگاہ کی بنیاد رکھ کر، تفسیر، حدیث، فقہ، طب، جیسے علوم وفنون میں علمی ونکات پر مشتمل کتب ومخطوطات کا نایاب ذخیرہ چھوڑ کر اور ہزارہا مریدین وسالکین کو مئے توحید وعشق پلا کر اس فیض آج تک جاری رکھا ہوا ہے۔ جبکہ آپکے والد گرامی'' قبلہ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر حفظہ اللہ'' انھیں علمی اور روحانی نسبتوں کے امین، تحریک ناموس رسالت کے سربراہ، مرکزی صدر جمعیت علماء پاکستان (نورانی گروپ) اور بے شمار معرکۃ الآراء کتب کے مصنف ہیں۔ جبکہ آپ 2002ء میں قومی اسمبلی کے ممبر بھی رہے ہیں۔

صاحبزادہ عزیر محمود نقشبندی الازہری نے بھی اپنے آباؤ اجداد کے اسی مشن کو جاری رکھتے ہوئے ''رکن الاسلام جامعہ مجددیہ'' کا دنیائے اسلام کی عظیم یونیورسٹی جامعۃ الازہر کیساتھ الحاق کروایا اور پاکستان کے کونے کونے سے آنیوالے تشنگانِ علم کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ بلا امتیازِ رنگ ونسل، زبان جامعۃ الازہر جیسے علمی مرکز میں جا کر اپنی پیاس بجھائیں۔ آپ نے اپنے جدّ امجد شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ کی علمی وتفسیری خدمات پر عربی زبان میں M.Phill کا ایک ضخیم رسالہ لکھا جو کہ عنقریب انشاء اللہ مصر سے ہی شائع ہونے والا ہے۔ ''امن و سلامتی کے حوالے سے مشائخ نقشبند کے کردار کو'' آپنے P.H.D کا موضوع بنایا تاکہ دنیا کے سامنے یہ حقیقت آشکار ہو جائے کہ عالمی طور پر دہشت گرد وتشدد پسند کون ہے اور امن کی چھاؤں کس دین کے سائے میں ہے، اسی حوالے سے جامعۃ الازہر جیسے عظیم علمی مرکز میں طلباء کو لیکچر دیکر اور دوسری کئی بین الاقوامی کانفرنسز میں شرکت کر کے اسلام اور پاکستان کی نمائندگی کا فریضہ بھی سرانجام دیا، نیز درسِ بخاری، درسِ مسلم، روزہ کے رموز جیسے علمی وفکری اور جدید مسائل پر مشتمل کتب لکھ کر اور عربی دروس ولیکچر دیکر عرب علماء کو بھی داد تحسین دینے پر مجبور کردیا۔

www.ruknulislam.org (0333-3127580)
www.faiz-e-mushtaq.com (0334-3226228)